جون

2010ء

مجموعہ مقالات

تدریب المعلمین

جلد دوم

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ دار العلوم الاسلامیہ۔ لاہور

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ

۲۹۱ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور فون: 35422213، 35433049

Marfat.com

مجموعہ مقالات

تدریب المعلمین

(جلد دوم)

جون 2010ء

مرتب

محمد اکرم کمبوہ

(ایم فل پنجاب یونیورسٹی)

مدرس جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

DATA ENTERED

Marfat.com

نام کتاب: مجموعہ مقالات ''تدریب المعلمین'' جلد دوم

مرتب: محمد اکرم کمبوہ

مدرس جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

ناشر: جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

۲۹۱۔کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

تعداد: ۱۱۰۰

سن اشاعت: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ/ نومبر ۲۰۱۰ء

297.07
35
جلد۲

ملنے کا پتہ:

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

۲۹۱۔کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون:042-3542213/35433049

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مقرر	موضوع	صفحہ
1	مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی	ابتدائیہ	۱۱
2	پروفیسر ڈاکٹر محمود اختر صاحب	انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کا فروغ اور حدیث نبوی ﷺ	۲۷
3	مولانا قاری محمد حنیف جالندھری	دینی تعلیم و مدارس اور مستقبل میں درپیش چیلنجز	۶۹
4	ڈاکٹر محمود الحسن عارف	عصر حاضر میں اساتذہ اور معلمین کی ذمہ داریاں	۱۰۵
5	ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی	جامعہ دار العلوم الاسلامیہ میں دینی وعصری تعلیم کا حسین امتزاج	۱۲۳
6	حضرت مولانا زاہد الراشدی	اسلام اور مغربی نظام تعلیم میں فرق	۱۳۳
7	جسٹس ڈاکٹر محمود احمد غازی	دینی وعصری تعلیم کا امتزاج فوائد ونقصانات	۱۷۱
8	حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب	اساتذہ کے لئے اصلاحی تعلق ضرورت واہمیت	۲۱۱

Marfat.com

Marfat.com

﴿پیش لفظ﴾

معلم انسانیت حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

انما بعثت معلما (مشکوۃ المصابیح ص ۳۷) مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

انسانی تاریخ میں عموماً اور اسلامی روایات میں خصوصاً معلم اور استاذ کو ہمیشہ بلند اور پر وقار مقام حاصل رہا ہے۔ بلاشبہ قوموں کے کردار اور ان کی تاریخ میں استاذ کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ہر زمانہ کے چیلنج کو سمجھنا اور نسل نو کو اس کے لیے تیار کرنے میں استاذ کے کردار کو ہمیشہ سے تسلیم کیا گیا ہے۔

ایک کامیاب مدرس اور مؤثر معلم کے لیے اپنے فرائض کو بہتر طور پر ادا کرنے اور قوم و ملت کے لیے بہترین رجال کار تیار کرنے کے لیے جہاں اخلاص و للہیت، ہمدردی و شفقت کے جذبات کے ساتھ ساتھ طلباء کی نفسیات کا علم، نفس مضمون سے واقفیت، تدریسی پیشہ سے والہانہ لگاؤ، واضح تعبیرات کا برمحل استعمال وغیرہ سے آشنا ہونا ضروری ہے وہاں بطور خاص نومنتخب اور کم تجربہ کار معلمین کا جید اساتذہ و ماہرین تعلیم کے تجربات سے مستفید ہونا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

اسی ضرورت و اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ نے اپنے اساتذہ کے علاوہ دیگر مدارس کے اساتذہ کے لیے بھی ''تدریب المعلمین'' کے نام سے ایک منظم و مربوط سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ اساتذہ کو قدیم و جدید طرق تدریس کی واقفیت کے ساتھ ماہر اساتذہ کے تجربات سے روشناس کرایا جا سکے۔

تاحال تدریب المعلمین کے دو پروگراموں کا انعقاد ہو چکا ہے۔ پہلے پروگرام (منعقدہ فروری 2010ء) میں ہونے والی تقاریر مجموعہ مقالات

Marfat.com

"تدریب المعلمین (حصہ اول)" کے نام سے طبع ہو چکی ہیں۔

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے شروع کیے ہوئے اس پروگرام کو بہت پذیرائی ملی، اہل علم وفکر نے اساتذہ کرام کی تربیت کو وقت کی ضرورت قرار دیا، شرکائے پروگرام نے ایسے پروگراموں کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے، اسے جاری رکھنے اور اس کا دائرہ کار بڑھانے کے علاوہ پروگرام کا دورانیہ بڑھانے کی مفید تجاویز وآراء دیں۔

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ نے پہلے پروگرام کی اہمیت و افادیت اور سامعین شرکاء کی دلچسپی دیکھتے ہوئے لاہور شہر کے علاوہ بیرون لاہور سے تقریباً 60 مدارس کے اساتذہ کو مدعو کیا۔

الحمدللہ اساتذہ کی بہت بڑی تعداد نے اکابرین و ماہرین سے بھرپور استفادہ کیا۔

تدریب المعلمین کے دوسرے پروگرام منعقدہ 12 جون 2010ء میں مندرجہ ذیل جید اساتذہ کرام و ماہرین تعلیم نے اپنے گراں قدر خیالات اور تجربات سے سامعین کو روشناس کرایا۔

۱) حضرت مولانا مشرف علی تھانوی
مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، لاہور

۲) مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی
ناظم ادارہ اشرف التحقیق جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، لاہور

۳) پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر
ڈین فیکلٹی علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

۴) مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

Marfat.com

مہتمم جامعہ خیر المدارس، ملتان و ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

۵) ڈاکٹر محمود الحسن عارف

نگران اردو دائرہ معارف اسلامی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۶) ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی

نائب مہتمم و رئیس قسم القراءات جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

۷) حضرت مولانا زاہد الراشدی

شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

۸) ڈاکٹر محمود احمد غازی (مرحوم)

جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان

مذکورہ ماہرین نے تدریب المعلمین کی ضرورت و اہمیت، طلباء میں تحقیقی صلاحیت پیدا کرنے کے طریقے، اسلام اور مغربی نظام تعلیم میں فرق، عصر حاضر میں اساتذہ و معلمین کی ذمہ داریاں، دینی تعلیم اور مدارس کو مستقبل میں درپیش چیلنجز، دینی و عصری تعلیم کے امتزاج کے فوائد و نقصانات اور اساتذہ کے لیے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی ضرورت و اہمیت جیسے اہم موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

دوسرے پروگرام میں ہونے والی تقاریر کو حضرت مہتمم صاحب اور حضرت نائب مہتمم صاحب جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کی زیر سرپرستی و زیر نگرانی تحریری شکل دے کر مقالہ نگار حضرات سے نظر ثانی کروانے کے بعد افادہ عام کی غرض سے طبع کیا جا رہا ہے۔

12 جون 2010ء کو ہونے والے پروگرام کے انتہائی اہم مقرر و مربی جناب جسٹس ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم آج ہم میں نہیں رہے اللہ تبارک و تعالیٰ ان

Marfat.com

پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں آمین! آپ کی تقریر مولانا ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی کی نظر ثانی سے شامل طباعت کی گئی ہے۔

اپنے جملہ اساتذہ بالخصوص عارف باللہ شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی و رئیس قسم القراءات و نائب مہتمم حضرت قاری احمد میاں تھانوی کے تہ دل سے شکرگذار ہیں کہ جن کی توجہ اور رہنمائی سے یہ پروگرام منعقد ہوا اور طباعت کے مراحل سے گذر کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچا۔

دعا ہے کہ مولائے کریم اکابرین جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ پروگرام کے انعقاد اور کتاب کی تیاری میں حصہ لینے والے تمام رفقاء کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ امین

نوٹ: مجموعہ مقالات (حصہ دوم) کی تیاری میں بطور خاص مندرجہ ذیل افراد نے معاونت کی۔

عبدالناصر چترالی، حافظ عبداللہ نور، محمد سلیمان، اسداللہ حیدر، محمد رضوان، محمد ادریس، فضل الٰہی، محمد ابوبکر، ہدایت اللہ، ہاشم، فضل وہاب وغیرھم فجزاھم اللہ احسن الجزاء

محمد اکرم کمبوہ

مدرّس جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

Marfat.com

ابتدائیہ

پروگرام

تدریب المعلمین

مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب

ناظم ادارہ اشرف التحقیق

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

تاریخ: 12/6/2010

بمقام: جامعہ دار العلوم الاسلامیہ، اقبال ٹاؤن لاہور

Marfat.com

Marfat.com

ابتدائی کلمات: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ

امابعد:

محترم علمائے کرام ومعزز سامعین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تدریب المعلمین کے سلسلے کا آج یہ دوسرا اجلاس ہے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کا مختصر تعارف اور گذشتہ اجلاس تدریب المعلمین کی کاروائی کو اختصار کے ساتھ پیش کروں۔ تاکہ جو احباب اُس اجلاس میں شریک نہیں ہوسکے تھے وہ بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ جامعہ نے اس بات کا بھی اہتمام کیا ہے کہ گذشتہ اجلاس میں شریک علماء کی تقاریر کو طبع کردیا ہے۔ یہ تقاریر آپ کو دفتر مدرسہ سے مل سکتی ہیں۔

مختصر تعارف مدرسہ:

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کا قیام ۱۹۴۸ء میں علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کے حکم سے عمل میں آیا ابتداً اس مدرسہ میں ناظرہ وحفظ قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ تجوید وقراءت کا اہتمام کیا گیا۔ فن تجوید کے ماہرین قاری عبدالمالک صاحب اور قاری عبدالعزیز صاحب شوقی کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ان اکابرین کی سرپرستی میں اس ادارہ نے فن تجوید میں ملک وبیرون ملک اہم مقام حاصل کرلیا اور بڑے بڑے جید قراء اس ادارے سے فارغ التحصیل ہوئے جنہوں نے دنیا میں اس کا نام روشن کیا۔ مثلاً قاری اظہار احمد تھانوی۔ قاری محمد شریف صاحب، قاری ذاکر صاحب، قاری حسن شاہ صاحب، قاری احمد میاں تھانوی۔ قاری عبدالرحمٰن

Marfat.com

ڈیروی وغیرہ۔

۱۹۸۳ء میں حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کو اس مدرسہ کا مہتمم مقرر کیا گیا مولانا نے تجوید وقراءات کے ساتھ درس نظامی کی تعلیم کا آغاز فرمایا مدرسہ میں داخلہ کے لئے حافظ قرآن ہونے کی شرط لگائی گئی تجوید کے ساتھ درس نظامی اور درس نظامی کے ساتھ روایت حفص اور قراءات سبع عشرہ کو لازمی قرار دیا گیا۔ اس مربوط نظام کو چلانے کے لئے ماہرین اساتذہ اور ان کی سرپرستی کے لئے قاری احمد میاں صاحب تھانوی کو مدینہ منورہ سے بلا کر اس نظام کو جاری کیا گیا اور چند ہی سالوں میں اپنا ہدف حاصل کر لیا۔

۱۹۸۷ء میں ادارہ اشرف التحقیق کے نام سے مدرسہ میں ایک تحقیقی ادارہ قائم کیا گیا جس میں احکام القرآن جیسی عظیم تفسیر کی تالیف کی تکمیل کرائی اور دیگر بہت سے تحقیقی کام کرائے۔

۱۹۹۰ء مہتمم صاحب اور قاری صاحب نے ملکی حالات کے پیش نظر اس ضرورت کو محسوس کیا کہ طلباء کو عصری علوم سے بھی متعارف کرایا جائے۔ چنانچہ مدرسہ میں میٹرک تک تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا بعد ازاں پنجاب بورڈ کے ساتھ مدرسہ کی ایفی لیشن کی گئی اور مدرسہ کو محکمہ تعلیم میں بھی رجسٹرڈ کرایا گیا۔ اور اب ایف اے کی سہولت بھی فراہم کر دی گئی ہے جامعہ میں اپنی تعلیم مکمل کرنے والے طالب علم کے پاس بعد از فراغت حسب ذیل سندات ہوتی ہیں۔ حفظ، میٹرک، ایف اے، درس نظامی، روایت حفص، قراءات سبعہ، قراءات عشرہ مدرسہ کا یہ مختصر تعارف آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے تفصیلی تعارف مدرسہ سے طبع شدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

تدریب المعلمین کا تعارف:

معزز سامعین تدریب المعلمین کے سلسلے کا آج یہ دوسرا پروگرام ہے تین ماہ قبل حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے حکم سے قاری احمد میاں صاحب تھانوی رئیس قسم القراءات جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ نے ملک کے نامور علماء واسکالرز حضرات کو دعوت دی تھی کہ وہ جامعہ میں تشریف لائیں اور اس موضوع پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔آپ کی دعوت پر حسب ذیل اکابرین تشریف لائے جنہوں نے حسب ذیل موضوعات پر گفتگو فرمائی۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی	منصب	موضوع
۱	محترم جناب ڈاکٹر محمد میاں صدیقی صاحب	رکن مجلس منتظمہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور	فقہی مسالک کا اختلاف ونوعیت اسباب وعلل
۲	مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ العالی	مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ۔سرگودھا	فقہ کو پڑھانے کا طریقہ کیا ہے
۳	محترم جناب ڈاکٹر محمد الغزالی زید مجدہ	پروفیسر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد	تعلیم اور اس کے تقاضے
۴	محترم جناب ڈاکٹر محمد یونس صاحب	ڈائریکٹر (ریسرچ اینڈ ٹریننگ پی ایم یو)	تعلیمی نفسیات اور تعلیمی جائزہ
۵	محترم جناب مولانا محمد یوسف خان صاحب	استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور	محققانہ انداز تدریس کی اہمیت وضرورت
۶	محترم جناب ڈاکٹر سعد صدیقی صاحب	پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاہور	وقت کی بہترین تنظیم
۷	محترم جناب مولانا فضل الرحیم صاحب اشرفی	نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور	اکابر اساتذہ کا طرز تدریس
۸	محترم جناب مولانا محمد اشرف علی صاحب	مہتمم جامعہ محمودیہ سرگودھا	نعمت مدارس واکابر سے تعلق
۹	محترم جناب ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی صاحب	ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی	استاد شاگرد کے مابین رابطہ

Marfat.com

خطاب: حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی

رئیس قسم القراءات جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

تدریب المعلمین کی ضرورت واہمیت: تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد قاری احمد میاں تھانوی مدظلہ العالی نے جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کا مختصر تعارف پیش کرنے کے بعد پروگرام تدریب المعلمین سے متعلق حاضرین کو تفصیلات بتلائیں اس کی ضرورت و اہمیت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ آج نظام بدل رہا ہے نئی نئی چیزیں آگئی ہیں پڑھنے پڑھانے کے نئے انداز واسالیب کو دنیا اختیار کررہی ہے۔ طلباء کی استعداد کمزور ہورہی ہیں۔ اساتذہ کی استعداد بھی کمزور ہورہی ہیں اس لئے تدریب المعلمین پروگرام کی ضرورت ہے کہ نوآموز اساتذہ کہنہ مشق ماہر اساتذہ کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں، اس لئے آج یہاں مختلف مدارس سے اساتذہ کو جمع کیا گیا ہے۔ اور ماہرین اساتذہ تعلیم کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اپنے تجربات و مشاہدات سے ہم سب کو بہرہ ورفرمائیں۔

محترم قاری صاحب نے فرمایا کہ استاذ کو چاہئے کہ وہ گہرا مطالعہ کرے طلباء کوٹھوس اور جامع معلومات فراہم کرے اپنے موضوع کا کم سے کم وقت میں مکمل احاطہ کرکے زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنا استاد کی ذمہ داری ہے استاد کے لئے اپنی اصلاح وتربیت کا اہتمام بھی ضروری ہے جس کے لئے اس کو مشائخ سے رابطہ و بیعت وغیرہ کا اہتمام کرنا چاہئے۔

پروگرام کے آغاز میں قاری صاحب نے سب سے پہلے حضرت مولانا مشرف علی تھانوی شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

Marfat.com

۱۔ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ العالی
شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

آپ نے فرمایا آج جو چیز ہمارے لئے المیہ بنی ہوئی ہے ایک تو یہ کہ طلباء کی استعداد تو کمزور ہورہی ہے دوسرا بڑا المیہ یہ ہے کہ ارباب اقتدار کی طرف سے یہ دباؤ ڈالا جارہا ہے ان کو عصری علوم پڑھائے جائیں۔ عصری علوم پڑھانے میں کوئی مضائقہ نہیں یقیناً مفید ہیں صرف ڈر اس بات سے لگتا ہے کہ جب آدمی عصری علوم کی طرف جاتا ہے تو مغربیت اس پر مسلط ہو جاتی ہے ڈر ہے تو صرف اس بات کا کہ عصری علوم پڑھنے والے کہیں مغربی تہذیب کو نہ اپنالیں۔

ہمارے ہاں حکومت نے ایک محکمہ تعلیم بنایا اور اس کے لئے تربیت کا ایک نظام بنایا ہے انکا ہر سال تدریب المعلمین کورس ہوتا ہے جو آدمی وہ کورس کرتا ہے پڑھا سکتا ہے جو آدمی وہ کورس نہیں کرتا وہ نہیں پڑھا سکتا یہ طریقہ کار بھی اپنی جگہ مفید ہے اگر ہم اس طریقہ کار کو سمجھ کر ہم اس طرف نہ جائیں کہ اپنے اوپر مغربیت طاری کریں مگر ہم اس سے فائدہ اٹھالیں تو ہمارے لئے کوئی بہتر نتائج نکل سکیں گے۔

ہمیں اس نظام کو سامنے رکھ کر اس نظام کے ماہرین سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے ہم ان ماہرین نظام کو بلا کر اس نظام (تدریب المعلمین) میں اپنے آپ کو آگے لے جائیں اور اس نظام کی خوبیاں اپنالیں اور قباحتوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

دارالعلوم الاسلامیہ کے اندر تدریب المعلمین پروگرام کروانے کا اصل مقصد بھی یہی ہے اس نظام کے ماہرین تدریب المعلمین کے لئے کوئی نصاب اور نظام مرتب فرمائیں جن سے اساتذہ تدریس کے جدید تقاضوں اور ضرورتوں کو

Marfat.com

جان سکیں۔ ان شاء اللہ اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ آج اس مقصد کے لئے میں نے جن علماء و محققین کو دعوت دی ہے یہ ان شاء اللہ اپنے تجربات کی روشنی میں ہم سب کی راہنمائی فرمائیں گے امید ہے کہ اسی طرح مستقبل میں تدریب المعلمین کے لئے ایسا نصاب مقرر کرنے کی راہیں کھل جائیں گی اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

۲۔ **ڈاکٹر محمد میاں صدیقی صاحب** نے فقہی مسالک کے اختلافات نوعیت واسباب وعلل کو تفصیل سے بیان فرمایا اور مثالیں دے کر اس کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ

فقہ کا ایک طالب علم جب فقہائے مجتہدین کی آراء اور ان کے اجتہادات پر نظر ڈالتا ہے اور ان میں اختلاف دیکھتا ہے جبکہ ان سب کا ماخذ قرآن وسنت ہے تو پریشان ہوتا ہے، یہ مسئلہ یقیناً حل طلب ہے کہ اس اختلافات کے اسباب وعلل کیا ہیں جن میں سے چند یہ ہیں انہی کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) حضور ﷺ کے زمانے میں صحابہ آپ کو دیکھ کر عمل کرتے تھے، کتابی شکل میں مسائل موجود نہیں تھے جس نے آپ کو ایک ایک دفعہ اعضائے وضو دھوتے دیکھا اس نے اس کو نقل کیا جس نے تین دفعہ دیکھا اس نے اس کو نقل کیا۔ جو سبب اختلاف ائمہ ہوا۔

(۲) بعض حضرات کو حضور ﷺ بوجوہ کسی کام کی اجازت مرحمت فرماتے اور بعض کو منع فرما دیتے۔

(۳) ایک مجلس میں آپ ﷺ نے ایک بات کہی دوسری مجلس میں دوسری بات ہر مجلس کے سامعین الگ تھے جس نے جو سنا نقل کر دیا۔ فقہاء اس طرف متوجہ

Marfat.com

ہوئے کہ دونوں روایات کا پس منظر معلوم کیا جائے تا کہ دونوں کا حکم بیان ہو جائے جس میں اختلاف ہوا۔

(۴) بعض روایات میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے جو ایک سے زائدہ معنی میں استعمال ہوئے ایک نے ایک معنی لئے دوسرے نے دوسرے۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کی ممانعت فرمائی ہر زبان میں حکم کی علتیں مختلف ہوتی ہیں ایک امام نے ایک علت پر محمول کیا دوسرے نے دوسری پر۔

(۶) صحابہ کے دور میں اختلاف موجود تھا تابعین کے دور میں جس تابعی کو جس صحابی کا قول باوثوق ذرائع سے ملا اس نے اس پر عمل کیا۔

(۷) احادیث کی روایت بالمعنی اختلاف کی ایک وجہ تھی۔

(۸) ایک امام کو ایک روایت اس ذریعہ سے پہنچی جو اس کے نزدیک معتبر تھا دوسرے کو اس ذریعہ سے پہنچی جو اس کے نزدیک معتبر نہیں تھا۔

(۹) عرف ورواج کا اختلاف بھی اس اختلاف کا سبب بنا۔

(۱۰) تمام ائمہ و مجتہدین کے اقوال مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں کسی نے عزیمت کو اختیار کیا کسی نے رخصت کو۔ تمام فقہاء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ حق چاروں مروجہ فقہی مسالک میں دائر ہے جس کو بھی اختیار کرے انسان نجات پائے گا۔ لیکن ایک مسئلہ میں ایک فقیہ کی پیروی دوسرے میں دوسرے کی اس کی اجازت نہیں ہے۔

۳۔ **مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب** مدظلہ العالی نے طریقہ تدریس اور خاص طور پر فقہ پڑھانے والے اساتذہ کے لئے بہت مفید معلومات بہم پہنچائیں آپ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

(۱) سب سے پہلی چیز استاذ کی ذمہ داری ہے کہ طلباء کی نفسیات کو سمجھے۔

(۲) فقہ کی ابتدائی کتب نورالایضاح، قدوری وغیرہ میں طلباء کو زیادہ تفصیلات میں نہ الجھائیں نفس کتاب کا مطلب اور معنی بتائیں۔

(۳) ہر باب اور فصل کے شروع میں طلباء کے ذہن میں کوئی ضابطہ اور قاعدہ ڈالدیں جس پر تمام جزئیات منطبق ہوسکیں۔

(۴) اساتذہ سبق پڑھانے سے پہلے اس سبق کو خود تیار کریں اور طالب علم کے لئے آسان کر کے بیان کریں کہ وہ سمجھ سکیں۔

(۵) طلباء سے سبق سنیں ہمارے اساتذہ تو ہر سہ ماہی امتحان کے لئے پوری کتاب سنتے تھے۔

(٦) استاد کو پڑھانے کے لئے وہی کتاب لینی چاہئے جو اس کو خوب اچھی طرح آتی ہو۔

(۷) بڑے اساتذہ چھوٹے اساتذہ کو کتاب پڑھانے کا طریقہ بھی سکھائیں۔

(۸) جس استاد کو کوئی سبق پڑھانے کے لئے دیا جائے صدر مدرس اس سے کتاب سن کر اندازہ کریں کہ وہ کتاب پڑھا سکتا ہے کہ نہیں۔

(۹) طلباء کا تقریری امتحان بھی لینا چاہئے اس سے ان کی استعداد کا پتہ لگتا ہے۔

(۱۰) فقہ پڑھانے والے استاد کو جدید معاملات سے بھی واقف ہونا چاہئے۔ اور وہ کتاب البیوع پڑھاتے ہوئے جدید معاملات سے اس کی مثالیں بھی دے۔

۴۔ **محترم جناب ڈاکٹر محمد الغزالی صاحب** نے تعلیم اور اس کے تقاضے کے

Marfat.com

موضوع پر بڑی سیر حاصل بحث فرمائی۔ معلم کی اہمیت، معلم کے لئے اسوہ رسول کو اپنانا اور طلباء اور اساتذہ کے درمیان تعلق اور طالب علم کی تربیت کے لئے استاد کو کیا طریقہ استعمال کرنا چاہئے اس بات کو بہت عمدگی سے بیان فرمایا ان کی تقریر اساتذہ وطلباء کے لئے انتہائی مفید ہے۔ جس کے چند نکات یہ ہیں۔

(۱) ہمیں اپنے پیشہ معلّمی کو سب سے افضل سمجھنا چاہیئے اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ معلّمی تو بادشاہت ہے میرے نزدیک معلم کے لئے اپنے پیشہ کو قیمتی سمجھنا شرط اول ہے۔

(۲) تدریب المعلمین کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر معاملہ میں ہمارا اسوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہو۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ اصول دیا کہ ہر آدمی کے اندر ایک متعلم اور معلم بالقوہ موجود ہے ہمیں اس کو ابھارنا ہے۔

(۴) ایک معلم کی ذمہ داری ہے کہ ہر شخص کی صلاحیت کو جانے اور اس کو ابھارے۔

(۵) میرے خیال میں اگر افراد کی اصلاح پر توجہ مرکوز کی جائے تو وہ کامیاب ہوگی ساتھ ہی جماعت کی تربیت بھی کی جائے۔

(۶) اللہ کے ساتھ طلباء کا تعلق قائم کیا جائے۔ طالب علم کا احترام کیا جائے اس کو اپنے سے افضل سمجھ کر پڑھایا جائے کہ استاد کے پیش نظر تو تنخواہ بھی ہوسکتی ہے لیکن طالب علم گھر بار چھوڑ کر صرف اللہ کے لئے دین سیکھنے آیا ہے۔

(۷) بہترین استاد وہ ہے جو اپنی کتاب کو آسان ترین الفاظ میں بیان کرے اور مثالیں دے کر طالب علم کے ذہن نشین کرادے۔

(۸) معلم طلباء کو ایک حد تک اپنے سے بے تکلف کرے تا کہ وہ اس سے کامل

Marfat.com

استفادہ کر سکیں۔ بے تکلفی سے عزت میں کمی نہیں آتی۔

۵۔ محترم جناب ڈاکٹر محمد یونس صاحب نے تعلیمی نفسیات اور تعلیمی جائزہ کے طور پر بہت عمدہ بحث کی آپ نے فرمایا:

کہ کسی بھی نظام تعلیم کے اندر چار اصطلاحات بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ ان میں سب سے پہلی چیز مقاصد، دوسری نصاب، تیسری طریقۂ تدریس اور چوتھی جائزہ ہے۔

کسی بھی معاشرے کے اندر جس وقت ہم نظام تعلیم کے ڈھانچے کی تشکیل کرتے ہیں سب سے پہلے جس چیز کو پیش نظر رکھتے ہیں وہ مقاصد ہیں۔ مقاصد کا تعین کیے بغیر ہم آگے نہیں چل سکتے قرآن حکیم کے اندر بھی اللہ رب العزت نے انسان کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ اب جس وقت ہم نے مقاصد کا تعین کر لیا کہ یہ مقاصد ہیں ہم کوئی نہ کوئی ایسا مواد ترتیب دیتے ہیں جو طلباء یا عوام یا سیکھنے والوں کو کتاب، مقالے یا تحریر کی شکل میں مہیا کیا جاتا ہے وہ نصاب ہے۔

پھر جو نصاب تجویز کیا گیا ہے چاہے تفسیر، حدیث، فقہ یا اصول فقہ کے بارے میں ہو یا اس کے علاوہ صرف، نحو، ادب جو کچھ بھی ہو انکو پڑھانے کے لئے آپ کوئی نہ کوئی طریقہ استعمال کرتے ہیں جس کے ذریعے ہم اپنی بات دوسروں تک پہنچاتے ہیں یہ طریقۂ تدریس ہے۔

جائزہ ہمیں بنیادی طور پر یہ بتاتا ہے جس مقاصد کا تعین کیا گیا تھا۔ اور جو نصاب سازی کی گئی تھی اور جو طریقۂ تدریس اس نصاب کو آگے منتقل کرنے کے

۱۹۱۵۵۱

Marfat.com

لئے بروئے کار لایا گیا تھا وہ کس حد تک کامیاب ہوا ہے قرآن حکیم کے اندر بھی جائزے کی بات کی گئی ہے سورۂ انبیاء میں ہے ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ﴾ نیز جائزہ میں یہ جاننے کی بھی کوشش کی جاتی ہے کہ ہمارے پاس جتنے وسائل تھے ان کو بروئے کار لاتے ہوئے نصاب کو ہم نے کس حد تک طلباء کے ذہنوں میں منتقل کیا ہے۔

۶۔ **مولانا محمد یوسف خان صاحب** نے محققانہ انداز تدریس کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

محققین تحقیق کی یہ تعریف فرماتے ہیں کہ کسی موضوع کے بارے میں آپ مطالعہ کریں تو ابتدائی سوچ سے لے کر اس کے نتیجہ حاصل ہونے تک دلائل وبراہین کے ساتھ آپ کسی چیز کو مدون کر کے پیش کریں تو اسکو تحقیق کہتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہ نے قرآنِ مجید کی آیت ﴿ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴾ الخ سورۂ نحل آیت نمبر ۶۸، ۶۹ کی تلاوت فرما کر اس بات کو ثابت کیا کہ جس طرح ایک شہد کی مکھی کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ تم گھر بناؤ پہاڑوں کے اوپر درختوں کے نیچے اور اونچی جگہوں میں گھر بن جانے کے بعد پھلوں سے رس چوسنے کا حکم دیا پھر فرمایا اپنے رب کے راستوں کی طرف چل پھر کیا ہوگا؟ پھر اس کے اندر سے میٹھا مشروب نکلے گا اسی میں لوگوں کے لئے شفا ہے، بالکل اسی طرح مدرس حضرات کا تعلق بھی علم بالوحی کے ساتھ ہے بلاواسطہ یا بالواسطہ جو کہ طلباء کو آپ پڑھاتے ہیں اسی طرح مطالعہ کرتے وقت بھی ہر جگہ منہ نہیں مارنا وہاں سے تلاش کرنا ہے جہاں سے کام کی چیز ملے، مطلب کی چیز ملے،

Marfat.com

مختلف جگہوں سے مطالعہ کرنے کے بعد اپنے رب کے بتائے ہوئے راستے پر چلے نفس کے راستے پر نہ چلے اور یہ جب ہوگا جب خشیت الٰہی ہو تعلق مع اللہ ہو اور پھر اس مدرس سے جو علم نکلے گا وہ اتنا پختہ اور مضبوط ہوگا کہ اس سے اختلاف پیدا نہیں ہوگا اتفاق پیدا ہوگا، اس سے دل جڑیں گے ٹوٹیں گے نہیں، عاجزی وانکساری پر مبنی ہوگا تکبر پر مبنی نہیں ہوگا، پھر اس مدرس کے اندر سے جو شہد نکلے گا اس میں تعصب کی بیماری کے لئے شفاء ہوگی اس میں انسانیت کی ناواقفیت اور جہالت کے لئے شفاء ہوگی۔

اس عنوان سے بسا اوقات یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ بڑے درجوں کے اساتذہ کے لئے ہے ابتدائی درجوں کے اساتذہ شاید اس عنوان کے تحت نہ آتے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سوچ ایک مدرس کو ناکام مدرس بنادیتی ہے، جب وہ اپنے آپ کو محققانہ اندازِ تدریس سے باہر نکالتا ہے کہ میں تو ابھی بنیادی کتب کا مدرس ہوں، حالانکہ اس مدرس کو بھی اس انداز کی ضرورت ہے۔

۷۔ **ڈاکٹر سعد صدیقی صاحب** نے وقت کی بہترین تنظیم کے تحت فرمایا:

کہ استاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ وقت کی اہمیت کو پہچانے اور اس کی بہترین تنظیم کرے آپ فرماتے ہیں:

ہر استاذ کو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ مجھے سبق اور نصاب اپنے اوقات اور نصاب کی سالانہ تنظیم کے اعتبار سے پڑھانا ہے نفسِ مضمون سے طالب علم کو آگاہ کرنا، اس کے ذہن اور فکر کی اس خطوط پر تربیت کرنی کہ کل کو جب وہ عملی زندگی میں آئے تو اوقات کی قدر و منزلت اور ان کی بہتر تقسیم کی اہمیت سے روشناس

Marfat.com

ہو۔ اور یہ تمام باتیں تب ہی آسکتی ہیں جب استاذ اپنے اوقات کو پوری تنظیم کے ساتھ اور پورے حسنِ تربیت کے ساتھ مرتب فرمائے۔

۸۔ **حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب اشرفی** نے اکابر اساتذہ کا طرز تدریس کے تحت بہت سے اکابرین کے انداز تدریس کو بیان فرمایا۔ مثلاً حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، مولانا ضیاء الحق صاحب، مولانا محمد عبیداللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور و دیگر اکابرین کے واقعات ذکر کرکے آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارے اسلاف ہمارے لئے نمونہ ہیں ہم اگر ان کے طرز کو اختیار کریں گے تو اپنے علوم کو بہتر طریقہ پر آگے منتقل کرسکیں گے۔

۹۔ **مولانا محمد اشرف علی صاحب** نے نعمت مدارس و اکابر سے تعلق اس عنوان کے تحت مدارس کی اہمیت وافادیت اور اکابرین سے تعلق کے کثیر فوائد گنوائے اور اس بات پر زور دیا کہ فی زمانہ دین اسلام کی بقاء وسلامتی کے لئے مدارس اور اکابر سے تعلق دونوں ہی اشد ضروری ہیں۔

۱۰۔ **ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی صاحب** نے

استاد و شاگرد کے مابین رابطہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ طالب علم کے لئے استاد سب سے زیادہ موثر ہوتا ہے اس لئے استاد کو سب سے پہلے اپنے اخلاق و عادات کو درست کرنا چاہئے کہ طالب علم پر اس کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ سب سے پہلے معلم تھے آپ کے اخلاق و عادات کا صحابہ پر گہرا

Marfat.com

اثر تھا۔ استاد کے لئے سب سے اہم طالب علم ہونا چاہیئے اس لئے اس کو طالب علم کو خوب اچھی طرح سمجھنا چاہیئے اور طالب علم کی سطح پر جا کر بات اس کو سمجھانی پڑے گی۔ کبھی طالب علم کی سطح بہت اونچی ہوتی ہے کبھی نیچی اگر استاذ و شاگرد میں رابطہ نہیں ہوگا تو علم پورے طور پر منتقل نہیں ہوگا چاہے استاد کتنا ہی ماہر فن کیوں نہ ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ طلباء کا اپنے اساتذہ اور اساتذہ کا اپنے طلباء سے درسگار کے علاوہ بھی رابطہ رہے تا کہ استفادہ وافادہ کامل ہو۔

یہ تو گذشتہ اجلاس کی ایک مختصر سی رویداد تھی جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی اور مدرسہ کا مختصر تعارف پیش کیا جس کی تفصیلات مطبوع شکل میں ادارہ سے آپ کو مل جائیں گی۔ ہمارے آج کے پروگرام میں جس کے دو سیشن ہیں پہلا اجلاس یہ شروع ہے جو ان شاء اللہ ڈیڑھ بجے تک جاری رہے گا۔ پھر ایک سے ڈھائی بجے تک کھانے اور نماز ظہر کا وقفہ ہے دوسرا اجلاس ان شاء اللہ بعد نماز ظہر شروع ہوگا۔

ہم نے اس مرتبہ تقریبا 50-60 مدارس کو خطوط لکھے اور ان سے درخواست کی کہ اپنے مدرسہ کے اساتذہ کو تدریب المعلمین پروگرام میں شرکت کے لئے دار العلوم بھیج دیجئے۔ الحمد للہ اکثر مدارس نے ہماری دعوت قبول فرمائی اور آج یہ اساتذہ یہاں موجود ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خلیل احمد تھانوی

خادم ادارہ اشرف التحقیق

دار العلوم الاسلامیہ لاہور

11-6-2010

Marfat.com

انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کا فروغ
اور
حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر ڈاکٹر محمود اختر صاحب
شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

تاریخ: 12/6/2010

بمقام: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، اقبال ٹاؤن لاہور

Marfat.com

Marfat.com

انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کا فروغ اور حدیث نبویؐ

اسلام کی آمد سے فکرانسانی کا رخ گمراہی اور جہالت سے ہدایت اور علم کی طرف مڑ گیا۔ انسانی اَقدار بدل گئیں۔ لوگوں کی سوچ کا انداز بدل گیا۔ اندھیروں کی جگہ ہدایت کی روشنی نے لے لی۔ قرآن مجید کے زیر اثر علم وحکمت کی ایک نئی تحریک نے جنم لیا۔ یہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ وہ عرب جو علم وحکمت کی طرف طبعی طور پر کوئی میلان نہیں رکھتے تھے، چند ہی برسوں میں لوگوں کو علم وحکمت سکھانے والے بن گئے قرآن مجید نے علم وحکمت کی بنیادیں فراہم کیں اور نبی کریم کی حکمت عملی کے تحت ایک ایسا دیر پا علمی انقلاب برپا ہوا کہ قرون وسطیٰ کے یورپ نے اس سے اثر قبول کیا اور مشرق ومغرب کے انصاف پسند محققین اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کی آمد علم وحکمت کے انقلاب کا آغاز تھا۔

قرآن مجید کی پہلی وحی کے پہلے الفاظ ''اقرا'' یعنی پڑھیئے ہیں۔ (العلق:۵-۱) سورۃ الانعام کی آیت نمبر 50 میں فرمایا: هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (جو علم رکھنے والے ہیں کیا وہ علم نہ رکھنے والوں کے برابر ہوا کرتے ہیں؟) قرآن مجید مختلف طریقوں سے غور وفکر کی تلقین کرتا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت 82 میں فرمایا: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرآنَ یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔ سورۃ محمد کی آیت نمبر 24 میں فرمایا: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟ وہ غور وفکر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ افلا تعقلون۔ افلا تتفکرون۔ افلا تذکرون ان فی ذالك لایت لقوم یعقلون۔ وہ

Marfat.com

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 179 میں غور وفکر نہ کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے جن کے دل ایسے ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں۔ جن کی آنکھیں ایسی ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں۔ جن کے کان ایسے ہیں کہ ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں بلکہ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ سورۃ یوسف کی آیت نمبر 105 میں فرمایا کہ کائنات میں ہماری کتنی ہی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں کہ ان نشانیوں کے پاس سے یہ لوگ گزرتے ہیں لیکن ان میں غور نہیں کرتے اور ان سے پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔ سورۃ الحج کی آیت نمبر 46 میں غور وفکر نہ کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید وہ پہلی کتاب ہے جس نے انسانی حواس کو استعمال میں لانے کا حکم فرمایا۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۶ میں فرمایا۔" تمہیں جس چیز کی حقیقت کا علم نہیں اس کے پیچھے مت چلو۔ بے شک تمہارے کانوں، تمہاری آنکھوں اور دلوں کے بارے میں تم سے مواخذہ کیا جائے گا۔ یعنی تم نے ان صلاحیتوں سے استفادہ کیا یا نہیں کیا؟ اللہ نے تمہیں یہ صلاحیتیں مثبت مقاصد کے لیے استعمال کرنے کو دی تھیں۔ تم نے انہیں استعمال کیا یا نہیں؟ اگر استعمال کیا تو کیا مثبت مقاصد کے لیے کیا یا منفی اور تخریبی مقاصد کے لیے؟ ان کے علاوہ 756 ایسی آیات ہیں جن کا موضوع غور وفکر ہے۔

قرآن پاک ن۔ظ۔ر مادہ سے انظروا۔ ینظرون۔تنظرون۔ الناظرین کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جس کا معنیٰ ماہرین نے غور وفکر اور بنظر غائر دیکھنا کیا ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں ۱۳۰ مرتبہ آیا ہے اور ۱۶ سے ۲۰ مرتبہ انفس وآفاق کے سیاق وسباق میں آیا ہے۔ اس کا معنیٰ تقلیب البصر والبصیرۃ

Marfat.com

لادرك الشئی ورو ئیته وقد یراد به التامل والفحص وقد یردابه المعرفه الحاصلة بعد الفحص۔(۱)

اس طرح ع۔ق۔ل مادہ سے بھی تعقلون اور یعقلون کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔۲۳ مرتبہ تعقلون اور بیس سے زائد مرتبہ یعقلون کے الفاظ آئے ہیں۔(۲) اس سلسلے میں قرآن تفکر۔ تذکر اور تدبر کے الفاظ بھی استعمال کرتا ہے۔ ان الفاظ کا استعمال سورۃ النحل کی آیات گیارہ تا تیرہ میں ہوا ہے۔ گیارہ نمبر میں یتفکرون، آیت نمبر بارہ کے آخر میں یعقلون اور آیت نمبر تیرہ کے آخر میں یذکرون کے الفاظ آئے ہیں۔ اس ترتیب کے بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں۔

> یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی جانب نزول ہے۔ یعنی اعلیٰ صفت یہ ہے کہ انسان کائنات میں غور کرے۔ یہ نہ ہو تو کم از کم عقل سے تو کام لے اور کائنات کی اشیاء اسے جس منزل کی جانب متوجہ کر رہی ہیں ان کی یاددہانی سے فائدہ اٹھائے۔(۳)

اسی سورۃ النحل میں آگے چل کر آیات ۶۵ تا ۶۷ میں اس موضوع سے متعلق تین الفاظ یَسْمَعُوْنَ (۶۵) یتفکرون (۶۶) یعقلون (۶۷) آئے ہیں۔ اس ترتیب کے بارے میں مولانا اصلاحی لکھتے ہیں:

> اس جگہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی جانب رجحان ہے کہ انسان کم از کم اتنا تو ہو کہ وہ معقول بات کو سنے اور سمجھنے کی کوشش کرے۔(۴)

نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں علم کا شوق اور اسے حاصل کرنے کا ایک ولولہ پیدا فرمایا۔ اس سلسلے میں حدیث کی کتابوں میں ''کتاب العلم'' کے عنوان سے لاتعداد فرامین موجود ہیں۔(۵) آپؐ

Marfat.com

نے صرف شوق علم پیدا کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس شوق کی تکمیل کے لیے عملی طور پر اہتمام بھی فرمایا۔(٦) آپؐ کی دی ہوئی تعلیمی حکمت عملی یقیناً آج بھی شرح خواندگی پڑھانے کی خواہش رکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپؐ نے مدینہ طیبہ میں صُفّہ کی شکل میں اقامتی درس گاہ کا تصور دیا۔ یہاں علماء کی ایک کھیپ تیار کی گئی ۔ نبی کریمؐ نے ان حضرات کو ہمہ وقت (Whole Time) طالب علم بنا کر اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دکھا کر انہیں علم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی فکری و عملی تربیت فرمائی ۔ جس علاقے میں بھی کچھ لوگ اسلام قبول کرتے وہاں معلّم صحابہؓ کو متعین کیا جاتا ۔ کیونکہ آپ کے نزدیک لوگوں کو جہالت سے نکال کر علم کی روشنی دکھانے میں اسلامی انقلاب کا راز چھپا ہوا تھا۔

آپؐ نے صُفّہ والوں کو ہمہ وقت طالب علم بنا کر ان میں ''حکمت'' کا جوہر پیدا فرمایا جس کے لیے آپؐ مبعوث ہوئے تھے۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 165 میں نبی کریم ﷺ کے فرائض چہارگانہ میں تلاوتِ کتاب ، تزکیہ نفس ، تعلیم کتاب اور حکمت ودانائی پیدا کرنا شامل ہے۔ اور سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 269 میں فرمایا یُوتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّوءْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ہ اللہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے اور جس شخص کو حکمت ودانائی عطا کی گئی اسے بہت سی بھلائی دی گئی اور صرف عقل مندی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے نُورِ نبوّت سے براہِ راست روشنی حاصل کی اور ان کے دلوں میں بھی نُورِ نبوّت کا عکس اور تاثیر پیدا ہوئی ۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ میں اطاعتِ حکم کا جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں وہ خصوصی ملکہ پیدا کیا جس کی موجودگی میں ہی انسان صحیح طور پر دین کی روح اور حقیقت کو جان سکتا ہے جسے شرعی اصطلاح میں حکمت کہتے ہیں۔ آپؐ نے ان حضرات میں

Marfat.com

علوم نقلیہ سے آگاہی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ حکمت کی موجودگی میں ان سے استفادہ کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دی۔ آپ کی تربیت کے نتیجے میں صحابہؓ میں نگاہِ دُور رَس پیدا ہوئی۔ اسی کے زیر اثر ان لوگوں میں مستقبل کے حالات کی پیش بینی کی صلاحیت پیدا ہوئی۔ اسی تربیت کا اثر تھا کہ مجلس نبوی کے تربیت یافتہ لوگ عظیم سپہ سالار بھی بنے۔ علم وحکمت کے امام بھی بنے۔ قاضی اور قانون دان بھی بنے اور انتظامی امور کے ماہر بھی۔ اسی مجلس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے تربیت پائی جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہمہ جہت صلاحیتوں کے مالک بنے۔ نبی کریمؐ نے ان لوگوں کی باطنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا نبی کریم صلعم نے ارشاد فرمایا۔

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْحَکِیْمِ حَیْثُمَا وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا۔ (۷)

دانائی کی بات ایک دانا کی گم شدہ چیز ہوتی ہے جہاں کہیں سے وہ اپنی اس گم شدہ چیز کو پائے اسے دوبارہ حاصل کرنے کا وہ سب سے زیادہ حقدار ہے۔

حکمت کیا چیز ہے؟ اس کی وضاحت علماء نے کی ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں۔ حکمت، علم اور عقل کے ذریعے سچی اور صحیح بات تک پہنچنا ہے۔ جب حکمت کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد چیزوں کو جاننا اور ان میں کمال اور خوبی پیدا کرنا ہے اور اگر اس کی نسبت انسانوں کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے موجودات کو جاننا اور اچھی باتوں کو اختیار کرنا (۸)

ابن جریر طبری نے اقوال نقل کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کی آیات کی جانب سے عطا شدہ ایک نور ہوتا ہے۔ (۹)

علامہ ابن جریر طبری نے اقوال نقل کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی آیات سے نفع اٹھانے کی استعداد کا نام حکمت ہے اور یہ انسان کو اللہ کی طرف سے عطا شدہ ہوتی ہے۔ (۱۰) یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکمت بہترین چیز کو بہترین علم کے ذریعے حاصل کرنے کا نام ہے۔ (۱۱)

علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ حکمت پختہ اور صحیح بات کو کہتے ہیں۔ حکمت ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو حق کو واضح کرتی اور شبہات کو دور کرتی ہے۔ (۱۲)

مولانا مودودیؒ حکمت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ اس سے مراد صحیح بصیرت اور صحیح قوت فیصلہ ہے۔ (۱۳) مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کسی عمل یا قول کو اس کے تمام اوصاف کے ساتھ مکمل کرنا اور چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنا حکمت کہلاتا ہے۔ (۱۴) ان سب اقوال میں حکمت کی حقیقت کا ذکر مفکرین نے اپنے اپنے انداز سے فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں سید سلمان ندوی نے بڑی جامع بات کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ حکمت عقل وفہم کی اس کامل ترین حقیقت کا نام ہے جس سے صحیح وغلط، ثواب وخطا، حق اور باطل اور خیر وشر کے درمیان تمیز و فیصلہ غور وفکر، دلیل و برہان اور تجربہ واستقراء کی بنیاد پر نہیں بلکہ منکشفانہ طور پر ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اشیاء کی اصل حقیقت کو جان لینا حکمت کہلاتا ہے۔ (۱۵)

نبی کریم ﷺ نے لوگوں میں حقائق تک پہنچنے کی صلاحیت اور استعداد پیدا فرمائی لوگوں کو اس بات کا خوگر بنایا کہ وہ کسی بھی مسئلے کی تہہ تک رسائی حاصل کریں اور ان کی حقیقت کو جانیں۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں دعائیں تلقین فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقت اشیاء کا علم عطا فرمائے۔ چند دعائیں ملاحظہ ہوں۔

(1) اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا فَاَتْبَعَہٗ (۱۶)

اے اللہ تو مجھے حق کو بطور حق کے سکھا دے اور پھر مجھے اس پر چلا دے۔

Marfat.com

(2) اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الدُّنْیَا کَمَا تُرِیْھَا الصَّالِحِیْنَ۔

(۱۷)

اے اللہ تو مجھے دنیا کی اشیاء کی حقیقت اس طرح دکھا دے جیسے تو نے اپنے نیک بندوں کو دکھائی۔

(3) اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الدُّنْیَا کَمَا تُرِیْھَا صَالِحُ عِبَادَکَ(۱۸)

اے اللہ تو مجھے دنیا کی حقیقت اس طرح دکھا دے جس طرح تو نے اپنے نیک بندوں پر اس کی حقیقت واضح فرمائی۔

ڈاکٹر رفیع الدین نے اپنی کتاب میں یہ دعا ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقّاً وَّرْزُقْنَا اِتِّبَاعَہ' وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّرْزُقْنَا اجْتِنَابَہ' (۱۹) اے اللہ ہمیں حق بطور حق کے دکھا دے اور اس پر چلے اور ہمیں باطل کی حقیقت بھی دکھا دے اور اس سے اجتناب کرنے کی صلاحیت بھی عطا فرما۔

علمی وفکری ارتقاء اور تخلیق وتحقیق کا کام اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب محقق یقینی معلومات، حقائق اور حتمی علم کی بنیاد پر پورے اعتماد کے ساتھ غور وفکر کرے۔ اس حوالے سے قرآن حکیم ایک بنیادی اصول دیتا ہے کہ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (النجم:۲۸) یعنی گمان اور ظن وتخمین وہاں کچھ کام نہیں آتا جہاں پر یقین چاہیے۔ اسی شک وارتیاب کے بارے میں قرآن نے اصول دیا کہ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (البقرہ:۱۴۷) تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔ ان آیات کا تعلق اگر چہ خالص دینی پہلو سے ہے لیکن ایک مسلمان کے رویے کے ساتھ بھی ان آیات کا تعلق ہے کہ یہی رویہ اسے عام زندگی میں بھی اختیار کرنا چاہیے کہ وہ کسی غیر مصدقہ، غیر حتمی بات پر یقین نہ کریں۔ قرآن مجید کی سورۃ

Marfat.com

الحجرات کی آیت ٦ میں اسی بات کا تذکرہ ہے کہ یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآئَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا (اگر کوئی نا قابل اعتبار شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی صداقت کی تحقیق کر لیا کرو)

اس کے ساتھ یہ حکم بھی ملا لیا جائے کہ پورے اعتماد اور یکسوئی کے ساتھ تحقیق کی جائے۔ تردد اور بے یقینی کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اگر ہم اپنی تحقیقات کی بنیاد غیر مصدقہ معلومات اور غیر صحیح اعداد و شمار پر رکھیں گے تو ہماری تحقیق کے نتائج بھی جعلی اور بوگس ہوں گے۔

جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں کہ اسلام کس طرح تخلیق و تحقیق کو فروغ دیتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات بھی علمی تخلیق و تحقیق میں بڑی ممد و معاون ثابت ہوئی ہیں۔ مثلاً سچائی اور حقیقت کو حاصل کرنے کی لگن مسلمانوں کی سرشت میں شامل ہے۔ یہ جذبہ نبی کریمؐ نے لوگوں میں پیدا کیا۔ ایک طرف صداقت ہو دوسری جانب باطل اور جھوٹ، تو مسلمان کی مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ حق و صداقت کو قبول بھی کرے اور اس کا ساتھ دے۔ صبر و تحمل کے بارے میں بھی رابرٹ بریفالٹ نے تسلیم کیا ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو صبر کی جو تعلیم دی تھی اس کے نتیجے میں وہ سائنسی تجربات کے صبر آزما مرحلے میں قرنِ اول میں اپنی تجربہ گاہوں میں کئی کئی برسوں تک تجربات میں مصروف رہتے۔ (19a) سچ بولنا بھی کسی محقق کے لیے ضروری ہے، دل کی پاکیزگی اور تقویٰ کسی بھی محقق کے لیے ناگزیر ہیں۔ سائنس دان اگر اپنی تجربہ گاہ میں اپنے تجربات کے نتائج سچ سچ بتائے گا تو تبھی حقیقی سائنس معرضِ وجود میں آئے گی۔ کسی محقق کے لیے علمی و فکری طور پر بے تعصب ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر تعصبات میں غرق ہو کر تحقیقات کی جائیں تو وہ جانبدارانہ اور غیر حقیقی تحقیقات ہوں گی۔ مسلمان محققین کے بارے میں

Marfat.com

تفصیلات موجود ہیں کہ ان کا اللہ پر توکل اور پختہ یقین نے بھی علوم میں ترقی کے لیے بڑا کردار ادا کیا۔ ابن سینا، ابن الہشیم، البیرونی اور ابنِ رشد کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں۔

تخلیق و تحقیق کے کام میں استقرائی طریق تحقیق اسلام نے متعارف کروایا۔ اس طریقِ تحقیق کو ابتدائی دور کے مسلمانون نے اختیار کیا اور اتنی تیزی سے تحقیقات کو فروغ دیا کہ دنیا حیرت میں پڑ گئی۔ انہی حقائق کی بنیاد پر علامہ اقبال لکھتے ہیں۔

یہ آپ ﷺ ہی کا وجود ہے کہ زندگی پر علم وحکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس زندگی کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے۔ لہذا اسلام کا ظہور استقرائی عقل کا ظہور ہے۔ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس کے شعور ذات کی تکمیل ہوگی تو اسی طرح کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔ (۲۰) اسلام نے انسانیت کو ان خطوط پر چلا دیا جن پر چل کر جمود و تعطل نہ تھا بلکہ ارتقاء وارتفاع ہی تھا۔

اقبال کہتے ہیں کہ اسلام نے موروثی بادشاہت اور دینی پیشوائی کو اسی لیے تسلیم نہیں کیا کہ ان میں انسانی زندگی کا فکری ارتقاء نہیں ہوتا۔ اسلام نے بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا یا فطرت اور تاریخ میں غور کر کے ان سے راہنمائی حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ اس میں یہی نقطہ کارفرما ہے کہ انسان کو جو وسائل اور صلاحیتیں اللہ نے عطا کر رکھی ہیں انہیں کام میں لائے تاکہ اس کے قوائے فکر و عمل بیدار ہوں۔ (۲۱)

علامہ اقبال کے نقطہ نگاہ کا خلاصہ یہ ہے کہ وحی کے ذریعے ہر قدم پر چلنے پر ہدایت اب ختم نبوت کی وجہ سے کامل ہو چکی۔ اب حضور اکرمؐ کی ختم نبوت کے

Marfat.com

نتیجے میں وحی کی روشنی میں انسان صلاحیتوں کو استعمال میں لائے۔ ان صلاحیتوں کو جلا دے۔ اس طرح انسانی فکر کے ارتقاء کا ایک ابدی انتظام کر دیا گیا ہے۔(۲۲)

صحابہؓ کی فکری تربیت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ اپنی گفتگو میں ایسا انداز اپناتے کہ لوگ آپؐ کے فرمودات میں غور فکر کرتے آپؐ ایسا پیرایہ اختیار فرماتے کہ لوگ محض ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہی نہ رہتے بلکہ اگر کہیں کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ آپؐ سے وضاحت کی درخواست کرتے۔ دوران سبق سوال کو نہ صرف آج کے طریق تدریس میں بنیادی اہمیت حاصل ہے بلکہ آپؐ نے فرمایا حُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ احسن طریقے سے سوال کرنے میں آدھا علم ہے (۲۳): نبی کریم ﷺ صحابہؓ سے سوال کرتے۔ انہیں سوچنے کا موقع دیتے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ صحابہ کرامؓ خود ہی درخواست کر دیتے کہ اللہ کے نبی ﷺ ہی اس سوال کے حقیقی جواب سے آگاہ ہیں اس لئے آپ ہی اس کا جواب مرحمت فرمادیں۔ اس ضمن میں ایک حدیث مبارکہ امام بخاری نے ''باب الفہم فی العلم'' کے عنوان کے تحت پیش کی ہے۔ یہ عنوان قائم کرنے سے امام صاحب یہ اشارہ دے رہے ہیں کہ علم محض رٹنا ہی نہیں بلکہ اس میں فہم و ادراک بھی حاصل کرنا چاہیے۔ حدیث اس طرح سے ہے:

''نبی کریم صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی مثال وہی درخت ہے۔ مجھے بتلاؤ کہ وہ درخت کون سا ہے؟ آپؐ کا یہ سوال سن کر لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔ عبداللہ ابن دینار (جو اس روایت کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں آیا کہ یہ درخت کھجور کا درخت ہے مگر (حضورؐ کی مجلس کے آداب اور آپؐ کے سامنے ایک ظن اور گمان کی بنیاد پر زبان کھولنے سے) میں جھجکا اور اپنی

Marfat.com

بات نہ کہہ پایا۔ آخر صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے کہا کہ آپؐ خود ہی ارشاد فرمائیں۔ کہ وہ درخت کون سا ہے؟ آپؐ نے" فرمایا وہ درخت کھجور کا ہے۔" (۲۴) اس کی مثال وہ حدیث مبارکہ بھی ہے جس میں آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ مفلس کس شخص کو کہا جاتا ہے؟ یہاں صحابہ نے آپؐ کے سوال کا جواب دیا کہ مفلس وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں۔ آپؐ نے پھر مفلس شخص کی خود وضاحت فرمائی کہ یہ ایسا شخص ہے جس نے نیکیاں کی ہوں گی لیکن لوگوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے اذیت دی ہوگی۔ ان کے حقوق مارے ہوں گے۔ اس اذیت اور حقوق کی پامالی کے عوض میں اس کی نیکیاں چھین کر حقداروں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔ یہ شخص نیکیاں کرنے کے باوجود خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ (۲۵)

احادیث نبوی سے لا تعداد ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ آپؐ سننے والوں کو سوچنے کا موقع فراہم کرتے۔ اس سے صحابہ کرامؓ میں ایک خاص ملکہ پیدا ہوگیا۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 164 میں آپؐ کے فرائض چہارگانہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ لوگوں میں حکمت و دانائی کا ملکہ پیدا فرماتے ہیں۔ آپؐ نے محض باتیں رٹ لینے کا رجحان ہی پیدا نہیں فرمایا بلکہ ان میں پوشیدہ فہم و فراست کو بھی اجاگر کیا۔ یہ آپؐ کی پیدا کردہ صلاحیتوں کا اثر تھا کہ صحابہ کرامؓ میں بہت سی ایسی شخصیات پیدا ہوگئیں جو فہم و فراست اور دیگر انسانی صلاحیتوں کی معراج کو چھونے والی ہستیاں تھیں۔

آپؐ نے لوگوں میں ایک خاص صلاحیت پیدا فرمادی کہ وہ بتائی ہوئی بات کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں۔ اس حوالے سے امام مالک فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْعِلْمَ لَیْسَ بِکَثْرَۃِ الرِّوَاۃِ وَاِنَّمَا عِلْمُ نُوْر
یَجْعَلِ اللّٰہُ فِی الْقَلْبِ (۲۶)

Marfat.com

بے شک بکثرت روایت کرنے کا نام علم نہیں بلکہ یہ تو ایسا نور وصلاحیت ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں پیدا کرتا ہے)۔ گویا آپؒ نے یہ تصور دیا کہ چیزوں کو رٹنا اور معلومات کا خزانہ بن جانا علم نہیں بلکہ اس پر غور وفکر کرنا اور سنی ہوئی بات کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا علم کا اصل مقصد ہے۔ قراّء کا قول ہے دو آدمیوں پر مجھے بڑا رحم آتا ہے۔ ایک اس پر جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مگر سمجھ نہیں رکھتا (اس میں ذہانت نہیں ہے یا ذہانت ہے لیکن اسے استعمال نہیں کرتا) دوسرے اس شخص پر رحم آتا ہے جو سمجھ رکھتا ہے مگر علم حاصل نہیں کرتا۔ 26-(a)

دور حاضر میں یورپ کے نظام تعلیم کی تعریف اس بنا پر بھی کی جاتی ہے کہ اس میں مختلف طریقوں سے بچوں میں ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کر کے ان صلاحیتوں کی نشوونما طریق تفہیم وتدریس سے کی جاتی ہے اور اسکے مقابلے میں مسلمانوں کے نظام تعلیم کا یہ نقص ہے کہ یہاں محض چیزوں کے رٹنے پر زور دیا جاتا ہے۔ طلبہ کے امتحان کا معیار ان کی قوت حافظہ بنائی جاتی ہے نہ کہ ان کی تخلیقی استعداد۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ میں ''امثال'' بھی استعمال ہوئی ہیں۔ اَمثال الحدیث جہاں قرآن اور حدیث کے ادبی شاہکار ہیں وہاں تفہیم مسائل میں بھی ان کی اپنی الگ اہمیت ہے۔ جب کسی مسئلے کی مختلف جہتوں کو سمجھانا مقصود ہوتا ہے وہاں اس مسئلے اور واقعے کیلئے کوئی مثال جس سے قاری واقف ہوتا ہے بیان کر دی جاتی ہے۔ اس مثال کی مختلف جہتوں پر غور کر کے قاری پیش نظر مسئلے کی تمام جہتوں کو بھی سمجھ لیتا ہے۔ عقل وفہم کو جلاء دینے میں امثال بھی اپنی اہمیت رکھتی ہیں۔ قرآن مجید کے تنتالیس مقامات پر امثال پیش کی گئی ہیں۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر 17، سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر 26 (b)۔26، سورۃ النور کی آیت نمبر ,400

Marfat.com

35, 39، البقرہ 261, 265, 266 کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ مسلمان فقہا نے نصوص سے استنباطِ مسائل کیلئے قیاس کا جو طریق کار اختیار کیا اسے دورِ حاضر کی اصطلاح سائنسی طریقِ کار (Scientic Method) سے بالکل مماثل طریقہ کہا جا سکتا ہے۔

موجودہ دور میں تمام سائنسی ترقی بلکہ سماجی علوم کی ترقی اسی طریق پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔ سائنسی طریقِ کار یہ ہے کہ کسی چیز یا کسی پیش آمدہ مسئلہ کے بارے میں ابتداء میں مختلف آراء اور ظن وتخمین کی بنیاد پر مختلف مفروضے سامنے آتے ہیں ان میں سے کوئی ایک مفروضہ درست ہو سکتا ہے۔ درست بات معلوم کرنے کیلئے تحقیق کا ایک طریقہ اختیار کیا جاتا ہے سب سے پہلے اس مسئلے کے بارے میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کائنات میں کارفرما اصولوں کی روشنی میں اس مسئلے کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس جیسے اس سے پہلے رونما ہونے والے مسائل یا اشیاء پر اسے قیاس کیا جاتا ہے۔ اس موجودہ مسئلے اور اس سے پہلے موجود مسئلے کے مشترک پہلوؤں کا جائزہ لے کر پیش آمدہ مسئلے پر ایک حتمی رائے قائم کی جاتی ہے اگر اس حتمی رائے پر عمومی اتفاقِ رائے ہو جاتا ہے تو اس نتیجہ، تحقیق کو اصول کا درجہ دے کر لوگوں میں عام کر دیا جاتا ہے۔ فقہائے کرام بھی بالکل یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں(c)-26 مقیس، مقیس علیہ، اصل 'فرع' عِلّت اور قیاس کے اصول درحقیقت دورِ حاضر کی اصطلاح'' سائنسی طریقِ کار سے بہت حد تک مماثل ہیں، فرق اس قدر ہے کہ فقہا کی فکری جدوجہد کا میدان افکار و مسائل ہوتے ہیں جبکہ سائنس دان کا میدان مادیات ہوتی ہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیمات سائنسی طریقِ کار کی بنیاد ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف ایجوکیشن میں Tauder اور Collette نے

Marfat.com

سائنسی طریق کار کے بارے میں لکھا ہے کہ سائنسی طریقِ کار کا تقاضا ہے کہ کسی مسئلے کے بارے میں خالص اور بے لاگ تحقیق کے دوران کھلے دل سے کسی بھی اعتبار سے اپنے پہلے سے موجود کسی نظریے کے بارے میں بے تعصب ہو کر تحقیق کی جائے۔ ہم مختلف معاملات میں شروع سے ہی ذہن میں کچھ عقائد و خیال ذہن میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحقیق کے دوران فیصلے کرتے وقت ہم اس طرح کے خیالات کو ذہن میں ہرگز جگہ نہ دیں۔ وہ طالب علم کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ Cause اور Effect کے باہمی تعلق کو ذہن میں رکھیں۔ مذکورہ صدر سکالرز طالب علم کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ حقائق کی بنیاد پر فیصلے کریں اور اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ جن باتوں اور اپنے نظریات کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی اور وہ ویسے ہی ان کے ذہن میں بیٹھے ہوتے ہیں ان پر تنقید کریں اور ان کا انکار کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔ مذکورہ سکالرز طالب علم کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ احتیاط سے کی گئی تحقیقات کے بعد ہی فیصلے کریں۔ وہ کسی پر تنقید کریں لیکن اس میں بے شک گستاخی کا پہلو اختیار نہ کریں۔ طالب علم اپنا ذہن کھلا رکھے اور نئے شواہد اور نتائج کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کریں اپنی رائے کے خلاف اگر کوئی بات ملتی ہے تو اسے قبول کرنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔ معروضی تحقیق (Objective Research) سائنسی طریق کار کا حصہ ہے۔ اس کا مطلب ہے اپنے ذاتی خیالات اپنی ذاتی پسند و ناپسند، تعصب اپنی خواہشات سے متاثر ہوئے بغیر کھلے دل سے حقائق کی بنیاد پر نئی بات کو قبول کر لینا۔(d)-26

یہ بات اسلام ہی کی تعلیم Selfishness اور وسعتِ قلبی، وسعتِ نظری، رواداری کی تعلیمات کی موجودگی میں ممکن ہو سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس بات کو تکبر قرار دیا کہ

Marfat.com

کسی کی درست بات کا اس لئے انکار کر دینا کہ تم اپنے رب کو اس سے برتر سمجھتے ہو یا اس کے بارے میں تعصب کا شکار ہو۔ اس کی مثال یہود ہیں کہ جنہیں یہ معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ سچے نبی ہیں لیکن انہوں نے اسلام کا محض اس لئے انکار کر دیا کہ وہ تعصب کا شکار تھے۔

علم کا بنیادی مقصد انسان کو فائدہ پہنچانا اور اسے سہولیات اور راہنمائی مہیا کرنا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے علم نافع کا تصور دیا۔ گویا آج کے دور کی طرح ''بے مقصد علم'' اور ''تعلیمی بے مقصدیت'' کی حوصلہ شکنی فرمائی۔ آپؐ نے یہ دعائیں ارشاد فرمائیں۔

(1) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ (۲۷) اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو جو نفع بخش نہ ہو۔

(2) سَلُوْا اللهَ عِلْمًا نَافِعًا وَتَعَوَّذُبِاللهِ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ (۲۸) اللہ تعالیٰ سے نفع بخش علم کا سوال کرو اور اس علم سے پناہ مانگ جو
نفع بخش نہیں ہے۔

(3) حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا۔
اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بدتر شخص وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ
کیا جائے۔ (۲۹)

اس کے برعکس آپ نے یہ دعا تلقین فرمائی۔ (ا) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا۔ (۳۰)

اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم کا سوال کرتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا

Marfat.com

عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ بِمَا یَنْفَعُنِیْ۔(۳۱)

اے اللہ جو علم تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس سے تو مجھے نفع عطا فرما اور مجھے ایسا علم عطا فرما جو مجھے نفع بخشے۔

نبی کریم ﷺ نے اس حوالے سے فرمایا کہ "تم جو علم حاصل کرتے ہو تو دیکھ لو کہ تم کس سے علم حاصل کر رہے ہو"(۳۲) گویا کسی جاہل اور نفس پرست عالم کے ہتھے تو نہیں چڑھ رہے۔ اسی طرح یہ بھی دیکھ لو کہ جو علم حاصل کر رہے ہو وہ کیا ہے۔(۳۳) علم کے نام پر کہیں منفی علوم تو حاصل نہیں کر رہے۔

گویا یہاں بھی محض چیزوں کو رٹنے کی بجائے پڑھی ہوئی چیز اور مسائل و ضروریات زمانہ میں مطابقت پیدا کرنے اور علم کو مفید بنانے کے لیے تحقیق اور حالات کا جائزہ لینے (Survey) کی ضرورت پیش آئے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی فکر کے جمود کا خاتمہ فرمایا۔ آپؐ کے فرامین کا اگر جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ انسانوں کی صلاحیتوں کو ترقی دینے کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپؐ نے انسانوں کو ہمیشہ بہتری کی راہ پر گامزن رکھنے کے لیے فرمایا کہ قیامت کے دن ابن آدم کو قدم اٹھانے کی اجازت نہ ہوگی جب تک کہ وہ پانچ باتوں کے بارے میں جواب نہیں دے لے گا۔ پانچ باتیں یہ ہیں کہ وہ بتلائے کہ اس نے اپنی زندگی کس طرح گزاری۔ اس نے اپنی جوانی کہاں گزاری۔ اس نے جو مال کمایا وہ کہاں سے اور کیسے کمایا اور پھر اسے کہاں اور کیسے خرچ کیا۔ پانچویں بات یہ کہ اس نے جو علم حاصل کیا اس پر عمل بھی کیا کہ نہیں؟(۳۴) یہ بات درحقیقت انسانی زندگی کو متحرک رکھتی ہے۔ اسے جمود سے بچاتی ہے سستی اور کاہلی سے روکتی ہے۔ سماجی علوم (Social Science) ہوں یا طبعی علوم (Natural Science) ترقی کے لیے یہ بات ناگزیر ہے کہ لوگوں

Marfat.com

میں تخلیقی صلاحیت موجود ہو وہ سوچنے اور غور وفکر کرنے کے عادی ہوں۔ کند ذہن، صلاحیتوں سے عاری معاشرہ کبھی کسی بھی شعبے میں ترقی نہیں کرسکتا۔

اس حوالے سے نبی کریمؐ نے جو معاشرہ قائم کیا اس کی ذہنی بیداری کا ایک پہلو حدیث میں یوں بیان کیا گیا کہ آپؐ نے فرمایا۔ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ۔ (۳۵) کہ مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کے عطا کردہ خصوصی نور سے دیکھتا ہے۔(۳۶) گویا ایک مومن کی زندگی قرآن کی آیت کریمہ کا عملی نقشہ ہوتی ہے کہ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْھَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا (۳۷) کہ مومن وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کی نشانیاں ذکر کی جاتی ہیں تو وہ اندھے اور بہرے ہو کر گر نہیں پڑتے (بلکہ ان میں غور وفکر کرتے ہیں)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف کتاب وسنت کی تعلیمات لوگوں تک پہنچائی ہی نہیں بلکہ لوگوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بھی بخشی۔ آپؐ نے لوگوں کو ان کے اندر خوابیدہ صلاحیتوں سے آگاہ بھی فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ کَمَعَادِنِ الْفِضَّةِ وَالذَّھَبِ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّةِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ (۳۸) لوگ کانوں (معاونؔ) کی مانند ہوتے ہیں جیسے سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں جو لوگ ایام جاہلیت میں بہتر ہوتے ہیں وہ اسلام لانے کے بعد بھی بہتر ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے کوئی بھی چیز مجھ سے سنی اور اسے دوسرے تک پہنچا دیا کیونکہ کئی دفعہ جسے بات پہنچائی جائے وہ سامع سے زیادہ ذہین ہوتا ہے۔(۳۹)

اسی طرح کی ایک اور حدیث مبارکہ یوں بھی ہے:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے جس نے مجھ سے کوئی حدیث سنی اور اس کی حفاظت کی یہاں تک کہ اسے دوسرے تک پہنچا دیا کیونکہ بہت سے ایسے لوگ جو سمجھ کی بات اپنے سے زیادہ سمجھدار کو سنا دیں گے اور بہت سے فقہ کو اٹھانے والے ایسے ہیں جو فقیہہ نہیں ہیں۔(۴۰) اس موضوع پر امام بخاریؒ نے ایک مستقل باب باندھا ہے۔ اس باب کا عنوان باب الاغتیاط فی العِلْم وَالحِکْمَةِ۔ یعنی علم اور دانائی کی بات حاصل کرنے میں باہم رشک کرنا۔ اس باب میں امام بخاری نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن میں حصول علم میں مسابقت کی روش اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس ضمن میں وہ مشہور حدیث بھی منقول ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ''دو بندوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ جسے اللہ نے دولت عطا کی اور وہ اسے نیک کاموں میں صرف کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت و دانائی عطا کی اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔(۴۱) اسی ضمن میں انہوں نے حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ تفقھوا قبل ان تسودو۔(۴۲)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن بنیادی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جن کی بنیاد پر وہ حیوانوں سے جدا ہوتا ہے وہ عقل ہے۔ عقل، اللہ تعالیٰ کی جانب سے بڑا عطیہ ہے۔ اسی لیے قرآن و حدیث میں اسے استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام اور عقل کا باہم کس قدر تعلق ہے؟ اس سلسلے میں متوازن نقطہ نگاہ یہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو عقل کو استعمال میں لانے کی ترغیب بھی دیتا ہے اور حکم بھی دیتا ہے۔ ایسا نہ کرنے والوں کی مذمت کرتا اور انہیں جانوروں سے گئی گزری مخلوق قرار دیتا ہے۔ لیکن عقل کا یہ استعمال ''مادر پدر آزاد استعمال'' نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت میں بنیادی اصول وضوابط دے دیئے گئے ہیں کہ ان ضوابط کی اتباع

Marfat.com

کرتے ہوئے قرآن وسنت کے اصولوں کو عقل اور اجتہاد کی بنیاد پر ہر زمانے کے مسائل کے حل کے لیے منطبق کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسلامی قواعد وضوابط اور نصوص پر عقل ہی کی بنیاد پر غور وفکر ہوتا ہے، جسے اجتہاد اور قیاس کہتے ہیں۔ اسی اجتہاد کی بنیاد پر اسلام کے بارے میں ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اسلام رہتی دنیا تک کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمت کو استعمال میں لانے کا حکم فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے بارے میں دعا فرمائی کہ

اللھم فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ۔ (۴۳) ''اے اللہ انہیں دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما''۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ رہتی دنیا تک لوگ قرآن مجید میں غور وفکر اور اس میں غوطہ زنی کرتے رہیں گے۔ وہ قرآن کے اسرار تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے لیکن قرآن کے اسرار ختم نہیں ہوں گے۔ (۴۴)

گویا ایک طرف آپؐ لوگوں کی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش فرماتے۔ ان کی صلاحیتوں میں نکھار اور وسعت پیدا کرنے کی دعائیں فرماتے۔ انہیں صلاحیتوں کو بہتر سے بہتر بنانے کی راہیں بتلاتے اور ساتھ ہی لوگوں کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔ مثلاً حضرت معاذ ابن جبلؓ سے جب پوچھا کہ اگر پیش آمدہ مسئلہ میں تمہیں کتاب وسنت سے جواب نہ ملے تو کیا کرو گے؟ انہوں نے فرمایا کہ پھر میں اپنی عقل اور رائے کو کام میں لاؤں گا۔ اس پر نبی کریمؐ نے انہیں تھپکی دی۔ (۴۵)

احادیث میں عقل کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے اس کے حوالے سے یہ

Marfat.com

دیکھنا ضروری ہے کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے عقل کا معنی و مفہوم کیا ہے؟

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں اس کے چار معانی بیان کیے ہیں۔

ا۔ عقل سے مراد وہ صفت ہے جس کے باعث انسان چوپایوں اور جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے یہ وہ صلاحیت ہے جس کے باعث نظری علوم اور افکار کی دنیا میں سوچنے اور غور وفکر کا کام کیا جاتا ہے۔ عقل ایک قوت ہے جس سے آدمی علوم نظری کے ادراک کے لیے تیار ہوتا ہے۔ عقل ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے جس کے باعث آدمی کسی چیز کا درست ادراک کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

امام غزالی نے عقل کا دوسرا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ علوم ہیں جن کے ذریعے جائز چیزوں کے جائز ہونے اور محال چیزوں کے محال ہونے کا علم حاصل ہوتا ہے مثلاً اس چیز کا علم کہ ایک کا عدد دو سے چھوٹا ہوتا ہے اور ایک شخص کا ایک ہی وقت میں دو جگہوں پر رہنا محال ہوتا ہے۔

تیسرا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ علوم ہیں جو روز مرہ کے حالات دیکھنے اور تجربات حاصل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ گویا تجربات کے نتیجے میں جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ علوم عقلیہ کا حصہ ہوتے ہیں۔ چوتھا معنی یہ ہے کہ اس سے مراد وہ طبعی قوت ہے کہ مختلف امور صحیح طور پر جاننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ جو خواہش ایک وقت میں اس کے لیے لذت کا باعث بن سکتی ہے اسے دبا دیا جائے اور مختلف امور سے اس طرح نمٹا جائے اور انہیں اس انداز سے سرانجام دیا جائے کہ جس طرح سرانجام دینا وقت اور مصلحت کا تقاضا ہو۔ ظاہری اور وقتی خواہشات کی بجائے مستقل اور دور رس مصلحت کو ملحوظ رکھا جائے۔ اگر یہ صلاحیت کسی میں پیدا ہو جائے تو اسے عاقل کہا جائے گا۔ (۴۶)

قرآن مجید کی مختلف آیات میں امم سابقہ کے حالات بیان کرنے یا

Marfat.com

عبرت آموز واقعات بیان کرنے کے بعد غور وفکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۳ میں فرمایا۔ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (چاہیے کہ ان میں سے تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے) اسی طرح سورۃ الحشر کی آیت نمبر 2 میں فرمایا ''فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔'' (اے بصیرت کی آنکھیں رکھنے والو نصیحت پکڑو) اسی مفہوم سے متعلق سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 13 میں فرمایا اِنَّ فِي ذَالِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ (جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کیلئے اس میں بڑی عبرت ونصیحت ہے) زمین وآسمان کی تخلیق کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اس میں عقل مندوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں (آل عمران : 190) سورۃ یوسف کی آیت نمبر 111 میں امم سابقہ کے واقعات کے حوالے سے فرمایا کہ ان میں عقل رکھنے والوں کیلئے عبرت اور نصیحت ہوتی ہے۔ گویا امت میں کچھ ایسے لوگوں کی ہر دور میں موجودگی لازم ہے جو حالات پر کڑی نگاہ رکھیں اور اس کے مطابق وہ غور وفکر اور تحقیق کرتے رہیں۔

اس مناسبت سے نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

اجتهدوا فكل ميسر لما خلق له۔ (۴۷)

اجتہاد کیا کرو کیونکہ جو شخص جس کام کے لیے پیدا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ کام آسان کر دیتا ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا: جو حاکم فیصلہ دینے میں اجتہاد کرے اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر اس نے غیر شعوری طور پر اجتہاد میں غلطی بھی کی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ (۴۸) شریعت اسلامیہ میں اس شخص پر اجتہاد لازم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کی صلاحیت عطا فرمائی ہو۔ فلسفہ شریعت اسلام (فلسفہ التشریع فی الاسلام) کے مصنف لکھتے ہیں۔ کتاب وسنت، اجماع صحابہؓ اور آئمہ اربعہ کے اقوال میں

Marfat.com

بہت سے ایسے شرعی دلائل موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر اس شخص پر اجتہاد واجب ہے جس میں مجتہد کی صفات موجود ہوں۔(۴۹) قرآن مجید اندھی تقلید کو ناپسند کرتا ہے۔ اس کا حکم سورۃ النحل کی آیت نمبر 43 ہے کہ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اگر تم کسی بات کا علم نہیں رکھتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔ قرآن کافروں کی اس بنا پر مذمت کرتا ہے کہ وہ اندھے مقلد ہیں۔

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر 104 میں ہے جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو عمل کرتے ہوئے پایا تھا۔ کیا بھلا وہ تب بھی ان کی پیروی کرتے رہیں گے جب ان کے آباء میں نہ تو عقل تھی اور نہ وہ ہدایت پر تھے۔

قرآن مجید نے اندھی تقلید سے منع کر کے درحقیقت علم اور عقل انسانی کے جمود کی راہیں بند کر دیں اور حکم دے دیا کہ "چاہیے کہ تحقیق کرنے والے پیش آمدہ مسائل میں تحقیق کرتے رہیں"۔(۵۰)

قرآن مجید نے یہ اصول دیا کہ اللہ کے بندوں کے سامنے ان کے رب کی نشانات بیان کی جاتی تو وہ ان پر سے اندھوں اور بہروں کی طرح گزر نہیں جاتے۔ وہ کھلی آنکھوں کھلے کانوں اور ہوش و حواس کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں ان میں مفید اور غیر مفید میں فرق کرنے کا ملکہ ہوتا ہے۔ سورۃ الشمس کی آیات 6 اور 7 میں بتا دیا گیا ہے کہ انسان کو اچھائی اور برائی میں فرق کرنے کی صلاحیت اللہ نے فطرتاً دے رکھی ہے فرمایا نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (قسم ہے نفس کی اور جیسا کچھ اسے سنوارا کچھ سمجھ دی اسے برائی کی اور بچ کر چلنے کی) آخرت میں ہر شخص سے مؤاخذہ کیا جانا ہے، یہ بھی اسی صورت

Marfat.com

میں ممکن ہے جب ہر شخص اپنے اپنے مقام پر آنکھیں کھول کر چلے قیامت کے روز کسی سے یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا اسے فلاں بندے یا راہنما نے گمراہی کے راستے پر چلا دیا تھا۔

نبی کریمؐ کی لاتعداد احادیث میں علم کے ساتھ عقل کا امتزاج پایا جاتا ہے یعنی عقل کو کام لانے کی ترغیب ملتی ہے اگر کوئی شخص سلیم الفطرت ہو اور تقوٰی و پرہیز گاری کے دائرے میں رہتے ہوئے دین کے احکام میں غور وفکر سے کام لیتا ہے تو وہ زیادہ مضبوط اور پختہ ایمان کا مالک بن سکتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ اسلامی احکام میں غور وفکر کے بعد اسے ان احکام کی حکمتوں کا پتہ چلے گا۔

امام غزالی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب احیاء علوم الدین میں علم کے فضائل بیان کرنے کے بعد کتب احادیث نبویہ میں بیان شدہ وہ احادیث بیان کی ہیں جو عقل کے استعمال کی حوصلہ افزائی میں وارد ہوئی ہیں علم کے ساتھ ہی عقل کے استعمال کے بارے میں احادیث کا ذکر کرنے کا مقصد یہ دکھائی دیتا ہے کہ علم اور عقل کا جب امتزاج ہو جائے تو زیادہ راسخ العقیدہ انسان پیدا ہو سکتے ہیں۔ امام غزالیؒ نے جو احادیث نقل کی ہیں وہ سند کے اعتبار سے اگرچہ کچھ بلند پایہ نہیں بلکہ ضعیف ہیں لیکن چونکہ ان احادیث کا تعلق مسائل کے استنباط سے نہیں ہے اس لیے سند کا ضعف قابل برداشت ہے۔

یہ احادیث مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نبی کریمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا کہ سامنے آ وہ سامنے ہوئی۔ پھر فرمایا پشت پھیر۔ اس نے پشت پھیری۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قسم ہے اپنی ذات اور بزرگی کی کہ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے

Marfat.com

زیادہ اپنے نزدیک عزت والی پیدا نہیں کی۔ میں تجھی سے لوں گا تجھی سے دوں گا۔ تیرے ہی سبب سے لوگوں کو ثواب دوں گا اور تیرے ہی سبب سے لوگوں کو عذاب دوں گا۔ یعنی جو شخص احکام دین میں غور و فکر کرے گا اسے ان احکام کی حکمتوں کا علم ہو گا۔ (۵۱)

بیہقی میں ابو ہریرہؓ سے یہ روایت اسی طرح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اس سے کہا کھڑی ہو وہ کھڑی ہوئی پھر اس سے کہا پیٹھ پھیر۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ پھر اسے کہا کہ میری طرف منہ پھیر۔ اس نے اس طرف منہ کیا۔ پھر کہا بیٹھ جا، وہ بیٹھ گئی پھر اس سے کہا میں تجھ سے افضل اور خوب تر کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا۔ تیرے سبب سے میں لیتا ہوں اور تیرے سبب سے دیتا ہوں۔ میں تیرے سبب پہچانا جاتا ہوں۔ تیرے سبب سے میں غصہ کرتا ہوں اور تیرے سبب سے ثواب دیتا ہوں اور تیرے ہی سبب سے عذاب ہے۔ (اس روایت کے آخر میں بھی یہی لکھا ہے کہ بعض علماء نے اس میں کلام کیا ہے۔) اس حدیث میں عقل کو اللہ کی طرف سے مختلف حکم دینے کا مطلب ہے عقل اللہ کے حکم کے تابع ہی رہے گی۔

۲۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کی عبادت وسخاوت کے بارے میں لوگوں نے نبی کریمؐ کے سامنے بڑھا چڑھا کر باتیں کیں۔ آپؐ نے اس شخص کی عقل کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا کہ ہم اس کی عبادت و تقویٰ کے بارے میں بات کرتے ہیں اور آپؐ ہم سے اس کی عقل کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ آپؐ نے اپنے سوال کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ احمق آدمی اپنی حماقت کی بنا پر غلط شخص سے زیادہ گناہ کما جاتا ہے جب کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا قرب لوگوں کو ان کی عقلوں کی مقدار ہی کی بنیاد پر حاصل ہو گا۔ یعنی احمق آدمی اپنی حماقت کی بنا پر کئی غلط کام کر گزرتا ہے اور عقل مند آدمی اپنی عقل کی

Marfat.com

بنا پر ان گناہوں سے بچا رہتا ہے۔(۵۲)

۳۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی کمائی میں عقل کی زیادتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔ عقل کی یہ زیادتی اسے ہدایت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور ہلاکت والے کاموں سے باز رکھتی ہے۔ آدمی کا دین وایمان اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اس کی عقل کامل ہو۔(۵۳)

۴۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر چیز کا ایک سہارا اور تکیہ ہوتا ہے اور ایمان کا سہارا عقل ہے اس کی عبادت اس کی عقل کے سبب ہو گی۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ بدکار لوگ جہنم میں کہیں گے۔ ''لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ '' (اگر ہم نے اللہ کے پیغام کو سنا ہوتا اور اس میں غور کیا ہوتا تو ہم جہنم میں جانے والے نہ بنتے) قرآن مجید نے دوسرے مقامات پر کافروں کو اندھے گونگے اور بہرے قرار دیا ہے۔(۵۴)

۵۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے تمیم داریؓ سے پوچھا کہ تمہارے ہاں سرداری کس چیز کو کہتے ہیں؟ انہوں نے یہی کہا کہ عقل۔ آپؓ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کہا ہے۔ میں نے نبی کریمؐ سے یہی سوال کیا تھا اور آپؐ نے بھی یہی ارشاد فرمایا تھا۔ روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریمؐ نے جبریل سے یہی سوال کیا تھا اور انہوں نے یہی جواب دیا تھا۔(۵۵)

۶۔ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریمؐ سے لوگوں نے بہت سوالات کیے آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! ہر چیز کی ایک سواری ہوتی ہے اور مرد کی سواری اس کی عقل ہوتی ہے۔ گویا سواری وہ چیز ہے جس پر بندے کی زندگی کا گزارہ ہوتا ہے۔ سواری اس کے لیے سہولتیں پیدا کرتی ہے اسی طرح زندگی کے لیے عقل بھی سہولتیں پیدا کرتی ہے اور انسان کی سواری کی طرح اس کو منزل تک

Marfat.com

لے جاتی ہے۔(۵۶)

۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے سامنے احد میں لڑنے والوں کی بہادری اور تجربہ کاری کا ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا لوگوں نے قتال اسی قدر کیا جس قدر اللہ نے انہیں عقل عطا کی تھی اور ان کی جیت ان کے ارادے اور ان کی عقلوں کے مطابق ہوئی۔ ان میں سے ہر کوئی اپنی اپنی نیت اور عقل کی مناسبت سے اپنے اپنے ٹھکانے تک پہنچا۔ قیامت کے روز اپنی اپنی نیت اور عقل کے مطابق ہی اجر اور مراتب پائیں گے۔(۵۷)

۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ دنیا میں لوگوں کی فضیلت کی کون سی چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ فضیلت عقل کی بنیاد پر ہے۔ میں نے پوچھا کہ آخرت میں فضیلت کس بنیاد پر ہے؟ فرمایا عقل سے۔ میں نے پوچھا کہ انہیں ان کے اعمال کی بنیاد پر اجر و ثواب ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! انہوں نے عمل بھی اسی قدر کیا ہوگا جس قدر ان میں عقل تھی۔(۵۸)

۹۔ ایک روایت یوں ہے کہ عقل مردوں کا سامان اور آلہ اور سواری ہے۔ فرمایا کہ ہر چیز کا ایک رکن ہوتا ہے اور دین کا رکن عقل ہے جس طرح ہر تاجر کا ایک سامان تجارت ہوتا ہے اس طرح ہر اجتہاد کرنے والے کا سامان عقل ہوتی ہے۔ صدیقین کے گھروں میں نظام چلانے والی چیز عقل ہوتی ہے۔ عقل آخرت کو آباد کرنے والی چیز ہے جس طرح سفر کرنے والے کے لیے گرمی سردی سے بچنے کے لیے خیمہ اس کی پناہ گاہ ہوتا ہے اسی طرح ایمانداروں کی پناہ گاہ ان کی عقل ہوتی ہے (کہ وہ اس سے مدد لے کر برائی سے بچنے کے لیے فیصلے کرتے ہیں)(۵۹)

علامہ علی المتقی نے بھی کنز العمال میں عقل کے بارے میں روایات بیان کی ہیں۔

۱۰۔ علامہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان الرجل لیکون من اہل الصلوۃ والصوم

Marfat.com

والزکوۃ والحج والعمرحتی ذکرسھام الخیر کلھا۔

وما یجزی یوم القیمۃ الا بقدر عقلہ۔(٦٠)

نبی کریمؐ نے فرمایا ایک شخص ہے جو نماز پڑھتا، روزے رکھتا، زکوۃ ادا کرتا اور حج اور عمرہ بھی کرتا ہے یہاں تک کہ آپؐ نے تمام نیک کاموں کا ذکر فرمایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا قیامت کے روز انہیں ان کی عقل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

۱۱۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ایمان والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اطاعت پر قائم رہنے والے، اس کے بندوں کی خیر خواہی کرنے والے اور کامل عقل والے ہیں عقل کی مدد سے وہ اپنے نفس کی راہنمائی کرتا ہوا آنکھیں کھول کر بینوں کی طرح زندگی گزارے اور فلاح ونجات پائے۔(٦١)

۱۲۔ اَلنَّاسُ یَعْمَلُوْنَ بِالْخَیْرِ وَاِنَّمَا یُعْطَوْنَ اُجُوْرَھُمْ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ۔(٦٢)

لوگ نیک کام سرانجام دیتے ہیں لیکن ان کا اجر ان کی عقلوں کے مطابق دیا جائے گا۔

۱۳۔ دِیْنُ الْمَرْءِ عَقْلُہٗ وَمَنْ لَا عَقْلَ لَہٗ لَا دِیْنَ لَہٗ۔(٦٣)

آپؐ نے فرمایا انسان کا دین اس کی عقل ہوتی ہے جس میں عقل نہیں اس میں دین نہیں۔

کنز العمال میں اس موضوع پر مزید احادیث موجود ہیں۔ مثلاً آپؐ نے ارشاد فرمایا:

۱۴۔ قَوْلُ الْمَرْءِ عَقْلُہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَقْلَ لَہٗ۔(٦٤)(الف)

۱۵۔ کَرَمُ الْمَرْءِ دِیْنُہٗ وَمُرُوْئَتُہٗ عَقْلُہٗ وَحَسْبُہٗ

Marfat.com

وَخُلُقُه'(٦٥)(ب)انسان کی عظمت اس کی دینداری میں ہے۔

١٦۔ فرمایا: مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي الْاَرْضِ شَيْئًا اَقَلَّ مِنَ الْعَقْلِ وَاِنَّ الْعَقْلَ فِي الْاَرْضِ اَقَلُّ مِنْ كِبْرِيْتُ الْاَحْمَرِ۔ (٦٦)

اللہ تعالٰی نے زمین میں عقل سے باریک کوئی چیز پیدا نہیں کی اور زمین میں عقل دیا سلائی کی سرخی سے بھی زیادہ باریک ہے۔

١٧۔ نبی کریمؐ نے ایک شخص سے فرمایا۔ اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمَ وَالْاَنَاةِ۔ (٦٧)

تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جنہیں اللہ پسند فرماتا ہے۔ یہ دو عادتیں حلم و بردباری اور غور وفکر کے بعد کام کرنا ہیں۔

١٨۔ عن انس ان رجلا قال للنبی صلعم اَوْصِيْنِيْ فَقَالَ خُذِ الْاَمْرَ بِالتَّدْبِيْرِ فَاِنْ رَأَيْتَ فِيْ عَاقِبَتِهٖ خَيْرًا فَاَمْضَهٗ وَاِنْ خِفْتَ غَيًا فَاَمْسِكْ (٦٨)

آپؐ نے فرمایا اپنے کام کو سوچ سمجھ کر تدبیر کے ساتھ سرانجام دے۔ اگر اس کا انجام اچھا دکھائی دے تو اسے جاری رکھ اگر اس کا انجام اچھا دکھائی نہ دے تو اسے ترک کر دے۔

١٩۔ عن مصعب ابن سعد عن ابیہ قال الاعمش لا اعلمہ الا عن النبی صلعم قال التوءدة فی کل شی خیر الا فی عمل الآخرة (٦٩)

مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اعمش نے کہا کہ میں نے نبی کریمؐ سے جو کچھ سیکھا میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ ہر دنیوی کام میں۔

Marfat.com

سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا جائے مگر آخرت کے معاملے (نیکی کرنے کے معاملے میں) تاخیر سے کام نہ لیا جائے۔(۷۰)

۲۰۔ عن عبداللہ ابن سرجس ان النبی صلعم قال السمت الحسن والتودۃ والاقتصاد جزء من اربعۃ

عشرین جزء من لنبوہ۔(۷۱)

۲۱۔ عن سھل بن سعد الساعدی ان النبی صلعم قال الاناۃ من اللہ والعجلۃ من الشیطن۔(۷۲)

نبی کریمؐ نے فرمایا کام کرنے میں توقف اور غوروفکر اللہ کی جانب سے ہے اور عجلت اور جلد بازی شیطان کی جانب

سے ہے۔

۲۲۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلعم لا حلیم الا ذوعثرۃ ولا حکیم الا ذوتجربۃ۔(۷۳)

۲۳۔ عن ابی ذر قال رسول اللہ صلعم یا اباذر لا عقل کا التدبیر ولا ورع کا لکف ولا حسب

کحسن الخلق۔(۷۴)

(ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے رسولؐ اللہ نے فرمایا تدبیر (کسی مسئلے سے نمٹنے کے لیے منصوبہ سازی کرنا) کی مانند کوئی عقل نہیں اور گناہوں اور مشکوک چیزوں سے بچنے سے بہتر کوئی تقویٰ نہیں اور خوش خلقی کی مانند کوئی عادت و اخلاق نہیں۔

۲۴۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: اَفْلَحَ مَنْ رُزِّقَ لُبًّا۔(۷۵)

کامیاب ہوا وہ شخص جسے اللہ نے فہم وفراست عطا فرمائی۔

Marfat.com

۲۵۔ آپؐ نے فرمایا: ان اللہ تعالیٰ یبغض المؤمن الذی لا زبر لہ۔ (۷۶)

اللہ تعالیٰ ایسے مومن سے غصے ہوتے ہیں جس میں ہوش مندی اور فہم و فراست نہ ہو یہ تمام احادیث اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ نبی کریم صلعم نے اپنے امتیوں کو اس بات سے باخبر فرمایا ہے کہ انسان کو اللہ نے جس قدر عقل و شعور عطا کیا ہے اسے ہر قدم پر کام میں لایا جائے۔ زندگی کا ہر قدم اللہ کی عطا کردہ عقل کو کام میں لاتے ہوئے اٹھائے۔ آپؐ نے عقل کو استعمال کرنے کا حکم اس اہتمام کے ساتھ دیا ہے کہ گویا مومن کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ عقل وہ شعور کو بیدار رکھتا ہے۔ اس کے برعکس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دو ایسی خصلتیں ہیں جو منافق میں پیدا نہیں ہوسکتیں۔

یہ دو خصلتیں یہ ہیں۔ حسن سمت اور تفقہ فی الدین۔

۲۶۔ امام ترمذی نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

۲۷۔ ایک فقیہہ شخص شیطان پر ایک ہزار عبادت گزار سے زیادہ بھاری اور سخت ہے۔ (۷۷)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عابد تو محض اپنے لیے عبادت کرتا ہے۔ اس کے عمل کا تعلق اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے جبکہ فقیہہ دین میں غور و فکر کرتا ہے۔ دین میں پنہاں اسرار دوسروں کو سمجھا کر دین کی طرف لاتا بھی ہے اور ان کے ایمان و ایقان کو مضبوط بھی بناتا ہے۔ اسے دین کی سمجھ جس گہرائی کے ساتھ ہے عابد کو وہ گہرائی حاصل نہیں ہوتی۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ جس شخص کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔ (۷۸)

ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ بات سمجھائی

Marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی صورت میں ایک بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس نعمت کی بدولت انسان اپنے رب کو پہچانتا ہے۔ کائنات میں اسے اپنے مقام کا پتہ چلتا ہے۔ ہمیں اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اسے مثبت طور پر کام میں لانا چاہیئے۔ اسے کام میں نہ لانا اللہ کی دی ہوئی نعمت کی ناشکری ہے۔ اسی کی بدولت اللہ کی ذات وصفات کا صحیح شعور ملتا ہے۔ اللہ کی ذات پر ایمان پختہ ہوتا ہے جب انسان صحیح ادراک وشعور کے ساتھ اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لاتا ہے تو اس کے ایمان میں پختگی آتی ہے۔ جب اسے اللہ کی ذات کا شعور حاصل ہوتا ہے تو اس کی عبادات میں خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے اور عبادت کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ جب انسان کو اللہ کے احکام کے مقاصد کا پتہ چلتا ہے تو وہ زیادہ اہتمام اور توجہ کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کے لیے ان احکام پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ اسے اپنے عمل کی مقصدیت کا شعور حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں یہ بات سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہتی کہ نبی کریمؐ نے عقل وشعور کو بیدار کیا۔ لوگوں کو احساس دلایا کہ اللہ نے انہیں ایک عظیم نعمت عطا کی ہے اسے کام میں لایا جائے۔

نبی کریمؐ نے علم وحکمت کے فروغ کی جو بنیادیں رکھیں ان پر تبصرہ کرتے ہوئے سید امیر علی لکھتے ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ کا ایک محبوب موضوع علم کی قدر ومنزلت تھا(۷۹) عربوں کے ہاں شاعری، خطابت اور نجوم ہی اسلام سے قبل لوگوں کے محبوب مشغلے تھے لیکن ادب اور سائنس کے دلدادہ لوگوں کا فقدان تھا۔ ہادی اسلامؐ کی تلقین نے عرب قوم کی سوئی ہوئی قوتوں کو جگا کر ان میں ایک نئی تحریک پیدا کر دی۔ آپؐ کی زندگی مبارک کی اندر ہی ایک ادارے کی داغ بیل پڑ گئی جس کی بنیاد پر آئندہ برسوں میں

Marfat.com

بغداد، قاہرہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ یہاں معلم اسلام بنفس نفیس صفائی، قلب اور روحانی پاکیزگی کی تعلیم دیتے تھے۔(۸۰)

حوالہ جات

۱۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن مطبعہ الیمنیہ، مصر ۱۳۲۴، صفحہ ۴۶۸، ۴۶۹

المنجد الابجدی، صفحہ ۱۰۷۴

معجم متن اللغۃ، صفحہ ۴۸۹

۲۔ فواد عبدالباقی، معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، صفحہ ۴۶۸

۳۔ امین احسن اصلاحی، مولانا، تدبر قرآن، انجمن خدام القرآن، لاہور، جلد سوم، صفحہ ۶۴۲

۴۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۶۷۴

۵۔ اس سلسلے میں چند احادیث

من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا من طرق الجنة وان الملائكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم وان العالم يستغفرله من في السموات والارض والحيتان في جوف الماء وان فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولادرهما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر۔

(ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، حدیث نمبر ۳۶۴۱، صفحہ ۱۴۹۳، (دارالسلام ایڈیشن) جو شخص طلب علم کے لیے نکلا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلا دیتے ہیں۔ اللہ کے فرشتے علم حاصل کرنے

Marfat.com

والے کے لیے اس کی رضا کی خاطر اپنے پر پھیلاتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب کچھ علم کے طالب کے لیے دعا کرتے ہیں۔ مچھلیاں پانی کے اندر دعائیں کرتی ہیں۔ عالم کو عابد پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو باقی ستاروں پر حاصل ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاء درہم و دینار ورثے میں نہیں چھوڑتے وہ ورثہ میں علم چھوڑتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے انبیاء کی وراثت کا بہت بڑا حصہ پالیا۔

آپ نے فرمایا: من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ حتی یرجع۔ (جامع الترمذی، ابواب العلم، باب فی فضل العلم، حدیث نمبر ۲۶۴۷، صفحہ 1918، دارالسلام)

آپ صلعم نے فرمایا: من طلب العلم کان کفارۃ لما مضی حوالہ ایضاً، حدیث نمبر ۲۶۴۸

٦۔ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی تعلیم کے لیے دارارقم میں اور مدینہ طیبہ میں صُفّہ میں درس گاہ قائم فرمائی۔ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لیے یہ شرط عائد کی کہ ہر قیدی دس دس بندوں کو علم سکھائے۔ جس علاقے میں بھی کچھ لوگ اسلام قبول کرتے وہاں علم کی روشنی عام کرنے کے لیے فوری طور پر معلم صحابہؓ متعین کیے جاتے۔ مثلاً مدینہ طیبہ میں اسلام کی شعاعیں پہنچیں تو حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو مدینہ طیبہ میں معلم بنا کر بھیجا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو کوفہ کی طرف بھیجا گیا۔ اہل نجران کو تعلیم دینے کے لیے عمرو بن حزم کو بھیجا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ حضرت معاذ ابن جبلؓ کو حضرموت کے لوگوں کی تعلیم کے لیے متعین فرمایا تھا۔ آپ ؐ نے قازیہ اور عضل کے قبائل کے لیے چھ معلمین بھیجے تھے۔

٧۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، صفحہ ۳۹۰، حدیث نمبر ۴۱۶۹

Marfat.com

۸۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن،، صفحہ ۱۲۸

۹۔ ابو حیان اندلسی، تفسیر البحر المحیط، المطبعة السعادۃ، مصر، جلد اول، صفحہ ۳۹۳

۱۰۔ طبری، ابن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، مصر، الجزء الثالث، صفحہ ۸۹، ۹۰

۱۱۔ ابن منظور، لسان العرب، جلد بارہ، صفحہ ۱۴۰

۱۲۔ زمخشری، محمود بن جاراللہ، الکشاف، الجزء الثانی، زیر سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۵

۱۳۔ مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، جلد اول، صفحہ ۲۰۷

۱۴۔ محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، جلد اول، صفحہ ۶۴۱

۱۵۔ سلیمان ندوی، سید، سیرت النبیؐ، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، جلد چہارم، صفحہ ۱۵۴

۱۶۔ بحوالہ ابو ہاجر محمد سعید، موسوعہ اطراف الحدیث النبوی الشریف، عالم التراث، بیروت، المجلد الثانی، صفحہ ۱۸۰

۱۷۔ ایضاً، المجلد الثانی، صفحہ ۱۸۰

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ رفیع الدین، ڈاکٹر، اسلام اور سائنس، صفحہ ۴

(a) Brifault, Robert, Making of Humanity P,140

۲۰۔ اقبال، علامہ، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ اردو ترجمہ از سید نذیر نیازی، صفحہ ۱۹۳

۲۱۔ ایضاً، صفحہ ۱۹۴

Marfat.com

۲۲۔ ایضاً، صفحہ ۱۹۷

۲۳۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، حدیث نمبر ٤٨٤٤، باب الخدرو التانی فی الامور، فصل ثالث علامہ ابن عبدالبر اندلسی نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں علم میں سوال وجواب پر ایک باب قائم کیا ھے۔ اس حضور اکرم ﷺ کی احادیث، اقوالِ صحابہ کرام و تابعین اور علمائے سلف کے اقوال کی روشنی میں استاذ سے سوال کی اھمیت پر تفصیلی روشنی ڈالی ھے۔ صفحہ 73تا 76۔ کتبِ احادیث میں متعدد روایات اس سلسلے میں موجود ھیں۔

۲۴۔ بخاری، کتاب العلم، باب طرح الامام المسالۃ عن اصحابہ یستجر ماعندھم من العلم، حدیث ٦٢

۲۵۔ مسلم الجامع الصحیح، کتاب البر، باب تحریم الظلم، حدیث نمبر ٦٥٧٩، صفحہ ١١٢٩

۲٦۔ بحوالہ ابن کثیر، حافظ تفسیر القرآن العظیم، جلد سوم، صفحہ ۵۵۳

(a) ابن عبدالبر اندلسی، جامع بیان العلم وفضلہ، صفحہ 84

(b) سائنسی طریقِ کار کے مختلف مراحل (Steps) یہ ہیں۔ مفروضہ مشاہدہ تجربہ اخذ نتائج، تنظیم نتائج، اس کے بعد مفروضہ "اصول" کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

(c) ایضاً

(d) Walter, A. Taunder and Alfred. J, Collette Teaching Science in Todays

Marfat.com

Secondary Schools, Allyn and Bacon, Inc. Boston, 1961, PP. 15, 16, 312.

۲۷۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، باب انتفاع بالعلم والعمل بہ، جلد اول، صفحہ ۹۲

۲۸۔ ایضاً، صفحہ ۱۲۶۳، حدیث نمبر ۳۸۴۳

۲۹۔ دارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن الدارمی، دمشق، جلد اول، صفحہ ۸۲

۳۰۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، باب ما یقال بعد التعلیم، جلد اول، صفحہ ۲۹۸

۳۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، سہیل اکیڈمی، کراچی، جلد سوم، صفحہ ۵۵۳

۳۲۔ اس سلسلے میں دیکھیں خطیب تبریزی، مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب اعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل اول۔

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ ترمذی، سنن ترمذی، ۲۴۱۶، ابواب صفۃ القیامۃ، ان الفاظ سے اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ

غریب ہے لیکن الفاظ کے فرق سے اسی مضمون کی اگلی حدیث نمبر ۲۴۱۷ کو حسن کہا ہے۔ لیکن صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحت کے شواہد دیگر ذرائع سے ملتے ہیں۔

مشکوٰۃ، جلد دوم، صفحہ ۶۵۶، ذیل حدیث نمبر ۵۱۹۷

۳۵۔ بخاری، کتاب الادب، باب لایلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین، حدیث نمبر ۶۱۳۳، صفحہ ۵۱۷

Marfat.com

۳۶۔

۳۷۔ الفرقان:۷۳

۳۸۔ مسلم، امام، الجامع الصحیح، دارالفکر، بیروت، باب الارواح جنود مجندة، جلدآنهہ، صفحه ٤١

۳۹۔ ترمذی،محمد بن عیسی،امام،جامع ترمذی، دارالفکر،بیروت،ابواب العلم، جلد چهارم،صفحه ١٤٢

۴۰۔ ابو داؤد، امام، سنن ابی داؤد، مکتبه العصریه، بیروت، جلد سوم، صفحه ٣٢٢، نمبر ٣٦٦٠

۴۱۔ ایضاً، باب الاغتباط فی العلم والحکمة، حدیث نمبر ٧٣، صفحه ٩ (دارالسلام)

۴۲۔ ایضاً،صفحہ۹

۴۳۔ سیوطی، جلال الدین، امام، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبہ التجاریۃ، مصر، الجزءالثانی،صفحہ۱۸۷

۴۴۔ ترمذی ، جامع ترمذی ، کتاب فضائل القرآن ، باب ماجاء فی فضل القرآن، حدیث نمبر 2906، صفحہ 1943

۴۵۔

۴۶۔ غزالی، امام، احیاء علوم الدین، جلد اول، صفحه ٨٩

۴۷۔ بحوالہ صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع الاسلامی، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۹۶۱ء، صفحہ۱۸۹

۴۸۔ مسلم، الجامع الصحیح، جلد پنجم، صفحہ۱۳۱

۴۹۔ صبحی محمصانی، صفحه ١٨٧

Marfat.com

۵۰۔ النساء:۸۳

۵۱۔ احیاء العلوم الدین، جلد اول، صفحہ ۸۹ (بحوالہ طبرانی)

۵۲۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ ۸۹

۵۳۔ ایضاً، صفحہ ۸۹

۵۴۔ ایضاً

۵۵۔ ایضاً

۵۶۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ ۹۰

۵۷۔ ایضاً، صفحہ ۹۰

۵۸۔ ایضاً

۵۹۔ ایضاً

۶۰۔ علاء الدین کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، جلد سوم، سفحہ ۳۸۰

۶۱۔ کنز العمال، جلد سوم، صفحہ ۳۸۲، حدیث نمبر ۷۰۵۲

۶۲۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۳۷۹، حدیث نمبر ۷۰۳۳

۶۳۔ ایضاً، جلد سوم، صفحه ۳۷۹، حدیث نمبر ۷۰۳٤

۶۴۔ ایضاً، جلد سوم، صفحه ۳۷۹، حدیث نمبر ۷۰۳۵

۶۵۔ ایضاً، جلد سوم، صفحه ۳۷۹، حدیث نمبر ۷۰۳۹

۶۶۔ الترمذی، جامع ترمذی، باب ماجاء فی التانی و العجلة، حدیث ۲۰۱۱

۶۷۔ شرح السنة، بحواله مشکواة، باب الخدرو التانی، حدیث نمبر ٤٨٠٩

Marfat.com

۶۹۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرفق، حدیث ٤٨١٠

۷۰۔ ترمذی، باب ماجاء فی التانی والعجلۃ، حدیث نمبر ٢٠١٠

۷۱۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب في الوقار، حدیث نمبر ٤٧٧٦

۷۲۔ ترمذی، باب ماجاء فی التانی والعجلۃ، حدیث نمبر ٢٠١٢

۷۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب الخدرو التانی، حدیث نمبر ٤٨٠٨

۷۴۔ بیہقی، مشکواۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب الخدرو والتانی، حدیث نمبر ٤٨١٨

۷۵۔ کنز العمال، المجلد الثالث، صفحہ ٣٨٠، حدیث نمبر ٧٠٤١، ٧٠٤٢

۷۶۔ کنزالعمال، جلد الثالث، حدیث نمبر ۷،۳۷، صفحہ ٣٨٠

۷۷۔ ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث نمبر ٢٦٨٤

۷۸۔ ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث نمبر ٢٦٨١

۷۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقہ فی الدین، حدیث نمبر ۷۱

۸۰۔ Amir Ali, Syed, The Spirit of Islam, P:361-362

۸۱۔ Ibid, P:362

Marfat.com

Marfat.com

دینی تعلیم و مدارس

اور

مستقبل میں درپیش چیلنجز

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

تاریخ: 12/6/2010

بمقام: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، اقبال ٹاؤن لاہور

Marfat.com

Marfat.com

مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب

موضوع: دینی تعلیم، مدارس اور مستقبل میں درپیش چیلنجز

السلام علیکم!

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ ولا رسول بعدہ ولا معصوم بعدہ ولا امۃ بعدامتہ ولا کتاب بعد کتابہ

اما بعد! فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم "وأعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللّٰہ وعدوکم" وقال اللّٰہ تبارك وتعالیٰ "وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للّٰہ" صدق اللّٰہ العظیم۔

قابل صد احترام حضرات علمائے کرام، حضرات اساتذہ کرام بزرگان مکرم! میں سب سے پہلے شکرگزار ہوں جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے مہتمم حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب دامت برکاتہم اور استاذ القراء حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی صاحب دامت برکاتھم اور دارالعلوم کے تمام اساتذہ و منتظمین کا کہ اس علمی اور فکری نشست میں مجھے انہوں نے شرکت کی دعوت دی، میں اپنے آپکو قطعاً اسکا اہل نہیں پاتا کہ اہل علم کے اس مجمع میں گفتگو کروں، کوشش کروں گا کہ اپنا سبق سناؤں۔ ہمارے مدارس کے نظام تعلیم میں تکرار بھی ہوتا ہے جہاں دن کا پڑھا ہوا شام کو طلباء ایک دوسرے کو سناتے ہیں اور پھر اگلے روز اپنے استاذ کو سناتے ہیں اور اسکا مقصد اصلاح ہوتا ہے۔

اس سے پہلے دارالعلوم میں تربیت اساتذہ کے حوالے سے جو پروگرام ہوئے انکی کچھ تفصیلات پڑھنے کا موقع ملا مختلف عنوانات پر اہل علم وفکر نے جو یہاں

Marfat.com

گفتگو فرمائی وہ بڑی جامع اور وقیع ہے اور یقیناً میزبان حضرات اس کو کتابی شکل میں بھی مرتب کریں گے اور شائع کریں گے جو انشاء اللہ تمام اہل مدارس کے لئے نہایت مفید اور رہنما ثابت ہوگی۔ میرے ذمے جو موضوع اور عنوان لگایا گیا ہے وہ ہے دینی تعلم، مدارس اور مستقبل میں درپیش چیلنجز۔

دینی مدارس کو موجودہ ملکی اور عالمی حالات کے تناظر میں کن مسائل مشکلات اور چیلنجز کا سامنا ہے۔ اسپر گفتگو سے پہلے دینی مدارس کے کردار پر چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ان مدارس نے کیا خدمات سرانجام دیں اور کیا خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور انکے اہداف اور مقاصد کیا ہیں۔ اس کے بعد ہم صحیح طور پر اندازہ کرسکیں گے کہ انکو اس وقت میں کیا مسائل اور کیا مشکلات در پیش ہیں۔ اس برصغیر میں خاص طور پر دینی مدارس نے گزشتہ 200 سال اور اس سے کم وبیش عرصے میں بے مثال خدمات سرانجام دیں چند ایک خدمات، اور کردار کا ذکر کررہا ہوں۔

پہلا کردار: سب سے اہم کردار قرآن وسنت اور دینی علوم کی حفاظت واشاعت ہے۔ ماضی سے اور تاریخ سے آپ گواہ ہیں کہ جب مغربی استعمار نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو اس نے یہاں کا نظام تعلیم یکسر بدل دیا کیونکہ قوموں کی تعمیر اور ترقی میں سب سے اہم اور کلیدی کردار تعلیم کا ہوا کرتا ہے اسی لئے پروردگار عالم نے حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد تلاوتِ آیات تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ کو قرار دیا ہے۔ قومیں بنتی اور بگڑتی ہیں اپنی تعلیم سے، اور جو قوموں میں تبدیلی اور انقلاب کسی تعلیم کی بنیاد پر ہوتی ہے وہی دائمی اور پائیدار ہوا کرتی ہے۔ تو یہاں فارسی جو ایک دفتری اور سرکاری زبان تھی اسے بند کردیا گیا مسلمانوں کے لئے دینی علوم کا حصول مشکل بڑھ گیا۔ ہمارے اکابر نے جب یہ خطرہ محسوس کیا کہ قرآن وسنت

Marfat.com

اور اس سے متعلقہ علوم شاید محفوظ بھی نہ رہ سکیں تو انہوں نے دیوبند میں مدرسہ قائم کیا۔اور اس سے بنیادی مقصد دینی علوم کی حفاظت تھا اور الحمد للہ تحدیث بالنعمت کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ آج تک تمام دینی علوم مکمل اور اصل شکل میں محفوظ، باقی اور موجود ہیں۔

چودہ سو(1400)سال سے جو علوم کا ایک سلسلہ جاری تھا وہ آج الحمد للہ اپنی اصل شکل اور مکمل شکل میں اسی طرح موجود ہے جس طرح پہلے تھا۔تعلیم اور تدریس کے حوالے سے تصنیف وتالیف کے حوالے سے تبلیغ ودعوت کے اعتبار سے تمام پہلوؤں سے کوشش کی گئی کہ قرآن وسنت اور اس سے متعلقہ علوم محفوظ رہیں۔ان مدارس کا یہ پہلا کردار ہے کہ انہوں نے تمام تر طوفانوں کا مقابلہ کیا،گرم اور سرد حالات کا سامنا کیا،فقر وفاقہ کی زندگی برداشت کی لیکن دین اسلام کے تمام علوم کو باقی رکھا اور محفوظ رکھا۔غالباً قدرت اللہ شہاب کا یہ جملہ میں نے کسی سے سنا تھا وہ یہ کہتے تھے کہ امت مسلمہ کسی عالم کا اور کسی صاحب عزیمت شخصیت کے احسان کا بدلہ تو کیا دیں گے۔امت مسلمہ تو اس مؤذن کے احسان کا بدلہ بھی نہیں دے سکتی جس نے سوکھی روٹی کھا کر اور فاقے برداشت کر کے طوفانوں اور تیز آندھیوں کے باوجود مسجد سے 5 وقت اذان بلند کر کے امت مسلمہ کا اسلام اور توحید و رسالت کے ساتھ رشتہ باقی رکھا ہے۔بارشیں،آندھیاں اور طوفان اسکے راستے نہیں روک سکیں اور روزانہ 5 وقت جب وہ اذان دیتا تھا تو گویا وہ مسلمانوں کے کانوں میں اللہ تعالیٰ،اور حضور ﷺ کا پیغام پہنچا رہا تھا اور اس نے اس رشتے کو قائم رکھا۔

تو پہلا کردار تو ان مدارس کا یہ ہے کہ انہوں نے تمام علوم کی حفاظت کی ہے تعلیم و تدریس کے ذریعے وعظ و تبلیغ کے ذریعے تصنیف و تالیف کے ذریعے

Marfat.com

اِس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آج الحمد للہ ان مدارس کی برکت سے یہ تمام کے تمام علوم محفوظ اور باقی ہیں۔

دوسرا کردار: دوسرا کردار ان مدارس کا جو رہا اور ہے وہ یہ کہ انہوں نے مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لئے اور مذہبی رہنمائی کے لئے رجال کار ہر دور میں مہیا کئے ہیں۔ آج تک آپ نے نہیں سنا ہوگا مسلمانوں نے اپنے علاقے میں مسجد بنائی ہے اس کے لئے امام نہیں مل رہا ہے اس کے لئے خطیب نہیں مل رہا ہے یا مؤذن نہیں مل رہا ہے اور اس میں اگر ایک مکتب قائم کرنا ہے تو اس کے لئے مدرس نہیں مل رہا۔ مدارس جتنے بھی بنتے گئے ان مدارس کے لئے اساتذہ اور جتنی بھی مساجد بنی اور بن رہی ہیں انکے لئے ائمہ اور خطباء کی فراہمی مؤذنین کی فراہمی اور اگر وہاں کوئی مکتب بنایا جا رہا ہے یا مدرسہ بنایا جا رہا ہے تو اس کے لئے مدرس کی فراہمی یہ رجال کار اور افراد کی فراہمی کا کام بھی دینی مدارس نے اپنے اس 200 سالہ دور میں الحمد للہ اپنی ذمہ داری کے ساتھ نبھایا ہے یہ تو ہوا ہے کہ ایک مسجد ہے اور اس کے لئے امامت اور خطابت کیلئے امیدوار ایک سے زائد موجود ہیں۔

لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مسلمانوں کو یہ گلہ اور شکوہ پیدا ہوا ہو کہ ہم نے ایک مسجد بنائی ہے اور اس کے لئے ہمیں امام، خطیب اور مؤذن نہیں مل رہا ہے اور اس کے علاوہ مسلمانوں کو جہاں بھی دینی رہنمائی کی ضرورت ہوئی جس شعبے میں رہنمائی کی ضرورت ہوئی مدارس نے وہ ضرورت انکی پوری کی ہے خواہ اسکا تعلق انفرادی معاملات سے ہو یا اجتماعی معاملات سے ہو حکومتی معاملات کے ساتھ بھی ہو اشارۃً کہہ رہا ہوں تفصیل میں نہیں جا رہا کہ اگر کسی وقت پارلیمینٹ کو کسی دینی اور علمی اسلامی رہنمائی کی ضرورت پڑی تو انکو یہ گلہ پیدا نہیں ہوا کہ ہمیں ان مدارس نے کوئی ایسے علماء نہیں دیئے۔ اگر یہاں پر شرعی عدالتیں قائم ہوئیں اور قرآن و

Marfat.com

سنت کے مطابق اور شریعت کے مطابق لوگوں کے مقدمات اور معاملات کے فیصلے کرنے کا وقت آیا تو الحمدللہ ان مدارس نے وہاں بھی رہنمائی کی۔ میں کہا کرتا ہوں کہ پاکستان بننے کے بعد اس پاکستان کا کوئی قبلہ متعین نہ تھا اور یہ بے آئین زمین تھی لیکن اس کو قبلہ اور اسکو آئین کی بنیاد بھی سب سے پہلے علمائے کرام نے قرارداد مقاصد کی شکل میں مہیا کی۔ اس لحاظ سے دینی مدارس کی یہ خدمات صرف مساجد تک محدود نہیں رہیں صرف مکاتب اور مدارس تک محدود نہیں رہیں بلکہ یہ زند گی کے مختلف شعبوں میں جہاں کہیں بھی جب بھی جس طرح کی ضرورت پڑی ان مدارس نے اس ضرورت کے مطابق اور اس تقاضے کے مطابق افراد مہیا کیے۔ آج اگر یہ بات زیر بحث ہے کہ بنکوں کا موجودہ مالیاتی نظام سود سے پاک ہونا چاہئے اور اسلامک بینکنگ وجود میں آنی چاہئے اور اسکو فروغ ملنا چاہئے تو اس کے لئے بھی ان مدارس نے ایسے علماء اور افراد دیئے جو انکی رہنمائی کر رہے ہیں اور کر سکتے ہیں۔

تیسرا کردار: تیسرا کردار ان مدارس کا جو سب سے اہم رہا ہے وہ یہ کہ انہوں نے پہرے دار اور چوکیدار کا کردار بھی ادا کیا۔ مسلمانوں کے عقیدے اور نظریات کے تحفظ اور دفاع کے لئے اور مسلمانوں کی اپنی روایات، اقدار، تہذیب، تمدن اور ثقافت کے تحفظ کے لئے بھی ان مدارس نے کردار ادا کیا۔ جب بھی کسی طرف سے کسی الحاد نے حملہ کیا، کسی بھی بے دینی نے حملہ کیا، کسی بھی غلط نظریے اور عقیدے اور فکر نے مسلمانوں کو متاثر کرنے کی کوشش کی تو ان مدارس کے تیار رشدہ علماء میدان میں آئے اور انہوں نے ان مسلمانوں کی اور امت مسلمہ کی باطل نظریات سے اور غلط عقائد سے تحفظ اور دفاع کا فریضہ بھی سر انجام دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے عقیدے اور ثقافت کے تحفظ کے لئے بھی اپنا کردار ادا کیا چنانچہ کتنی

Marfat.com

بھی اسلام کے نام، پر دین کے نام پر، قرآن کے نام پر، سنت رسول اللہ ﷺ اور حدیث کے نام پر تحریکیں اٹھیں جن کے بظاہر عنوانات بڑے خوبصورت اور دل آویز تھے لیکن انکے پس پردہ کچھ اور تھا تو تمام ان خطرات سے ان علماء نے آگاہ کیا امت مسلمہ کو اور اس بات کی کوشش کی کہ جتنے بھی غلط عقیدے اور نظریات ہیں وہ مسلمانوں کو گمراہ نہ کر سکیں۔ گویا مسلمانوں کے عقیدے اور انکی ثقافت اور انکی اسلامی روایات واقدار کو بچانے کے لئے اور تحفظ کے لئے بھی ہر دور میں مسلمانوں نے کردار ادا کیا اور اس کے لئے انکو بہت سی مشکلات کا اور مسائل کا سامنا ہوا جیلیں بھی انہیں کاٹنی پڑیں، سزائیں بھی بھگتنا پڑیں لیکن انہوں نے اپنے اس فریضے کو اداء کیا۔ یہ ان دینی مدارس کا کردار ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں پھر دہرا رہا ہوں۔

نمبر۱: قرآن وسنت اور دینی علوم کی اصل اور مکمل شکل میں حفاظت۔

نمبر۲: مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لئے رجال کار کی فراہمی۔

نمبر۳: مسلمانوں کے عقیدے کی، انکی تاریخی روایات، اور اقدار، تہذیب و تمدن، اور ثقافت کی حفاظت۔

یہ وہ کردار ہے جو مدارس نے اور مدارس کے تیار شدہ علماء نے کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ ان مدارس نے انسانیت کی اور امت مسلمہ کی یہ خدمت کی ہے کہ انہوں نے اپنی مدد آپ کے تحت پاکستان بننے سے پہلے بھی اور پاکستان بننے کے بعد بھی لٹریسی ریٹ یعنی شرح خواندگی اور فروغ تعلیم میں نمایاں کردار ادا کیا اور اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ کسی پرائیویٹ غیر سرکاری ادارے نے عام انسانوں اور مسلمانوں میں بغیر معاوضے اور فیس کے اپنی مدد آپ کے تحت انسانیت کی خدمت کے لئے تعلیم کو اتنا عام نہیں کیا اور نہ کر رہا ہے جتنا فروغ تعلیم میں شرح

Marfat.com

خواندگی کے اضافے اور لٹریسی ریٹ میں ان مدارس نے کردار اداء کیا۔آج بھی پاکستان میں بلوچستان،صوبہ سرحد، سندھ اور پنجاب ، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کے ایسے کئی پسماندہ علاقے ہیں جہاں پر زندگی کی ضروریات مہیا نہیں ہیں جہاں پر لوگ خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں جہاں پر کسی بھی پرائمری سکول اور مڈل سکول کا تصور بھی نہیں ہے لیکن وہاں پر ایک مکتب اور مدرسہ موجود ہے جو وہاں کے بچوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی عطاء کر رہا ہے۔وہ وہاں پر اسکو الف، ب، ت، ث پڑھا کر وہ اسکو اردو لکھنا پڑھنا سکھا کر وہ اسے نماز سکھا کر قرآن سکھا کر بنیادی تعلیمات دیکر وہ اسکو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسکو علم کی روشنی کی طرف لا رہا ہے یہی صورت حال بنگلہ دیش میں اور یہی صورت حال ہندوستان میں اب بھی ہے۔

چوتھا کردار: اسی طرح ان مدارس کا ایک اہم کردار یہ بھی رہا ہے اور اب بھی ہے کہ انہوں نے قومی یکجہتی کو فروغ دیا ہے،ملی وحدت کو فروغ دیا ہے۔انہوں نے ایک ہی چھت کے نیچے پنجابی، پٹھان ، بلوچی ،سندھی،مہاجر ، غیر مہاجر ، سرائیکی ،غیر سرائیکی مختلف زبانوں ، مختلف خاندانوں، مختلف صوبوں اور مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والوں کے لئے اپنے دروازے کھولے اور انکو ایک چھت کے نیچے تعلیم کے لئے جمع کر کے انکے آپس مین محبت و پیار کو فروغ دیکر انکو ایک امت بننے کی طرف اور ایک ملت بنانے کی طرف اپنا کردار ادا کیا۔

آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا پاکستان بننے سے پہلے بھی کہ ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند، یا مظاہر العلوم سہارنپور یا کوئی بھی مدرسہ ہے اس نے یہ کہا ہو کہ ہمارے مدرسے میں صرف یوپی کے لوگ پڑھیں گے باقی علاقوں کے لوگ یہاں آ کر تعلیم حاصل نہیں کر سکتے ان کے لئے پابندی ہے۔کبھی آپ نے پاکستان میں

Marfat.com

یہ نہیں سنا ہوگا کہ کسی کراچی یا لاہور کے مدرسے نے یہ کہا ہو کہ ہم صرف پنجابیوں کو تعلیم دیں گے یا صرف سندھیوں کو تعلیم دیں گے ہم بلوچستان کے اور فرنٹ ایریا کے طلباء کو اپنے ہاں داخل نہیں کریں گے نہیں بلکہ انہوں نے اپنے دروازے سب کے لئے کھولے اور اپنی آنکھیں سب کے لئے بچھائیں اور بچھانے کے بعد صرف یہی نہیں کہ انکو تعلیم دی بلکہ انکے اندر محبت اور پیار کو فروغ دیا۔ تمام نسلی، لسانی، علاقائی، صوبائی تعصّبات سے بالاتر ہو کر آج تک کبھی کسی استاد نے خواہ وہ پٹھان ہو یا وہ پنجابی ہو اس نے یہ فرق روا نہیں رکھا کہ اگر میرا ایک طالبعلم میرا ہم زبان ہے تو میں اسکی طرف زیادہ توجہ اور دھیان کروں اور جو میرا ہم زبان نہیں ہے اسکی طرف میں زیادہ توجہ اور دھیان نہ کروں اس نے اپنی توجہ سب کو یکساں دی ہے اور اس سے اس نے پورے ملک میں اور پوری قوم میں ایک ملی وحدت قومی یکجہتی اور قومی وحدت کو فروغ دیا۔

پانچواں کردار: ان مدارس کا ایک کردار یہ ہے اور رہا ہے کہ انہوں نے خواتین میں تعلیم کو فروغ دیا ہے۔ اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ پرائیویٹ سیکٹر Private (Sector) میں کسی نے عورتوں میں تعلیم کو اتنا عام نہیں کیا۔ گورنمنٹ اگر اپنے اعداد و شمار کا موازنہ ہمارے اعداد و شمار کے ساتھ کرے تو انکے اعداد و شمار جتنے تناسب اور فیصد سے خواتین میں تعلیم کے فروغ کے ہیں پرائیویٹ سیکٹر میں ہمارا تناسب اس سے زیادہ ہے۔

موجودہ صوبہ سرحد کے گورنر اویس احمد غنی ایک مرتبہ ملتان تشریف لائے تو میں انکو وفاق المدارس کے دفتر لے گیا اور میں نے 1990ء سے 2000ء تک دس سال کے دورانیے کے وہ اعداد و شمار پیش کئے بنین و بنات کے اور بتایا کہ 90ء میں اتنی بچیاں اور 91ء میں بچے اتنے تو انہوں نے یہ بات کہی کہ مولانا

Marfat.com

حکومت اپنے تمام تر وسائل کے باوجود اس تناسب سے عورتوں میں تعلیم کو عام نہیں کر سکی جس تناسب سے آپ نے کیا ہے۔اور اس وقت کے میں اعداد و شمار پیش کرتا ہوں کہ وفاق المدارس جو پاکستان کے دینی مدارس کی سب سے بڑی اور پرانی تنظیم ہے جسکی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی ہے اس وقت وفاق المدارس میں طلباء کے مدارس کم ہیں طالبات کے مدارس زیادہ ہیں اور تعداد بھی طلباء کی کم ہے اور طالبات کی زیادہ ہے ہمارے ہاں میل طلباء کم ہیں اور فی میل زیادہ ہیں اور ابھی جو ہمارے امتحانات شروع ہو رہے ہیں ان امتحانات میں جو عالمیہ کا امتحان ہو رہا ہے دورہ حدیث کا اس میں کل تقریباً 21000 فضلاء وفاضلات شریک امتحان ہو رہے ہیں جن میں سے صرف 7000 طلباء ہیں جنہوں نے دورہ حدیث پڑھا ہے اور 14000 طالبات ہیں جو دورہ حدیث کا امتحان دے رہی ہیں یعنی دوگنی تعداد ہے اسی طرح عالیہ میں، خاصہ اور عامہ وغیرہ میں تناسب آرہا ہے۔

تو میرے دوستو! یہ کہا جاتا ہے کہ مولوی عورت کی تعلیم کا مخالف ہے حالانکہ مولوی تو سب سے زیادہ داعی ہے عورت کی تعلیم کا اسلئے کہ اگر ایک عورت بن جائیگی تو ایک نسل بن جائے گی۔سب سے پہلی درسگاہ تو ماں کی گود ہوا کرتی ہے۔اور جتنی بھی خواتین حدیث کی راویہ ہیں ان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سب سے اونچے مقام پر ہیں اور ہمیں علم کا ایک بہت بڑا حصہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ملا ہے۔یہ ایک الگ موضوع ہے اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔تو ان مدارس کا یہ تاریخی اور یہ انکا معاشرتی کردار رہا ہے اور ہے کہ انہوں نے خواتین میں تعلیم کو فروغ دیا۔

چھٹا کردار: ان مدارس کا ایک کردار یہ بھی ہے کہ انہوں نے قبائلی علاقہ جات جہاں کے لوگ اپنے بچوں کو سرکاری یا پرائیویٹ عصری تعلیم کے اداروں میں بھیجنے

Marfat.com

کے لئے تیار نہیں ہیں ۔وہ اپنی کچھ ثقافت اور کچھ قبائلی روایات کے پیش نظر وہ اس بات پر اطمینان نہیں رکھتے کہ ہم انکو دیگر سکولوں یا تعلیمی اداروں میں بھیجیں ۔وہاں ان علماء نے مدارس قائم کیے اور انہوں نے اپنے بچوں اور بچیوں کو علماء پر اعتماد کرتے ہوئے خاص طور پر بچیوں کے معاملے میں انہوں نے ان علماء پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی بچیاں حوالے کیں اور ان قبائلی علاقوں میں جتنا علم کا فروغ اور شرح خواندگی میں اضافہ ان مدارس کی وجہ سے ہوا ہے اور کسی بھی تعلیمی نیٹ ورک کے ذریعے نہیں ہوا۔

ساتواں کردار: ان مدارس کا یہ کردار تھا اور ہے اور انشاء اللہ رہے گا کہ انہوں نے غریب اور متوسط درجے کے بچوں کو تعلیم دی ہے۔ میں کہتا ہوں اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو غریب آدمی کا بچہ اور متوسط طبقے کے آدمی کا بچہ تو بالکل علم سے محروم رہتا اور جاہل رہتا، اس لئے کہ گورنمنٹ کے اسکولز میں اور اداروں میں تعلیم کا جو معیار ہے وہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اور جہاں تک پرائیویٹ تعلیمی اداروں کا حال ہے انکی فیسیں اتنی ہیں کہ عام اور غریب آدمی اسکا تحمل نہیں کرسکتا۔ اب اگر وہ گورنمنٹ اسکولوں میں جاتا تو جاہل کا جاہل ہی رہتا اور پرائیویٹ میں جا نہیں سکتا کہ اسکے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں ان مدارس نے اپنا دامن وسیع کیا اور مفت رہائش کا، کھانے کا، پینے کا، میڈیکل کا، کتابوں کا اور پڑھائی کا انتظام کیا اور دنیا میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی، حتی کہ ترقی یافتہ ممالک جنکے پاس پیسہ اتنا زیادہ ہے کہ انکو سمجھ نہیں آتی کہ ہم کہاں خرچ کریں وہ مالدار ممالک بھی اپنے لوگوں کے لئے اسطرح مفت تعلیم کہ صرف تعلیم تو چلو مفت دیدیں گے مگر تمام ضرویات کا انتظام کریں یہ نظر نہیں آیگا۔ یہ الحمدللہ مدارس کا کردار رہا کہ مدارس نے انکو مفت تعلیم بھی دی اور تمام سہولتیں بھی دیں ۔ یہ چند ایک اجمالی سی چیزیں تھیں جو میں نے ان

Marfat.com

مدارس کے کردار کے حوالے سے آپکے سامنے رکھیں۔

مدارس کو درپیش چیلنجز اور مسائل

اب آتے ہیں کہ ان مدارس کو کیا چیلنجز اور مسائل درپیش ہیں۔

مدارس کو درپیش مشکلات اور مسائل اور چیلنجز دو قسم کے ہیں۔

نمبرا: بیرونی۔ **نمبر۲:** اندرونی۔

کچھ چیلنجز اور مشکلات ایسی ہیں جنکا تعلق باہر کی دنیا سے ہے اور کچھ ایسے ہیں کہ انکا تعلق انکے اپنے داخلی نظام سے ہے۔

بیرونی اور خارجی مشکلات

ان مشکلات میں سرفہرست ان مدارس کا اپنا آزادانہ، جداگانہ تشخص اور کردار کا تحفظ اور اسکی بقا ہے۔ جب برصغیر میں برطانوی استعمار نے اپنے پنجے گاڑھے تو ہمیں یہ خطرہ پیدا ہوا یعنی ہمارے اکابر کو جسکا میں نے ابھی حوالہ دیا تو انہوں نے یہ دینی مدارس قائم کئے تاکہ دینی علوم محفوظ رہیں تاکہ قرآن وسنت اور اسلامی علوم باقی رہیں اور خیال یہ تھا کہ جب ہند کی تقسیم اسلام کے نام پر ہو رہی ہے کلمے کے نام پر ہو رہی ہے اور مسلمانوں کا ایک نیا اسلامی ملک وجود میں آرہا ہے جسکا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے تو اس ملک کے اندر ہمیں اس کے لئے کوئی فکر کی ضرورت نہیں ہوگی کہ ہم اپنے دینی ورثے کو کس طرح محفوظ اور باقی رکھیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم پاکستان بننے سے پہلے بھی دفاعی پوزیشن میں تھے اور آج بھی ہم دفاعی پوزیشن میں ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے بھی ہمارا ایک مستقل چیلنج دینی علوم کا تحفظ اور اسکی بقا تھا۔ خیال یہ تھا اور توقع یہ تھی کہ پاکستان بننے کے بعد ایک ایسا نظام تعلیم اور نصاب تعلیم وجود میں آئیگا جس میں مسلمان کی دینی اور اسکی اسلامی اور مذہبی ضرورتوں کو بھی پیش نظر رکھا جائیگا اور اسکی دنیاوی اور

Marfat.com

عصری ضرورتوں کو بھی مدنظر رکھا جائیگا۔

آپ کے سامنے ہے کہ دو نظام تعلیم وجود میں آئے تھے ایک علی گڑھ کی شکل میں اور ایک دیوبند کی شکل میں۔ دارالعلوم دیوبند کا بنیادی مقصد اسلامی علوم کی حفاظت اور سکی بقاء تھا اور اسکی اشاعت تھا۔ علی گڑھ کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے معاشی مسائل کا حل اور مسلمانوں کو جدید اور دنیاوی ضرورتوں سے آراستہ کرنا۔ یہ دونوں اپنی اپنی جگہ درست تھیں مگر یہ دونوں نظام دفاعی تھے ان میں سے وہ نظام بھی دفاعی تھا اور یہ نظام بھی دفاعی تھا اور خیال یہ تھا کہ جب پاکستان بن جائیگا تو ایک ایسا جامع نظام تعلیم اور نصاب تعلیم مرتب ہوگا جسمیں مسلمانوں کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھا جائیگا لیکن اسی صورت حال کا سامنا رہا جس صورت حال کا سامنا پاکستان بننے سے پہلے تھا کہ یہاں پر علماء کو مستقل جد و جہد کرنا پڑی اپنے دینی علوم کے تحفظ اور بقاء کے لئے اور اس لئے انکو اپنا دفاعی نظام برقرار رکھنا پڑا۔ کیونکہ حکومت کی طرف سے کوئی ایسی چیز سامنے نہ آئی جس پر یہ اعتماد کیا جاسکتا کہ ہمارے ایمانی اسلامی اور مذہبی تقاضوں کو بھی یہ نصاب تعلیم اور نظام تعلیم پورا کر رہا ہے۔ اگر یہ ہوتا تو علماء کو قطعاً ضرورت پیش نہ آتی کہ وہ جگہ جگہ مدارس قائم کرتے وہ جاکر لوگوں سے چندہ مانگتے وہ اپنے آپ کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالتے۔ نہیں نہیں بالکل نہیں۔ ان مقصد اپنی ذات نہیں تھا بلکہ انکا مقصد تو یہ تھا اور ہے کہ مسلمان کا علم اور اسکا دین محفوظ رہے اور دینی رہنمائی اسکو ملتی رہے۔ ایسا نہ ہوا تو پھر پاکستان میں بھی اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ مدارس قائم ہوں حکومتی عمل دخل سے آزاد ہوں اور وہ بالکل اپنے تعلیمی، تربیتی، انتظامی اور مالیاتی تمام معاملات میں آزاد اور خودمختار ہوں اور کسی قسم کی اس پر سرکاری اور گورنمنٹ کی مداخلت نہ ہو اور وہ اپنے آزادانہ تشخص اور جداگانہ کردار کے ساتھ دینی علوم کی

Marfat.com

حفاظت کا، اشاعت اور بقاء کا کام کریں۔

آج بھی یہ چیلنج مدارس کو درپیش ہے اور آج بھی یہ بیرونی مشکل درپیش ہے کہ ہم آج بھی اپنے وجود کو باقی رکھنے کی جد و جہد میں دن رات مصروف ہیں۔ آج بھی ہمیں اپنے تحفظ کی جنگ میں دن رات لگانا پڑ رہا ہے بلکہ اگر یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ اب تو پہلے سے زیادہ لگانا پڑ رہا ہے۔ خاص طور پر جب 9/11 کا واقعہ ہوا اور 9/11 کے واقعہ کے بعد جس طرح ہدف اسلام اور مسلمانوں کو بنا لیا گیا اور پھر اسلام اور مسلمانوں کو سب سے بڑی دینی رہنمائی مدارس سے ملتی ہے تو عالمی ایجنڈے میں سرفہرست دینی مدارس آگئے اور اس ایجنڈے میں جب دینی مدارس آئے خاص طور پر یہ جنوبی ایشیا اور ساؤتھ ایشیا کے مدارس تو ان مدارس کو پھر از سر نو وہ تمام تر جد و جہد کرنا پڑی جو مغربی استعمار کے دور میں ان مدارس نے اپنے تحفظ اور بقاء کے لئے کی تھی۔ میں ایک تاریخی حقیقت بتاتا چلوں کہ ہمارے مسلمان نما حکمران بھی ہر دور میں یہ سوچتے رہے کہ کس طرح ہم ان مدارس کو کنٹرول کریں ہم کس طرح ان مدارس کو سرکار کے دائرہ عمل میں لے آئیں اور وہ بھی وہی بولی بولتے رہے اور بولتے ہیں جو انکے بیرونی آقا بول رہے ہیں یا ان سے بلوا رہے ہیں۔ پہلی کوشش حکومت کی یہ رہی اور اب بھی ہے کہ ہم کس انداز سے ان مدارس کو اپنے کنٹرول میں لے آئیں اس کے لئے مختلف قوانین مختلف اقدامات کا اعلان اور مختلف بورڈ بنائے جاتے رہے اور بنائے جاتے ہیں خواہ وہ دور بھٹو کا ہو اس سے پہلے ایوب خان کا ہو یا اسکے بعد ضیاء الحق مرحوم کا ہو یا موجودہ دور ہو یا اس سے پہلے پرویز مشرف کا دور ہو خاص طور پر جیسے میں نے عرض کیا کہ 9/11 کے بعد تو ہم پر ایک بہت بڑا دباؤ آیا اور وہ دباؤ اب تک باقی ہے اور اسمیں پہلی کوشش ہر حکومت کی یہ رہی اب یہ کوشش زیادہ منظم ہوتی جا رہی ہے اور اب

Marfat.com

اس کوشش میں باہر کی دنیا کھل کر سامنے آ گئی ۔ پہلے وہ پس پردہ تھے پہلے وہ خفیہ تھے اب وہ اعلانیہ اور ظاہر ہیں اور اب وہ زیادہ تیاری کے ساتھ سامنے آ گئے ہیں اور واضح طور پر یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ جناب ان مدارس کو بند کیا جائے ان مدارس کو کنٹرول کیا جائے ۔ باقاعدہ سعودی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کو بند کریں ۔ یہ جبر پوری دنیا پر آیا ہے۔ میں نے ایک دفعہ اسلام آباد میں مصر کے سفیر سے ملاقات کی میں نے ان سے کہا کہ ہمیں اور آپکو اور سعودی عرب اور عالم اسلام کو ملکر دینی علوم کے تحفظ اور اشاعت کے لئے ایک مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے اسلئے کہ جہاں یہ دباؤ عالمی استعمار کا پاکستان پر ہے وہی وہاں سعودی عرب اور مصر پر بھی ہے اور وہی دباؤ شام پر بھی ہے وہی دباؤ دنیا کے دیگر اسلامی عرب ممالک پر بھی ہے۔ اگر چہ اس دباؤ میں تھوڑا بہت فرق ہے کہ یہ دباؤ ہم پر زیادہ اور آپ پر یہ دباؤ کم ہوگا لیکن یہ ہر جگہ موجود ہے لہٰذا ہمیں ملکر کوئی حکمت عملی بنانی چاہئے۔

پہلا چیلنج

پہلی کوشش جو چیلنج ہے وہ یہ کہ آپکو معلوم ہوگا کہ پرویز مشرف نے مدارس کی رجسٹریشن اور لیگ لائیز کرنے کے عنوان پر کہ ہم انکو ایک ریگولیٹری اتھارٹی کے تحت لانا چاہتے ہیں صرف مدارس کی رجسٹریشن کرنا چاہتے ہیں ایک ایسا قانون تیار کروایا تھا جسکو کابینہ نے بھی منظور کرلیا تھا اگر وہ قانون آجاتا تو آپکے مدارس کے انتظامی ، مالیاتی ، تعلیمی ، تمام تر معاملات سرکاری کنٹرول میں چلے جاتے ۔حتی کہ آپ بنک میں اکاؤنٹ بھی اپنی مرضی سے نہ کھلوا سکتے تھے، آپ اپنے اساتذہ کو اپنی مرضی سے نہ رکھ سکتے تھے ،آپ کسی ملازم کا تقرر اور اسکا اختیار بھی خود نہ

Marfat.com

رکھتے یہ سب گورنمنٹ کی اتھارٹی اور کنٹرول میں جاتا جسکا وفاق المدارس نے تمام وفاقوں سے ملکر دفاع کیا اور پرویز مشرف جیسا امر بھی اپنے اس قانون کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔

آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انکی کیا کوششیں رہتی ہیں کہ ہم ان مدارس کو کس طرح کنٹرول کرلیں جب ان سے میٹنگ ہوتی ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ آپکا مقصد جو ہمیں سمجھ میں آتا ہے نیت تو اللہ جانتا ہے مگر ظاہری حالات اور اقدامات سے جو بات سمجھ آتی ہے کہ آپ مدارس کی خیر خواہی اور ہمدردی کے نام پر آپ مدارس کو مین اسٹیم میں لانے کے نام پر آپ مدارس کو قومی دھارے میں لانے کے نام پر آپ مدارس کی بہتری کے نام پر آپ مدارس کے لوگوں کو نوکریاں دینے کے نام پر دراصل ان مدارس کو گورنمنٹ اور سرکار کے کنٹرول میں لانا چاہتے ہیں۔ یہ مستقل ایک چیلنج ہے جو ہمیں درپیش ہے کہ ہم نے اپنے اس آزادانہ اور جدا گانہ تشخص کو اور کردار کو کس طرح باقی رکھنا ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک مستقل مسئلہ ہے۔

ایک مجلس میں وزیر داخلہ معین الدین حیدر موجود تھے، ہمارے محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب جو اس زمانے میں وفاقی وزیر مذہبی امور تھے موجود تھے، وزیر تعلیم زبیدہ جلال بھی موجود تھیں اور کچھ حکومت کے جرنیل بھی موجود تھے۔ میں اپنی آپ بیتی آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔ جنرل معین الدین حیدر نے کہا کہ مولانا آپ گورنمنٹ کا کوئی کنٹرول اپنے مدارس میں قبول کرنے پر کیوں تیار نہیں۔ کوئی عمل دخل کوئی کردار دینے کو کیوں تیار نہیں ہیں ہم تو آپ کے مددگار بننا چاہتے ہیں اور یہ سوال بھی اٹھایا کہ کیا دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک میں اس طرح کے آزاد دینی مدارس کہ حکومت کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ نہ اس کے نصاب تعلیم میں، نہ نظام تعلیم میں، نہ نظام امتحان میں، نہ نظام مالیات میں اور نہ ہی انتظامی شعبوں میں

Marfat.com

اس کی کوئی مثال ہے۔ کہنے لگے کہ مولانا سعودی عرب جہاں اسلام اترا ہے جہاں قرآن اترا ہے اور اسی طرح مصر، سوریا، عراق، کویت اسی طرح تمام اسلامی اور عرب ممالک ہیں کیا انمیں اسطرح کے تعلیمی ادارے جو آزادانہ طور پر موجود ہوں ایسے مدارس موجود ہیں؟ جب وہاں نہیں تو آپ یہاں پر ہمیں اپنے ان مدارس میں آنے کی اجازت دینے کو کیوں تیار نہیں؟

تو میں نے ان سے کہا کہ محترم میرا جواب اطمینان سے سنیئے۔ آپ کی شہرت یہ ہے کہ آپ سناتے ہیں سنتے نہیں تو آج آپکی ہم نے سنی اب آپکو بھی ہماری سننی ہوگی۔ کہنے لگے ضرور ضرور مولانا۔ میں نے کہا کہ میرے کچھ جوابات الزامی ہیں اور کچھ میرے جوابات حقیقی اور تحقیقی ہیں۔ فرمانے لگے کیجئے میں نے کہا کہ آپ نے یہ سوال اٹھایا کہ دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک میں آزاد مدرسے نہیں ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک کے پاس ایٹم بم ہے؟ نہیں۔ صرف پاکستان کے پاس ہے۔ میں نے کہا کہ آپنے کیوں بنایا آپ کیوں مسلم دنیا سے الگ ہوئے؟ آپ نے اپنا الگ راستہ کیوں اختیار کیا؟ آپ امت مسلمہ کے 58 ممالک کے ساتھ کیوں کھڑے نہیں ہوئے؟ آپ نے ایٹم بم بنا کر کیوں علیحدہ راہ اختیار کی۔ تو فوراً کہنے لگے مولانا آپ عجیب آدمی ہیں اگر ایٹم بم نہ ہوتا تو ہندوستان اب تک ہم پر حملہ کر کے ہمیں تہس نہس کر چکا ہوتا۔ ان دنوں پاکستان اور بھارت کی کشیدگی چل رہی تھی اور پاکستان اپنی فوجیں بارڈر پر لے آیا تھا مجھ سے کہنے لگے کہ یہ صرف پاکستان کا ایٹم بم ہے جس نے ہندوستان کے قدموں کو روکا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ ماشاء اللہ بات اب سمجھے۔ جس طرح پاکستان کے جغرافیے اور اسکے بارڈر کے تحفظ میں ایٹم بم نے کردار ادا کیا ہے اور ہندوستان حملہ نہیں کر سکا اسی طرح مسلمانوں کے عقیدے اور انکی ثقافت پر دشمن

Marfat.com

کے حملے کو ان مدارس نے روکا ہوا ہے جس طرح ملک کی جغرافیائی سرحدوں کے لئے ایٹم بم ضروری ہے اسی طرح مسلمانوں کی نظریاتی سرحدوں کے حفاظت کے لئے مدارس آزادانہ ضروری ہیں اور جیسا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ ان مسلمان ملکوں کو بھی ایٹم بم بنانا چاہئے۔ میں کہوں گا ان مسلمان ملکوں کو جن کے آپنے ابھی نام لئے ہیں اور حوالہ دیا ہے انکو بھی ایسی اجازت دینی چاہئے کہ وہاں پر آزادانہ مدارس ہوں جن میں حکومت کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ وہاں آج مولوی حق بات نہیں کہہ سکتا وہ آج اپنی جمعہ کی تقریر میں گورنمنٹ کی طرف سے آیا ہوا خطبہ پڑھ دیتا ہے۔ وہ گورنمنٹ کی اسلام کی خلاف باتوں پر تنقید نہیں کرسکتا اور آج یہاں حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر نہیں بلکہ اگر کسی حاکم کے ہاتھ میں شراب کا جام ہے تو مولوی میں یہ جرأت اس مدرسے نے پیدا کی کہ وہ اسکے ہاتھ سے ٹیکر اسکو زمین پر پھینک دیتا ہے اور وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ یہ وزیر اعظم ہے۔ تو اس لحاظ سے ہمارے لئے ایک بڑا چیلنج کہ ان مدارس کے نظام اور سسٹم کو باقی رکھنا ہے اور پھر میں نے ان سے کہا کہ جناب معین الدین حیدر صاحب! جہاں تک آپ نے کہا کہ کسی بھی مسلمان ملک میں اس طرح کے آزاد مدارس نہیں یہ بھی غلط ہے خود سعودی عرب میں مدرسہ صولتیہ موجود ہے وہ ایک ایسا مدرسہ ہے جو اپنا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم دیتا ہے۔ ڈھونڈنے سے اور کئی مسلمان ملکوں جیسا کہ بنگلہ دیش ایک مسلمان ملک ہے وہاں بھی آزادانہ نظام موجود ہے میں نے کہا کہ آپ اسلامی ملکوں کی بات کرتے ہیں ہندوستان جو ایک سیکولر ملک ہے اصل میں وہ ایک ہندو ملک ہے وہاں پر آزادانہ نظام موجود ہے وہاں مدارس بڑی آزادی سے کام کررہے ہیں۔ خود امریکہ میں خود برطانیہ میں ساؤتھ افریقہ میں ایسے مدرسے بن گئے ہیں جن کو انکی حکومتوں نے انکو اجازت دی ہے جنکا نصاب تعلیم تقریباً وہی ہے بنیادی

Marfat.com

اعتبار سے جو ہمارے مدارس کا ہے۔ اسی طرح اقوام متحدہ کا چارٹر اور پاکستان کا آئین اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہر مذہب کا ماننے والا اپنے مذہب کی تعلیم کا انتظام کرنے مین آزاد ہے۔ اگر پاکستان میں کرسچن کے اداروں پر کوئی پابندی نہیں ہے یہاں ہندوؤں اور سکھوں کے تعلیمی اداروں پر کوئی پابندی نہیں ہے تو مسلمانوں کے تعلیمی اداروں پر آئین پاکستان کی رو سے آپ کیسے پابندی لگا سکتے ہیں؟ اور پھر میں نے ان سے کہا کہ ہم جو گورنمنٹ کی مداخلت ان مدارس میں نہیں پسند کرتے اسکی وجہ ہمارے ذاتی مفادات نہیں ہیں ہمارے ذاتی اغراض نہیں ہیں کہ اگر گورنمنٹ آتی ہے تو میں مہتمم نہیں رہوں گا یا اگر گورنمنٹ آگئی تو میری تنخواہ کم ہو جائیگی نہیں۔ میرے مالی مفادات تو بڑھ جائیں گے ہم جو گورنمنٹ کی مداخلت سے انکار کرتے ہیں اس کی وجہ حقائق ہیں۔ کہنے لگے کیا حقائق ہیں؟ میں نے کہا کہ دیکھئے۔

بھٹو کے دور میں بہت سے تعلیمی ادارے نیشنلائز کئے گئے حکومت نے کہا کہ اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کو ہم چلائیں گے۔ کتنے اسکول تھے جو گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لئے تھے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ وہ اسکول یا وہ تعلیمی ادارے چلے یا بند ہو گئے انکا معیار بڑھا یا نیچے آیا؟ اور اب آپ منت کر کے ان پرائیویٹ مالکوں کو ان کے اسکول واپس کر رہے ہیں یا نہیں؟ آپ منتیں کر رہے ہیں کہ تعلیمی ادارے واپس لے لو۔ میں نے اسوقت بھی ان سے یہ کہا کہ وہ اسکول اور وہ عصری تعلیم کے ادارے جن میں ان حکومت کے لوگوں نے پڑھا بیوروکریسی نے پڑھا جو اس سسٹم سے واقف ہیں جب وہ ان اداروں کو نہیں چلا سکے تو ہمارے مدارس میں حکومت کے لوگوں نے ایک دن بھی نہیں پڑھا آئے بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ بتا سکتے ہیں کہ ایساغوجی کس فن کی کتاب

Marfat.com

ہے؟ خاموش ہو گئے ۔تو میں نے کہا کہ جب آپ کے لوگ ان اسکولوں کے پڑھے ہوئے حکومتی سیکٹر میں آنے کے بعد ان اداروں کو نہیں چلا سکے تو مدارس کی یہ الف، ب سے بھی واقف نہیں یہ انکو کیسے چلا سکتے ہیں؟

دوسرا میں نے ان سے کہا کہ جناب پوری دنیا میں تعلیم پرائیویٹ سیکٹر میں ہے گورنمنٹ صرف اپنی ایک نگرانی اور ایک رہنما اصول دیتی ہے دنیا کے تمام ملکوں میں خواہ وہ امریکہ ہو یا برطانیہ ہو آپ جائزہ لے لیں آپکو تعلیم پرائیویٹ سیکٹر میں نظر آئیگی آپ یہاں گورنمنٹ کے انڈر لینا چاہتے ہیں ۔پھر میں نے کہا کہ بھٹو کے دور میں کتنے صنعتی ادارے نیشنلائز کئے گئے اور کہا گیا کہ فیکٹریاں اور کارخانے حکومت چلائیگی میں آپ سے پوچھتا ہوں وہ فیکٹریاں اور کارخانے بند ہو گئے یا نہیں؟ اب آپ وہ پرائیویٹ مالکان کو واپس کر رہے ہیں یا نہیں؟ کہنے لگے کہ وہ بند ہو گئے اور پرائیویٹ مالکان کو واپس کئے جا رہے ہیں ۔میں نے کہا کہ آپ نے مستقل پرائیویٹائزیشن کا ادارہ قائم کیا ہوا ہے تمام اداروں کو آپ پرائیویٹ کر رہے ہیں مالیاتی اداروں میں آپ دیکھیں کہ بینکوں سے سیاسی لوگوں نے قرضے لیکر بینکوں کو دیوالیہ کر دیا اور آپ منتیں کر رہے ہیں کہ بینک ہم واپس کر رہے ہیں اور آپ وہ تمام بینک جو نیشنلائز تھے تمام بینک پرائیویٹ لوگوں کو دے رہے ہیں۔ آپ نے مسلم بینک بیچا، آپ نے یو بی ایل بیچا، آپ نے حبیب بنک بیچا، تمام بنک آپ نے بیچ دیئے ۔مواصلاتی ادارے ریلوے، ٹیلیفون اور پی ۔آئی ۔اے۔ یہ تمام آپکے خسارے میں جا رہے ہیں آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم مواصلاتی ادارے بھی پرائیویٹ لوگوں کو دے کے لئے تیار ہیں ۔تو میں نے کہا کہ مجھے سمجھایئے کہ جو حکومت تعلیمی ادارے نہیں چلا سکی صنعتی اور مواصلاتی اور مالیاتی ادارے نہیں چلا سکی اور میں نے کہا کہ آپ نے بنی بنائی مسجدیں اپنے قبضہ میں لے لیں بنائیں تو

Marfat.com

نہیں مگر محکمہ اوقاف نے اپنے قبضہ میں لے لیں آپ میرے ساتھ کسی شہر میں چلیں اور ایک مسجد جو پرائیویٹ سیکٹر میں ہے اور ایک مسجد جو محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام ہے دونوں میں آپکو میں زمین و آسمان کا فرق دکھاؤں گا۔ دونوں کی صفائی، دونوں کے اماموں کی حاضری کی پابندی، دونوں میں وہاں کے علاقے کے بچوں کی تعلیم، یہ تمام تعلیم و تبلیغ کا کام میں آپکو دکھاتا ہوں کہ پرائیویٹ سیکٹر کی مسجد کیا کردار ادا کر رہی ہے اور محکمہ اوقاف کی مسجد کیا کردار ادا کر رہی ہے۔

جب آپ حضرات مذہبی ادارے، تعلیمی ادارے، صنعتی اور مواصلاتی ادارے مالیاتی ادارے نہیں چلا سکے تو دینی مدارس جن میں آپ نے ایک دن بھی نہیں پڑھا ہے آپ اسکو کیسے چلا سکتے ہیں۔ ہم جو دینی مدارس کی آزادی کی بات کرتے ہیں اور خود مختاری کی بات کرتے ہیں وہ یاد رکھئے اپنے کسی مفاد کے لئے نہیں ہے۔ وہ دین اسلام کو اصل شکل میں باقی رکھنے کے لئے وہ دینی علوم کی حفاظت کے لئے ہم کرتے ہیں۔ اسلئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ پرائیویٹ طور پر رہیں، آزاد رہیں اور خود مختار رہیں تاکہ قرآن وسنت کے علوم اپنی اصل اور مکمل شکل میں باقی رہیں اور مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ الحمدللہ اس تمام تر بحث کے بعد ہی وہ اس بات پر تیار ہوئے تھے کہ جو انہوں نے قانون ہمارے سامنے رکھا تھا انہوں نے کہا کہ ہمیں آپکے دلائل سے اتفاق ہے ہم اسکو واپس لیتے ہیں۔ الحمدللہ! تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ مستقل چیلنج ہے جو آج بھی ہے مدارس کو کس طرح کنٹرول کرنا ہے؟ اور یا یہ کہ مدارس کے اندر جدید علوم لاکر انکے دینی نصاب کو کسطرح تحلیل کرنا ہے اور اسکو کیسے غیر مؤثر کرنا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ ہم مدارس میں انگریزی پڑھائیں، ریاضی، جغرافیہ، معاشرتی علوم، مطالعہ پاکستان پڑھائیں۔ ہمیں اس سے اتفاق ہے لیکن کیا ہے انکے پیش نظر دلوں

Marfat.com

کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے لیکن جو ابتک کے تجربات بتاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ان چیزوں کو لاکر قرآن وسنت کی اہمیت کو کم کردینا یا اسکو غیر موثر کردینا ہے۔ مدارس کو یہ ایک مستقل چیلنج درپیش ہے۔

دوسرا چیلنج: دوسرا جو مستقل چیلنج ان مدارس کو درپیش ہے وہ ہے عالمی میڈیا اور ذرائع ابلاغ۔ 9/11 کے بعد مستقل ہدف بنا لیا گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں دیانتداری کے ساتھ کہ موجودہ جنگ دہشتگردی کے خلاف جنگ نہیں ہے بلکہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ ہے اور یہ میری رائے نہیں ہے بلکہ خود امریکنز کی رائے ہے خود یورپ کے بہت سے دانشوروں کی رائے ہے کہ سویت یونین ٹوٹنے کے بعد انہوں نے اپنا ہدف اب اسلام اور مسلمانوں کو بنایا ہے۔ میں اسپر اپنے چند دلائل رکھتا ہوں۔

۱۔ سوئزرلینڈ میں مسجد کے میناروں پر پابندی لگائی گئی کہ مسلمان مینار نہیں بنا سکتے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں سوئزرلینڈ میں کوئی دہشتگردی ہوئی؟ وہاں کوئی دہشتگرد موجود ہے؟ دہشتگردی کا کوئی واقعہ پیش آیا؟ مینار بھی دہشتگرد ہوتا ہے؟ مینار خود بخود بھی کوئی میزائل چلاتا ہے؟ لیکن یہ پابندی کیوں لگائی گئی اسلئے کہ ہدف اسلام اور مسلمان ہیں۔

۲۔ فرانس میں حجاب اور پردے پر پابندی لگائی گئی۔ کیا فرانس میں کسی عورت نے برقع پہن کر بم چلایا؟ کیا وہاں دہشتگردی کے کوئی مسلسل واقعات پیش آئے؟ کیا وہاں کوئی دہشتگرد موجود ہیں؟ کیا وہاں سکھوں کی پگڑی پر اور یہودیوں کی ٹوپی پر پابندی عائد کی گئی؟ صرف مسلمانوں کی پہچان، شناخت اور مذہبی تشخص پر پابندی کیوں لگائی گئی؟ اس لئے کہ ہدف اسلام اور مسلمان ہیں اور آج ہمارے نام نہاد دانشور پاکستان میں لکھ رہے ہیں کہ مسلمان اگر ان ملکوں میں رہنا چاہتے

Marfat.com

ہیں تو اپنی مذہبی شناخت سے دستبردار ہو جائیں انا للہ وانا الیہ راجعون کبھی یہ تو نہیں کہا کہ مسلمان ملکوں میں رہنے والے غیر مسلم اپنی شناخت سے دستبردار ہو جائیں۔ یہاں راہب اپنا تشخص برقرار رکھے اور آج مسلمان کو کہا جا رہا ہے کہ تم نے امریکہ اور برطانیہ میں رہنا ہے تو تم اپنی شناخت کو بھول جاؤ۔ کیوں اسلئے کہ ہدف اسلام اور مسلمان ہیں۔

۳۔ حضور ﷺ کے توہین آمیز کارٹون اور خاکے۔ کیا انکے پیغمبر یا انکی کسی مذہبی شخصیت کے خاکے مسلمانوں نے چھاپے تھے؟ کیا ان خاکوں اور کارٹون بنانے والوں کے ساتھ نعوذ باللہ کوئی دہشتگردی کا واقعہ پیش آیا تھا نہیں آیا؟ یہ خاکے اور مقابلے اس لئے ہیں کہ ہدف اسلام اور مسلمان ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں کہ پاکستان سے باہر اور مسلمان ملکوں سے باہر جو الزام اسلام اور مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے پاکستان میں وہی الزام مدارس پر اور مولویوں پر لگایا جاتا ہے۔ یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ مدارس دہشتگردی کے مراکز ہیں کیونکہ مسلمان ملک ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمان دہشتگرد ہیں۔ یہاں کہیں گے کہ مدارس دہشتگردی کے مراکز اور مولوی دہشتگرد ہیں۔ آپ برطانیہ اور یورپ میں جائیں تو وہاں الزام یہ لگے گا کہ اسلام دہشتگرد ہے مسلمان دہشتگرد ہیں۔ یہاں تو ہم وقایہ اور کفایہ بنے ہوئے ہیں۔ الزام جو ہم پر لگا رہے ہیں اصل میں ہمارا نام لیکر اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جنگ دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے اس پر میں کئی دلائل اور حوالے دے سکتا ہوں۔

عالمی میڈیا اور ذرائع ابلاغ جو ہے وہ انکے کنٹرول اور قبضے میں ہے اور آج میڈیا کا دور ہے۔ پہلے تھنک ٹینک (Think Tank) ایک پلان بناتا ہے پھر اسکے مطابق فضا بناتا ہے۔ آج جنوبی پنجاب میں کوئی دہشتگرد نہیں ہے۔ وزیر

Marfat.com

داخلہ چار دن پہلے کہتا ہے کہ وہاں دہشتگردوں کے خلاف آپریشن ہوگا۔ چار دن کے بعد کہتا ہے کہ وہاں کوئی دہشتگرد نہیں ہے آپریشن نہیں ہوگا۔ اپنے بیان کی خود نفی کرتا ہے۔ صوبہ پنجاب جسکا اپنا کنٹرول ہے جسکا وزیر اعلیٰ چیف ایگزیکٹو ہے وہ کہتا ہے کہ وزیر داخلہ غلط کہہ رہا ہے ہمارے پنجاب میں کوئی دہشتگرد نہیں ہے۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ میڈیا وار ہے یہ ایک تھنک ٹینک ہے جس نے یہ پروگرام بنایا ہے کہ اس نے جنوبی پنجاب کے معدنیات اور ذخائر پر پہنچنا ہے۔ ڈیرہ غازی خان کا علاقہ معدنیات کا علاقہ ہے اور ذخائر ہیں۔ تو اپنے آنے کا جواز پیدا کرنے کے لئے ایسے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ آج پوری دنیا میں مدارس کی جو تصویر پیش کی جارہی ہے اور خاص طور پر یورپ کے سامنے وہ تصویر کہ جب ایک زمانے میں یورپ پر مذہبی لوگ تشدد کرتے رہے۔ جب یورپ مذہب سے بیزار ہوا اور مذہبی بیزاری انکی درست تھی کہ مذہب نے وہاں ظالموں کا اور جاگیرداروں کا ساتھ دیا۔ وہاں مذہب سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں رکاوٹ بنا۔ لیکن مسلمانوں اور علماء نے آج تک بادشاہوں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا ساتھ نہیں دیا بلکہ مقابلہ کیا اور سزائیں کاٹی ہیں۔ آج تک اسلام اور مولوی کسی ترقی اور کسی سائنس اور ٹیکنالوجی کی ایجادات میں رکاوٹ نہیں بنا ہے۔ لیکن وہاں مدارس کا یہ تصور اور منفی پروپیگنڈا پیش کیا جارہا ہے جسکی وجہ سے آج مدارس کو سب سے بڑا چیلنج یہ عالمی میڈیا ہے یہ ذرائع ابلاغ ہیں یہ چند ایک وہ چیلنجز ہیں جو مدارس کو باہر سے درپیش ہیں۔ ان مدارس کی کردارکشی ایک منظم اور مربوط انداز میں کی جارہی ہے یہ میرے نزدیک اس وقت میں سب سے بڑا چیلنج ہیں۔

تیسرا چیلنج: ایک بڑا چیلنج جو انکے مقصد کے طور پر ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا اپنے مدارس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ رشتہ اور عوام کا زیادہ سے زیادہ تعلق قائم کرنا

Marfat.com

کیونکہ مخالفین کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کا رشتہ مدرسے سے ٹوٹ جائے مسجد سے ٹوٹ جائے۔ یہ ایک چیلنج ہے کہ ہم نے آنے والے دنوں میں اور موجودہ دنوں میں کس طرح سوسائٹی کا، محلے کا، شہر کا، ملک کے عوام کا اپنے ساتھ رشتہ جوڑنا ہے اور کیسے ہم نے انکو اپنے قریب رکھنا ہے؟ تا کہ اگر خدانخواستہ مدارس پر کوئی حملہ ہوتا ہے تو یہ عوام اسکے مقابلے کے لئے سڑکوں پر آئے اور ہمارے ساتھ کھڑی ہو۔ یہ ہمارے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

داخلی چیلنجز

مختصراً اب میں داخلی چیلنجز کے بارے میں گفتگو کرنا چاہوں گا۔ ہمارے داخلی اور اندرونی چیلنجز جو ہیں ان پر ہمیں توجہ دینے کی ضرورت ہے اور ہمیں ان چیزوں کو نظر انداز نہیں کرنا ہے۔

پہلا داخلی چیلنج: پہلا اندرونی چیلنج اپنی تعلیم وتربیت کا معیار ہے ہم آپس میں بیٹھے ہیں ہمیں اپنا جائزہ لینا ہے باہر کی دنیا میں جب ہم بات کریں گے تو وہاں مدارس کے مثبت کردار کو سامنے لائیں گے انکی خدمات کو سامنے لائیں گے اس میں وہ چیزیں نہیں لائیں گے جن پر انگلی اٹھائی جاسکتی ہو لیکن آج میں سمجھتا ہوں ہمیں اپنے مدارس میں جو ایک بہت بڑے چیلنج کا سامنا ہے وہ ہماری تربیت کا انحطاط ہے۔ اس پر میں تفصیل سے عرض نہیں کرتا آپ مجھ سے خود زیادہ جانتے ہیں کہ اب وہ محنتی اور مخلص اور ذہین اساتذہ بھی نہیں ہیں۔ وہ محنتی اور ذہین اور ادب اور ذوق علم رکھنے والے طلباء بھی نہیں رہے۔ طالب علم میں علم کا ذوق استاد پیدا کرتا ہے اور طالبعلم کا سب سے بڑا مربی اسکا استاد ہوتا ہے۔

ہمارے بزرگوں نے جو یہ کہا کہ جب تک طالبِ علم درس نظامی کی تکمیل وتعلیم نہ کرلے اس وقت تک وہ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق بھی قائم نہ کرے

Marfat.com

۔حضرت تھانویؒ نے اپنے ملفوظات میں روکا ہے کہ طالب علم دورے کا بھی ہو یا تخصص کا بھی ہو کسی شیخ سے اصلاحی تعلق قائم نہ کرے فراغت کے بعد کرے کیوں ؟اس لئے کہ یہ ضرورت اس کی اس زمانے میں اسکا استاد پوری کرتا ہے لیکن کیا آج استاد اس معیار پر ہے؟ کیا استاد کا بھی کسی اللہ والے سے تعلق ہے؟ کیا اس نے بھی کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے؟ کیا اپنے آپکو کسی کے سپرد کیا ہے؟ کیا اسنے اپنی اصلاح کروائی ہے؟ کیا وہ کسی کی تربیت میں آیا ہوا ہے یا نہیں؟ یہ ہمارے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے ۔اسکی وجہ سے طلباء کی تربیت میں کچھ کمی آئیگی۔ ہمارا امتیاز یہ روحانیت ہے میں سمجھتا ہوں دارالعلوم دیوبند کا امتیاز تعلیم، جہاد، تصوف اور روحانیت ہے۔ یہ دارالعلوم دیوبند کا امتیاز ہے اور آج ہماری تربیت کم ہوتی جارہی ہے اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا طالبعلم اپنے بڑوں کے خلاف ایک رائے قائم ہی نہیں کرتا بلکہ اسپر اصرار بھی کرتا ہے آج چھوٹے بڑا بننے کی کوشش کررہے ہیں آج چھوٹے اپنے بڑوں کی اسطرح اطاعت نہیں کرتے جیسے ہمارے اکابر میں اپنے اکابر کی اطاعت تھی۔

میں نے یہ سنا ہیکہ گنگوہ میں ایک عرس ہوا کرتا تھا حضرت گنگوہیؒ نے منع کیا ہوا تھا کہ جن تین دنوں میں یہ عرس ہوتا ہے ان دنوں میرے تعلق والے یہاں نہ آئیں تاکہ انکے آنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ اس عرس پر آئے ہیں۔اسکی کہیں مدد اور تائید اور حمایت نہ ملے ۔حضرت شیخ الہندؒ ہر جمعرات کی شام کو دیوبند سے تشریف لاتے تھے اپنے استاد کو ملنے کے لئے ۔انکو پابندی کا علم نہ تھا وہ تشریف لائے۔ حضرت گنگوہیؒ کے پاس پہنچے رات کے وقت پہنچے اور دیوبند سے گنگوہ کوئی قریب نہیں ہے اس زمانے میں سواریاں بھی نہ تھیں بہرحال جس طرح بھی وہ پہنچے حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کیوں آئے؟ کہا حضرت آپ کی زیارت کے لئے۔فرمایا

Marfat.com

کہ تمہیں پتہ نہیں ہے کہ میں نے ان تین دنوں میں منع کیا ہوا ہے کہ کوئی بھی ان دنوں میں میرے پاس نہ آئے۔ تو انہوں نے فرمایا حضرت مجھے پتہ نہ تھا۔ فرمایا ابھی واپس جاؤ۔ سلام کیا دعاء کے لئے درخواست کی۔ حضرت شیخ الہندؒ رات کے اندھیرے میں واپس ہونے لگے۔ باہر نکلے ایک خادم آیا حضرت گنگوہی کا اور تعلق والا تھا اس نے کہا کہ رات کا وقت ہے خطرناک راستہ ہے کوئی کار تو آپ کے پاس ہے نہیں آپ کیسے جائیں گے؟ آپ میرے گھر میں آرام کر کے صبح چلے جائیں۔ فرمایا نہیں میرے استاد نے کہا کہ ابھی چلے جاؤ۔ اس نے کہا کہ چلو میرے ساتھ کھانا کھالو بھوک لگی ہے اور کھانا کھا کے چلے جانا۔ حضرت شیخ الہندؒ کا جواب سنیے ''اپنے استاد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ میرے استاد نے اتنا نہیں کہا کہ چلے جاؤ بلکہ یہ کہا کہ ابھی چلے جاؤ اگر میں رکا تو یہ میرے استاد کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی نہ کھانا کھاؤں گا نہ ٹھروں گا بلکہ ابھی واپس جارہا ہوں'' اسی وقت واپس ہو گئے یہ تھے حضرت شیخ الہندؒ۔ اور آج ہمارے ہاں تعلیم و تربیت کا انحطاط ہو رہا ہے ہمیں اسکو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ مدارس صرف تعلیمی ادارے نہیں ہیں بلکہ تربیتی ادارے بھی ہیں ہمیں اسکی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح میرے دوستو اور بھائیو! ہمیں اپنے طور پر مدارس میں عصری علوم اور جدید علوم دینے چاہئیں۔ یہ ہماری دینی ضرورت ہے۔ یہ ہمارے دین کے تقاضے ہیں۔ لہٰذا ہمیں آج سائنس، ریاضی، مطالعہ پاکستان، تاریخ، معاشرتی علوم یہ تمام چیزیں ہمیں از خود اپنے نصاب میں اور نظام میں لانی چاہئیں، اس لئے کہ ہمارے بہت سے دینی علوم کو صحیح معنوں میں آگے پہنچانے کے لئے ضرورت ہے۔ اسی طرح ہمیں عالمی اور علاقائی زبانوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ میں نے کہا تھا کہ زبان خود کوئی علم نہیں ہوا کرتی لیکن افادے اور استفادے کا سب سے بڑا

Marfat.com

ذریعہ زبان ہوا کرتی ہے۔ آج اگر ہم اسلام کو ان بے دینوں میں پہنچانا چاہتے ہیں تو ہمیں انگریزی زبان سیکھنی ہوگی ہمیں عربی زبان میں مشق کرنی ہوگی۔ ہم آٹھ نو سال تک پڑھتے رہتے ہیں عربی میں لیکن مشق نہیں کرتے۔ ہمیں اسلام کی خدمت ،دفاع اور اشاعت کے لئے ان زبانوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

دوسرا داخلی چیلنج: ہمارے لئے ایک چیلنج یہ ہے کہ ہمارے پاس سوسائٹی کا ایک مخصوص طبقہ آتا ہے اور جو ہمارے پاس نہیں آتا اس تک دین کیسے پہنچائیں؟ یہ ہمارے لئے ایک چیلنج ہے کہ ہم عام مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے ایک ایسا نظام بنائیں کہ جہاں دارالعلوم الاسلامیہ سے فائدہ پشاور اور کوئٹہ کے طالبعلم کو ہو رہا ہے وہاں کامران بلاک کے لوگ محروم نہ رہیں۔ اسی طرح ہر مدرسہ اپنے ماحول کے لوگوں کی رہنمائی کے لئے کوئی نظام بنائے۔

اگر ہمارے پاس تبلیغی جماعت نہ ہوتی حضرت مولانا الیاسؒ کی تو عام آدمی کا تعلق ہمارے دین سے بالکل نہ ہوتا یا برائے نام سا ہوتا۔ یہ انہوں نے ضرورت پوری کی لیکن وہ طلب پیدا کرتے ہیں وہ تڑپ پیدا کرتے ہیں اب اسکو آگے تعلیم دینا اور دینی تعلیم کا نظام مہیا کرنا یہ مدارس کی ذمہ داری ہے۔

تیسرا داخلی چیلنج: اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ آج یہ بھی چیلنج مسلمانوں کے لئے ہے کہ مغربی فکر اور فلسفہ اور مغربی تہذیب یہ مستقل اور منظم انداز میں اب حملہ آور ہے۔ یہ یلغار ہے یہ اسلامی تہذیب اور ثقافت کے خلاف جو یلغار ہے۔ ہمارے ہاں علماء کو پتہ ہی نہیں ہے کہ مغربی فکر کیا ہے؟ مغربی تہذیب کیا ہے؟ مغربی فلسفہ کیا ہے؟ ہم نے یونانی فلسفے کو پڑھا اور سیکھا اسکا رد بھی ہم نے کیا اور کر رہے ہیں۔ وہ اس زمانے کی ضرورت تھی۔ امام غزالیؒ میدان میں آئے۔ ماتریدی میدان میں آئے۔ اسی طرح کئی سارے حضرات امام ابوالحسن اشعری میدان میں آئے۔ یہ

Marfat.com

تمام علماء آئے لیکن آج ضرورت ہے کہ ایسے علماء سامنے آئیں جو مغربی فکر کا اور فلسفے کا بغور مطالعہ کریں اور مطالعہ کر کے اپنے اساتذہ کو بتائیں اور اساتذہ طلباء کو بتائیں تاکہ آج کے حالات سے یہ مسلمان واقف ہو کہ آج کا چیلنج کیا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ پہلی جنگ عظیم جن ہتھیاروں سے لڑی گئی دوسری جنگ عظیم ان ہتھیاروں سے نہیں لڑی گئی دوسری جنگِ عظیم جن ہتھیاروں سے لڑی گئی آج کی موجودہ عالمی جنگ ان ہتھیاروں سے نہیں لڑی جا رہی ہے۔ اب بالکل جنگ مختلف ہے پہلے تلواریں تھیں، نیزے تھے، گھوڑے تھے، دو بدو اور آمنے سامنے لڑنا تھا، اب تو میزائل مار کر لاکھوں ہزاروں میل دور بیٹھا ہے وہ شہر تباہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا آج فکری دنیا میں، علمی دنیا میں بھی ہتھیار مختلف ہو گئے ہیں۔ ان علمی دنیا کے ہتھیاروں کو حاصل کرنا اور آج کے جدید ہتھیار سے اپنے آپ کو لیس کرنا اور اپنے طلباء کو لیس کرنا یہ ہمارے لئے چیلنج ہے۔ اسی مغربی فکر اور تہذیب کا نتیجہ ہے کہ آج جگہ جگہ انگلش میڈیم سکول کھل رہے ہیں انگلش میڈیم کے نام پر مسلمانوں کو اسلام سے دور کر رہے ہیں اسلامی عقائد سے، نظریات سے، ثقافت سے اور تہذیب سے۔ علماء کے لئے چیلنج ہے کہ وہ نسل نو اور موجودہ نسل کے ایمان کی حفاظت کے لئے اب اسکول قائم کریں، کالج اور یونیورسٹیاں قائم کریں۔ جب علماء کی زیر سرپرستی میں یہ ادارے قائم ہوں گے تو انشاء اللہ مسلمانوں کی آئندہ اور یہ نسلیں بھی محفوظ رہ جائیں گی۔

چوتھا داخلی چیلنج: اسی طرح ایک اور چیلنج یہ ہے کہ ہم نے جدید ٹیکنالوجی اور سائنس سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ ہم نے ذرائع ابلاغ اور میڈیا سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ ہمیں جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی جو ایجادات ہیں خواہ اسمیں کمپیوٹر ہو، خواہ اسکے اندر یہ ذرائع ابلاغ ہوں ہمیں انکو اسلام کے لئے استعمال کرنا چاہئے ہمیں انکا بھی علم آنا چاہئے۔ میں نے خیر المدارس میں شعبہ شروع کیا مجھے بڑی

Marfat.com

اچھی لگی وہ بات طالبعلم کی جب میں چند افراد کو معاینہ کروا رہا تھا تو ایک طالب علم نے کہا تھا کہ میں اپنے مدرسے کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے جہاں علم کا ذریعہ کتاب دی، جہاں علم کا ذریعہ استاد دیا،، وہاں انہوں نے اضافہ کر کے مجھے علم کا ایک ذریعہ کمپیوٹر بھی دیدیا۔ جیسا کہ ابھی قاری احمد میاں تھانوی صاحب فرمارہے تھے کہ کتنی چیزیں ایسی ہیں جو کمپیوٹر کے ذریعے حاصل ہوسکتی ہیں۔ میں امریکہ گیا واشنگٹن میں مجھے ایک عالم ملے اور انہوں نے اپنے ہاں میرے لئے جمعے کا انتظام کیا اور جمعے کے بعد مجھے اپنے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گئے۔ مجھے اپنا کمپیوٹر دکھانے لگے کمپیوٹر میں مجھے انٹرنیٹ دکھانے لگے۔ کہنے لگے کہ مولانا! میں نے اپنے اس بند کمرے میں بیٹھ کر ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر میں نے الحمد للہ اس کمپیوٹر کو استعمال کیا اسلام کی تبلیغ کے لئے اسلام کی اشاعت کے لئے۔ جرمنی، فرانس، بیلجیم، نیدر لینڈ وغیرہ سے مجھے لوگ میل کرتے مجھ سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ میں نے اپنا ہدف بنایا تھا قادیانیوں کو،، مرزائیوں کو کہ انکے غلط نظریات اور عقائد کے متعلق میں لوگوں کو بتاؤں گا۔ وہ بتارہے تھے کہ خاص طور پر میں یہ کورس پاکستان سے کر کے آیا تھا۔ عالم تھے کہنے لگے کہ میں نے ۳۵ ڈاکٹروں کو دانشوروں اور وکلاء اور انجینئرز کو مسلمان کیا ہے کمپیوٹر کے ذریعے گھر میں بیٹھ کر۔ تو ہمارے لئے یہ چیلنج ہے کہ ہم ان جدید ذرائع و ابلاغ سے فائدہ اٹھائیں اور ہم انکو مشرف بہ اسلام کریں۔ لوگ انکو کفر کے لئے الحاد کے لئے اور بے حیائی کے لئے استعمال کررہے ہیں ہم انکو اسلام کے لئے استعمال کریں۔

پانچواں داخلی چیلنج: ایک داخلی چیلنج ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم اپنی ترجیحات کا تعین کریں اور اپنے موضوعات کا تعین کریں۔ ہماری تدریس کا بہت سارا وقت ایک ہی موضوع پر کئی دن تک لمبی بحثوں میں گزر جاتا ہے۔ ناراض نہ ہونا کہ آج ہم

Marfat.com

استقبال و استدبار کا مسئلہ اتنی تفصیل سے ذکر کرتے ہیں بخاری میں، ترمذی میں، ابو داود میں، ہر کتاب میں اور جو آگے آنے والے ابواب ہیں ان میں برکت کے لئے تلاوت کی جاتی ہے میرے ایک استاد کہا کرتے تھے کہ آؤ بھائی انگلی پھیر لیں ہم انگلی پھیرتے ہیں۔ اس پر اور اخلاقیات وغیرہ اہم باب رہ جاتے ہیں۔ ہمیں تعین کرنا ہوگا کہ اَولیٰ اور غیر اَولیٰ کے مسائل کونسے ہیں۔ جائز اور ناجائز کے مسائل کونسے ہیں۔ ہم بسا اوقات اَولیٰ اور غیر اَولیٰ پر اس طرح بحث کرتے ہیں کہ ہم اسکو کفر اور اسلام کی جنگ بنا دیتے ہیں اور ہم ان ابواب پر زیادہ بحث کرتے ہیں جن پر اور استاد بھی بحث کر رہا ہے۔ ہم اسکے علاوہ تقسیم کیوں نہیں کر لیتے مباحث کو کہ آپ ان مباحث پر بحث کریں اور ہم ان مباحث پر بحث کریں گے۔ ایمان میں ایمانیات پر یہ بحث کرے گا اور اخلاقیات پر یہ بحث کرے گا اور تاریخ پر یہ بحث کرے گا اور بیوع پر یہ بحث کرے گا۔

چھٹا داخلی چیلنج: ایک چیلنج ہمارے لئے یہ ہے کہ ہمارا تدریس و تعلم کا طریقہ کتابی بنتا جا رہا ہے اسکا خارجی وجود نظر نہیں آتا ہے۔ جب ہم کتاب البیوع پڑھائیں اور جب ہم کتاب الحدود پڑھائیں اور جب ہم تمام معاشرتی مسائل پڑھائیں تو ہم اسکو حالات حاضرہ پر منطبق کریں ہم لوگوں کو بتائیں کہ سٹاک ایکسچینج کیا ہوتا ہے؟ موجودہ بینکنگ نظام کیا ہے؟ انکی اصلاحات کیا ہیں؟ آج کا جغرافیہ کیا ہے؟ اسپر اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ آج تک ہمیں بہت سے جغرافیوں کا پتہ نہیں ہے۔ آج کے کئی لوگوں کو پتہ نہیں ہوگا کہ آج کے جغرافیہ میں حبشہ کا نام کیا ہے آج اسکو اتھوپیا کہتے ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جب حبشہ کا نام آئے اور وہ طالبعلم کو بتائیں کہ آج اس نام کا ملک دنیا میں نہیں ہے جگہ موجود ہے اور اسکو اتھوپیا کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کا وفد آیا آج کون استاد ہے جو یہ بتائے پہلے مطالعہ

Marfat.com

کر کے نجران ہے کہاں اس زمانے میں ۔نجران پہلے یمن کا ایک شہر تھا آج کے جغرافیہ میں سعودی عرب کا شہر ہے آج ہمیں مطالعہ کرنا ہوگا ہمیں بتانا ہوگا کہ نجران کہاں ہے ۔ہمیں اپنے علم کو اسپر منطبق کرنا ہوگا تا کہ طالب علم صرف برکت کے لئے نہ پڑھے اسکو پتہ چلے میں کھلی آنکھوں میں دنیا میں رہتا ہوں اور جو کچھ میں پڑھ کر آیا ہوں باہر کی دنیا میں وہ مجھے فٹ ہوتا نظر آرہا ہے ۔اس کے لئے اساتذہ کو محنت کرنا ہوگی اور یہ ہمارے لئے ایک چیلنج ہے۔

داخلی نظام میں ایک ضرورت : اسی طرح ہمیں داخلی نظام میں ایک ضرورت یہ ہے کہ ہم تخصصات کی طرف توجہ دیں۔ وہ زمانہ اب گزر گیا کہ ایک ہی استاد منطق کا بھی ماہر، فلسفہ کا بھی ماہر ہے، فقہ، حدیث، تفسیر ان سب کا ماہر ہے۔وہ جامع شخصیات اب نہیں نظر آتیں ہم کمزور ہیں اور ہمیں اپنی کمزوری کا اعتراف کرنا ہوگا۔ اب ہمیں اپنے اساتذہ کی تقسیم اور اساتذہ کے ذریعے طلباء کی تقسیم چند ایک فنون میں تخصصات اور سپیشلائزیشن کے ذریعے کرنی چاہئے۔ چند ایک اساتذہ ایسے ہوں جن کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ فقہ میں بڑا ماہر ہے۔اسکو فقہ کی کتابیں دی جائیں۔کچھ ایسے ہیں جو حدیث میں بڑے ماہر ہیں وہ صرف کتاب ہی نہیں بلکہ فن بھی ساتھ پڑھا رہا ہے۔وہ فن کی طرف بھی توجہ دیتا ہے۔ ہم حدیث کی کتاب پڑھاتے ہوئے بھی یوں لگتے ہیں جیسے فقہ کی کتاب پڑھا رہے ہیں ۔اس انداز سے نہیں پڑھانا ہوگا بلکہ ہمیں تخصصات میں اپنے طلباء کو تیار کرنا ہوگا کسی کو تفسیر میں، کسی کو فقہ میں تیار کرنا ہوگا۔ جیسے پہلے پورے جسم کا ڈاکٹر ہوا کرتا تھا اب کان کا ڈاکٹر الگ ہے، ناک کا الگ ہے، ٹانگ کا الگ ہے، ہارٹ کا الگ ہے، جگر کا الگ ہے۔تو آج کا دور سپیشلائزیشن کا دور ہے۔ہمیں بھی اپنے مدارس میں اساتذہ اور طلباء کی تقسیم اس انداز میں کرنی چاہئے کہ جس فن میں بھی وہ متخصص ہو

Marfat.com

وہ اس فن میں اتھارٹی اور مستند مانا جاتا ہو۔

ساتواں داخلی چیلنج: اسی طرح ہمارے ہاں ذوق مطالعہ اور ذوق تحقیق نہیں ہے۔ یہ ہمارا ایک داخلی چیلنج ہے ہماری یہ لائبریریاں انتظار کرتی رہتی ہیں سارا سال کون استاد میرا دروازہ کھٹکھٹائیگا۔ یہ کتاب دیکھتی رہتی ہے کہ کون طالب علم مجھے آ کر اٹھائیگا۔ آج اردو کی شرح نے اور اردو کے حاشیوں نے اور اردو کے خلاصوں نے ہمارے ایک استاد کے بقول مولویوں کو خصی کردیا ہے۔ آج اصل مصادر اور مراجع کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ وہ آج عربی کتب کو دیکھتا نہیں۔ ہمیں اصل مصادر اور مراجع کی طرف جانا چاہیے۔ ہمارے کتب خانے آباد ہونے چاہئیں۔ پہلے اساتذہ مہتمم صاحب کو بتایا کرتے تھے کہ جناب فلاں کتاب ہماری لائبریری میں نہیں ہے اس کتاب کو منگواؤ ہمیں اسکی ضرورت ہے۔ مجھے تو یاد نہیں کہ آج تک کسی استاد کی چٹ آئی ہو کہ جناب فلاں کتاب ہمارے کتب خانہ میں نہیں ہے۔ یہ چٹ تب آئے گی جب وہ خود مطالعہ کرے گا وہ آئیگا اور آ کر اسکا دروازہ کھٹکھٹائیگا۔ اس نے اپنے آپکو محدود کرلیا تحقیق کا ذوق، مطالعہ کا ذوق، علم کا ذوق، حالات حاضرہ سے واقفیت اور آگاہی اور اسی طرح اپنے علم کا انطباق یہ تمام وہ ہیں جو ہمارے لئے چیلنج ہیں۔

آج بات کی جارہی ہے مختلف مذاہب کے مابین ڈائیلاگ کی، مکالمے کی اور وہ لوگ کہہ رہے ہیں جنکو کچھ پتہ نہیں کہ مذاہب کے درمیان مکالمہ کیا ہے۔ یہ مکالمہ مذاہب کے درمیان ہے یا اہل مذاہب کے درمیان ہے۔ مذاہب کا مطالعہ کرنا اور انکی تاریخ سے واقف ہونا اور آج کے زندہ مذاہب کونسے ہیں اور آج فرق باطلہ اور زندہ نظریات کونسے ہیں آج خارجیوں یا دیگر فرقے معتزلہ وغیرہ کے نام سے فرقے نہیں ملیں گے انکے نظریات والوں نے نیا عنوان اور نیا نام اختیار کیا

Marfat.com

ہے اس سے واقفیت ہونی چاہیئے۔ مذاہب کا مطالعہ مذاہب والوں کی کتاب سے ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے اس سے آپ عیسائیت کو سمجھیں۔ عیسائیت کی کتابوں سے عیسائیت کو اور یہودیوں کی کتابوں سے یہودیت کو سمجھیں اور آپ اسکا مطالعہ کریں اور آپکو اسکا پتہ ہو کہ اس وقت دنیا میں زندہ مذاہب کون کونسے ہیں؟ آسمانی کونسے اور غیر آسمانی کونسے ہیں؟ آج فرق باطلہ کون کونسے ہیں اور انکے نظریات کیا ہیں؟ جب تک آپ انکے الحاد کو نہیں پڑھیں گے جب تک آپ انکے غلط نظریات کو انکی کتابوں سے نہیں پڑھیں گے آپ اسکا رد نہیں کر سکتے۔ آپ اسکی تردید نہیں کر سکیں گے لہٰذا میرے بھائیو اور دوستو! یہ ہمارے داخلی چیلنجز ہیں جنکی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔ اللہ اس تقریب کو مبارک کرے۔

واخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین۔

Marfat.com

Marfat.com

عصر حاضر میں اساتذہ اور معلمین
کی
ذمہ داریاں

ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب
نگران اردو دائرہ معارف اسلامی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

تاریخ: 12/6/2010

بمقام: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، اقبال ٹاؤن لاہور

Marfat.com

Marfat.com

عصر حاضر میں اساتذہ اور معلمین کی ذمہ داریاں

(ڈاکٹر محمود الحسن عارف)

زمانہ چاہے ''حاضر دور'' کا ہو، یا قدیم ''تعلیم'' یعنی دوسروں کو زیور علم سے آراستہ کرنا ہمیشہ سے ایک مقدس فریضہ رہا ہے، جس نے رفتہ رفتہ ایک پیشے (Profession) کی صورت اختیار کر لی ہے...... یہ وہ فریضہ یا مشن ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا...... اور قوموں اور لوگوں کو تعلیم دینا ان کا فرض منصبی قرار دیا...... قرآن کریم میں ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۱)

جیسے کہ ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو تم پر، ہماری آیتیں پڑھتا، تمہارا تزکیہ نفس کرتا، اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے، جو تم نہیں جانتے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ارشاد فرمایا:

بُعِثتُ معلماً (۲) مجھے معلم اور استاد بنا کر بھیجا گیا ہے۔

جس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کو تعلیم دینا اور انہیں علم سکھانا انبیاء علیہم السلام کا مشن رہا ہے، جو مرور ایام سے محض ایک پیشہ بن کر رہ گیا ہے۔

دراصل ''تعلیم'' انسان کو انسانیت سکھانے اور سابق قوموں اور لوگوں کا علم سکھانے کا نام ہے، اس طرح علم کی جہات متنوع ہیں...... اور اسی مناسبت سے استاد کا کام اور اس کا فریضہ بھی کئی جہات اور کئی پہلو رکھتا ہے۔ ہم اس موضوع پر گفتگو کو دو

Marfat.com

حصوں میں مکمل کریں گے......

(الف) استاد کی بنیادی ذمہ داریاں

(ب) عصرِ حاضر میں، استاد کی ذمہ داریاں

(الف) استاد کی بنیادی ذمہ داریاں

جب تک کسی موضوع کا ماضی کے ساتھ رشتہ قائم نہ کردیا جائے، اس وقت تک اس موضوع پر تسلی بخش گفتگو نہیں ہوسکتی، اسی لیے ہم اس موضوع پر، پہلے قرآن وسنۃ اور اکابر علماء کی آراء کی روشنی میں گفتگو کریں گے۔

علمائے کرام نے استاد اور شاگرد دونوں کے لیے تحصیل وابلاغ علمی کے عنوان پر کئی مستقل کتابیں...... اور کتابوں کے مستقل ابواب مرتب کیے ہیں، جن میں استاد اور شاگرد دونوں کے فرائض اور منصبی ذمہ داریوں پر گفتگو کی گئی ہے...... جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) اخلاص وطہارت نیت

تحصیل علم ہو، یا...... ابلاغ علم...... دونوں کے لیے...... اسلام نے اخلاص یعنی طہارت نیت پر زور دیا ہے، اخلاص نیت سے مراد یہ ہے کہ استاد...... تحصیل وابلاغ علم کے ذریعے...... زر اندوزی کی نیت نہ رکھے، بلکہ محض رضائے الٰہی کی نیت رکھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سهل الله به طريقاً إلى الجنة (۳)

جو شخص کسی ایسے راستے پر چلا، جس میں وہ علم تلاش کرنا چاہتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔

اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں:

Marfat.com

لم یاته الا لخیر یتعلمه او یعلمه (۴)

یعنی اس کا مسجد یا درس گاہ میں آنا کسی بھلائی والی بات سیکھنے یا سکھانے کے لیے ہی ہو۔

اسی بنا پر ...... قریب قریب تمام مسلمان مفکرین، مثلاً قاضی ابن جماعۃ، علامہ الزرنوجی...... علامہ ابن عبدالبر اور امام الغزالیؒ...... کے نزدیک نیت کی اصلاح ...... تعلیم وتعلم کے لیے...... احرام باندھنے کے مترادف ہے...... امام الغزالیؒ فرماتے ہیں: پھر اہم ترین معاملات میں ایک یہ ہے کہ علمائے دنیا اور علمائے آخرت کے مابین فرق کرنے والی جو نشانیاں ہیں، ان کو جان لیا جائے، علمائے دنیا سے ہماری مراد علمائے سوء ہیں، جو اپنے علم کے ذریعے دنیوی عیش وعشرت، منصب وجاہ کا حصول اور لوگوں کے ہاں بلند رتبہ چاہتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا، جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچایا ہو (۵)۔

جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

من تعلم علما مما یبتغی به وجه الله لایعلمه الا لیصیب به عرضاً من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة (۶)

جس نے ایسا علم، جسے صرف رضائے الٰہی کے لیے حاصل کرنا چاہیے، اس لیے سیکھا کہ وہ اس سے دنیا کا کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہو، تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔

لہٰذا...... تحصیل علم کا موقع ہو، یا ابلاغ علم کا...... دونوں موقعوں کے لیے یہ ضروری ہے، کہ بندہ...... نہایت نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ، اس میدان میں اترا

Marfat.com

جائے۔

۲۔شوق تدریس

مسلمان ماہرین تعلیم نے ...... استاد کے لیے جن اوصاف جمیلہ کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک وصف ''شوق تدریس'' بھی ہے، یعنی ...... استاد کے دل میں یہ شوق پایا جاتا ہو کہ وہ علم کو اگلی نسل تک منتقل کرنا چاہتا ہے، تاکہ لوگ اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں...... اس کی وجہ یہ ہے، کہ مجبوری میں کیا گیا کام ''شوق'' سے کیے گئے کام کے مماثل نہیں ہوتا، جیسا کہ ...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

خذو عنی خذو عنی (۷)

مجھ سے یہ باتیں لو، مجھ سے یہ باتیں سیکھو

۳۔مدارج علمی

اسی طرح ...... حافظ ابن عبدالبر اور دوسرے کئی بزرگوں نے ...... ایک اچھے استاد میں درج ذیل امور کا ذکر کیا ہے:

(الف) الانصات: خاموش ہونا، یعنی جب استاد یا بزرگ یا شیخ گفتگو کر رہا ہو، تو اس وقت وہ خاموش ہو کر سنے...... اور درمیان میں گفتگو یا کوئی اور کام نہ کرے۔

(ب) الاستماع: متوجہ ہو کر سننا، مطلب یہ ہے کہ استاد اور شیخ کی طرف کان لگا کر اور پوری توجہ کے ساتھ استاد کی بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرے۔

(ج) الحفظ یاد کرنا

(د) العمل اس پر عمل کرنا اور

Marfat.com

(ہ) النشر   اسے آگے منتقل کرنا۔

جبکہ علی بن الحسن شفیق (م۲۱۵ء) نے اس میں نیت کا بھی اضافہ فرمایا ہے، اس طرح ان کے نزدیک علمی مدارج ...... چھ ہیں۔

ان نکات میں سے علم کے ساتھ عمل والا نکتہ بے حد اہم ہے، حقیقت یہ ہے، کہ جب تک اساتذہ خود عمل اور کردار کا نمونہ پیش نہیں کرتے، اس وقت تک ان کے شاگرد اور طلبہ ان سے متاثر نہیں ہو سکتے۔

۴۔ اشاعت علم کی ترغیب:

ایک اچھے استاد کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ دوران تعلیم ...... اپنے طالب علموں اور شاگردوں کو...... تحصیل علم کی ترغیب دیتا رہے، اس کے فضائل وفوائد اس انداز سے بیان کرے کہ طالب علموں میں تحصیل علم کا شوق اور اس کی ترغبب پیدا ہو(۸)، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو تحصیل علم کا شوق دلاتے رہتے تھے۔

۵۔ تیسر...... آسانی پیدا کرنا

ایک اچھے اور کامل درجے کے استاد کی ایک خاصیت یہ بھی ہے، کہ وہ ...... طالب علم کے لیے آسانی کا خیال رکھے، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کو تبلیغ اور دعوت کے لیے ارسال کرتے تو فرماتے:

یسرا ولا تعسرا وبشرا ولاتنفرا (۹)

تم آسانی پیدا کرنا اور مشکل پیدا نہ کرنا اور بشارت دینا اور لوگوں کو متنفر نہ کرنا۔

امام غزالیؒ نے اسی نکتے کو...... محبت وشفقت کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ استاد کو چاہئے کہ وہ طالب علموں کے ساتھ محبت وشفقت کے ساتھ پیش

Marfat.com

آئے، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا...... یہ ارشاد مبارک نقل ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

انما انا لکم مثل الوالد لولدہ (۱۰)

بے شک میں تمہارے لیے ایسے ہوں جیسے کہ باپ اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔

اسی طرح، امام غزالیؒ نے...... استاد کے لیے ایک ادب یہ بھی بیان کیا ہے کہ استاد کو چاہئے کہ وہ طالب علم کی خیر خواہی اور اس کی بھلائی کا خیال رکھے...... جس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ اس کا مستحق ہونے سے پہلے اسے کسی عہدے کو قبول کرنے سے روکے،...... اور علوم ظاہریہ کی تکمیل سے قبل علوم خفیہ (تصوف) کی طرف رجوع کا مشورہ نہ دے (۱۱) اور اگر اس کی سرزنش کی ضرورت پیش آئے، تو اشارے اور کنایہ سے اس کی سرزنش کرے اور اس کی عزت نفس کا خیال رکھے۔ اسی طرح استاد کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ طالب علم کے ذہن اور اس کی استعداد کے مطابق اس سے گفتگو کرے...... امام الغزالیؒ ایسے علماء کی مذمت فرماتے ہیں، جو اپنا علمی رعب بٹھانے کے لیے مشکل الفاظ اور ترکیبوں کا استعمال کرتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''پھر یہ بھی ضروری ہے، کہ مرشد اس کے سامنے اس کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرے، اور وہ باتیں جو اس کی حدود علم و عقل سے ماوراء ہوں، اس کے سامنے بیان نہ کرے، اس لیے کہ اس سے یا تو اس میں مضمون سے تنفر اور وحشت پیدا ہوگی اور یا پھر اس کی عقل مضبوط ہو جائے گی (۱۲)۔

(۶) طالب علموں میں...... دولت مندی یا نسل کی بنیاد پر فرق نہ کرنا

اسی طرح...... استاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے طالب علموں کے مابین

Marfat.com

کسی لسانی، گروہی، یا...... دولت مندی وغیرہ کی بنیاد پر فرق نہ کرے...... جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کے کئی مقامات پر، اسی بات کی ہدایت کی گئی ہے...... مثلاً سورۃ الکہف میں ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ...... (۱۳)

اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اس کی ذات کے طالب ہیں ان کے ساتھ خود کو روکے رکھیں اور تمہاری نگاہیں ان سے گذر کر اور طرف نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگی کے خواستگار ہو جاؤ۔

اس لیے کہ یہ تمام باتیں ...... تعلیم کے میدان میں ...... غیر اہم ہیں...... اور ایسا رویہ اختیار...... کرنے سے ...... علم کی اشاعت پر اثر پڑے گا...... امام مالک کے شاگرد قاضی ابن سحنون مالکی نے بھی اس نکتے پر خصوصی طور پر زور دیا ہے۔

۷۔ دوسرے علوم کی عدم مذمت

امام غزالیؒ اور دوسرے ماہرین تعلیم نے ایک اچھے استاد کے لیے اس امر کو بھی ضروری قرار دیا ہے، کہ وہ طالب علم کے سامنے دوسرے علوم اور دوسرے اساتذہ کی مذمت نہ کرے، اس سے طالب علم کے ذہن میں ...... علوم اور اساتذہ سے وحشت اور تنفر پیدا ہوگا...... اور اگر یہی وطیرہ چل نکلے...... تو ہر...... استاد دوسرے استاد کی اور ہر ایک علم والا، دوسرے علم والے کی مذمت کرنے لگے گا اور اس کے نتیجے میں علمی اور فکری طور پر زوال آجائے گا (۱۴)۔

۸۔ مبادی الدروس

قاضی ابن جماعۃ (م ۷۳۳ھ) نے ...... اساتذہ کے لیے جو آداب بیان کیے

Marfat.com

ہیں...... ان میں مبادی الدروس یعنی درس یا لیکچر کی ابتدا کرنے کے آداب بھی بیان کیے ہیں، جن میں انہوں نے درج ذیل امور کا ذکر کیا ہے۔

ا۔ دعاء

قاضی ابن جماعۃ نے لکھا ہے کہ استاد کو چاہئے کہ وہ سبق شروع کرنے سے قبل یہ دعا پڑھے:

اللهم انی اعوذ بك ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجهل او يجهل على عز جارك وجل ثناؤك ولا إله غيرك (۱۵)

اور پھر وہ کہے:

بسم الله وبالله حسبى الله توكلت على الله ولاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم اللهم اثبت جنانى والحق على لسانى

(ب) اسی طرح ...... انہوں نے لکھا ہے کہ حصول برکت وثواب کے لیے آغاز درس میں قرآن مجید کی تھوڑی یا زیادہ تلاوت کرے اور حاضرین اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر درود بھیجے اور اس مسجد یا مدرسہ کے وقف کنندہ کے لیے بھی دعا کرے (۱۶)۔

(۹) آداب تدریس

اسی طرح ...... قاضی ابن جماعۃ کے مطابق استاد کو آداب تدریس کا بھی خیال رکھنا چاہئے، جس میں سے ایک ادب یہ ہے کہ دوران گفتگو علماء...... اور اہل علم کا ذکر آئے، تو ...... احترام کے ساتھ ان کا ذکر کرے، اور ان پر گرفت نہ کرے، اسی طرح ...... دوران تدریس اپنی آواز کو ...... نہ تو بہت زیادہ بلند کرے اور نہ بہت زیادہ پست رکھے، بلکہ میانہ روی کا طریقہ اپنائے ...... جیسے کہ الخطیب نے نبی اکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

ان الله يحب الصوت الخفيف ويبغض الصوت الرفيع...... (۱۷)

اللہ تعالیٰ کو ہلکی آواز پسند اور اونچی آواز ناپسند ہے۔

جہاں ضرورت ہو، اپنی بات کو تین مرتبہ دہرائے،...... ایک مسئلے یا ایک فصل سے فراغت کے بعد، تھوڑا سا وقفہ کرے۔

اسی طرح...... ایک اچھے استاد کو چاہئے کہ وہ غریب...... اور کمزور طالب علموں پر خصوصی توجہ اور شفقت کا مظاہرہ کرے تا کہ اس کے دل میں جو وحشت ہے، وہ دور ہو جائے اور وہ تعلیم میں دلچسپی لینے لگے۔

۱۰۔ طالب علموں کی ذہنی تفریح کا خیال رکھنا

ہمارے بہت سے بزرگوں نے جن میں، مثال کے طور پر قاضی ابن سحنون مالکیؒ اور قاضی ابن جماعۃ شامل ہیں، کہ استاد کو طالب علموں کی تفریح یا تعطیل کا بھی خیال رکھنا چاہئے...... اور قاضی ابن جماعۃ نے بھی اس نکتے پر بے حد زور دیا ہے اور لکھا ہے:

وكان بعض اكابر العلماء يذهبون بالطلبه على مقامات النزهة ويشتغلون بمالا باس عليهم في دينهم ودنياهم

اور بعض اکابر علماء اپنے طلبہ کو تروتازگی کے مواقع پر لے جاتے تھے اور ایسے کھیل کھیلتے تھے، جن کا دینی یا دنیوی طور پر کوئی نقصان نہیں ہے۔

اسی طرح...... شاہ اسماعیل شہیدؒ کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنے طلبہ کے ساتھ گنگا کے کنارے چلے جاتے تھے اور ڈبکی لگا کر...... باہر آتے...... اور سبق پڑھا کر دوبارہ...... ڈبکی لگا لیتے۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ طالب علموں کو تفریح کے مواقع دینے سے ان کے دل و دماغ کے دریچے کھلتے ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اچھا دماغ صحت مند جسم میں ہوتا ہے، اس کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔

ہمارے ایک استاد محترم فرمایا کرتے تھے کہ پکنک کا تصور ...... قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۸)

(یوسف) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے، وہ ہمارے ساتھ کھائے پیئے گا اور کھیلے گا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

الغرض ...... اچھی اور صحت مند تفریح مہیا کرنا ...... ہمارے قدیم نظام تعلیم کا حصہ رہا ہے، مگر نجانے کیوں عصر حاضر میں ...... دینی مدارس میں اسے شجر ممنوعہ قرار دے دیا گیا ہے۔

اسی طرح ...... تعطیل کا تصور بھی قرآن وسنۃ سے ماخوذ ہے...... اور قدیم نظام تعلیم کا حصہ رہا۔

۱۱۔ تعلیم کا معاوضہ

اس بات پر بھی قدیم کتب میں بحث ہو چکی ہے کہ آیا استاد کو ...... تعلیم پر اجرت یا معاوضہ یا تنخواہ لینا جائز ہے، یا نہیں، قدیم زمانے میں ...... اسے سخت ناپسند کیا جاتا تھا، مگر ...... حضرتِ عمر فاروقؓ کے زمانے میں ...... مختلف ممالک میں ...... اہل علم وفضل کے تقرر اور ان کے معقول مشاہروں کے ...... تعین سے استدلال کرتے ہوئے ...... بہت سے علماء مثلاً قاضی ابن سحنون مالکیؒ نے ...... حکومت کی طرف سے اساتذہ کی تنخواہوں کے تقرر کو جائز قرار دیا ہے اور متاخرین نے تو اس کے جواز کا

Marfat.com

فتویٰ دیا ہے، تاہم بہت سے علماء نے اس بات پر زور دیا ہے کہ استاد کو چاہئے کہ وہ اسے اپنی ڈیوٹی کا...... معاوضہ سمجھے، تعلیم کا معاوضہ نہ سمجھے، وہ یہی خیال کرے کہ وہ تعلیم محض رضائے الٰہی کے لیے دے رہا ہے اور یہ معاوضہ اس کی اس محنت کا صلہ ہرگز نہیں ہے، اس کا اصل صلہ اللہ تعالیٰ ہی ادا کرے گا، لیکن...... وہ...... مدرسہ میں آنے اور وہاں وقت صرف کرنے کا جو فریضہ انجام دے رہا ہے،...... یہ تنخواہ اس کا صلہ ہے، تدریس کا صلہ نہیں ہے۔

۱۲۔ معلومات کی وسعت

ایک اچھے اور فاضل استاد کی ایک اہم وصف یہ ہے کہ اس کا علم ہمیشہ تازہ اور اپ ڈیٹ رہتا ہے، وہ اپنے علم کو اپنے مطالعے اور اپنے مشاہدے کے ذریعے...... ہر آن تازہ رکھتا ہے، اس لیے کہ ''علم'' ایک ایسی شے ہے، جس کی کوئی حدود اور کوئی انتہا نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے:

وَ فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (۱۹)

اور علم والے کے اوپر ایک اور علم والا ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (۲۰)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے او وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا اللہ ان کے درجات بلند کرے گا۔

جس سے واضح ہوتا ہے کہ ''استاذ'' یا غیر استاد...... اس کا علمی سفر ہمیشہ جاری رہتا ہے، اور اس میں کبھی انقطاع نہیں آتا، اور اگر کوئی استاد کسی جگہ جا کر رک جائے یا سمجھ لے کہ اب اس کی منزل مراد آ گئی ہے، تو اسی دن اس کا علمی زوال شروع

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔

(ب) عصر حاضر میں استاد کی ذمہ داریاں

اب ہم اپنے موضوع کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں، وہ یہ کہ...... عصر حاضر میں ایک استاد کی کیا ذمہ داری ہے اور اسے اپنے شاگردوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

ہم نے اس سے قبل تفصیل سے یہ دیکھا، کہ قرآن وسنۃ اور اکابر علماء اور ماہرین تعلیم کے نزدیک ایک اچھے استاد کی کیا ذمہ داریاں ہیں، استاد کی ذمہ داریوں کا تعین بھی کیا جا سکتا ہے۔

بلکہ اگر دیکھا جائے، تو عصر حاضر میں استاد کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، اور اس ''بحرانی دور'' میں جب علوم اسلامیہ اور قرآن وسنۃ کے احکام کے خلاف آوازیں اٹھ رہی ہیں...... استاد کے فرائض میں یہ بات بھی داخل اور شامل ہو گئی ہے، کہ وہ اپنے دور اور اپنے زمانے کے فتنوں اور اپنے دور کے فرقوں یا مسائل کے متعلق بھی آگاہی بخشے۔ ہمارے دینی مدارس میں آج بھی معتزلہ، اشاعرہ اور قدریہ وجہمیہ فرقوں کا ذکر تو کیا جاتا ہے اور ان گمراہ فرقوں کے بارے میں تو انہیں معلومات دی جاتی ہیں، مگر جدید فرقوں اور جدید دور کے خیالات وافکار سے انہیں اندھیرے میں رکھا جاتا ہے، جس کی بنا پر وہ درس گاہ سے نکلنے کے بعد، بالکل ''خام مال'' ہوتے ہیں اور انہیں، یا تو جدید فرقوں کے لوگ اچک لیتے ہیں، یا پھر وہ آج بھی مسجدوں اور مدرسوں میں ''معتزلہ'' اور اشاعرہ کی تردید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ایسے حالات میں...... استاد کی عصر حاضر کے حالات سے باخبری اور پھر اس کی روشنی میں اپنے طالب علموں یا شاگردوں کی رہنمائی بے حد ضروری ہے، بلکہ میں تو اس سے بھی ایک قدم آگے جا کر کہوں گا، کہ ہمارے دینی مدارس میں

Marfat.com

جدید گمراہ فرقوں اور جدید افکار وخیالات کے بارے میں مستقل سیل (Cell) یا مراکز قائم کیے جائیں اوران سے جدید مسائل ومعاملات کے بارے مین قوم اور معاشرے کی رہنمائی کی جائے...... کڑوا سچ تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں بڑے بڑے دینی مدارس کے اساتذہ تک کو یہ علم نہیں ہوتا کہ عصر حاضر میں ...... جدید فرقوں کے لوگ کیا خیالات رکھتے ہیں اوران کی تردید اور ابطال کس طرح کرنا چاہئے۔

الغرض ...... ان آداب کا مقصد یہ ہے کہ قوم کو اچھے اور پرجوش اساتذہ میسر آجائیں، محض مشین کے کل پرزوں کی طرح ڈیوٹی دینے والے اور لکیر کے فقیر بننے والے اساتذہ نہیں تاکہ علمی دنیا میں انقلاب پیدا کیا سکے۔

(ج) تدریس کے جدید طریقوں سے واقفیت

استاد کے فرائض اور ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہے، کہ وہ تدریسی کے جدید طریقوں سے بھی واقف ہو۔

دراصل تدریس ایک فن ہے اور دوسرے فنون کی طرح، اس کے بھی مختلف طریقے اور انداز ہیں، عصر حاضر میں...... ایک استاد کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے طالب علم تک ابلاغ علم کے طریقوں کا علم ہونا چاہیے۔

ہمارے ہاں اس بارے میں بھی ...... بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے، میں اپنے ذاتی علم اور تجربے کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں، کہ دینی مدارس میں ...... اکثر اساتذہ...... ''ابلاغ علم'' کے جدید طریقوں سے واقف نہیں ہیں، جس کی بنا پر وہ اپنے علم کو دوسروں کی طرف منتقل نہیں کر سکتے۔

آج کل جدید جامعات میں اساتذہ کو پڑھانے کے طریقوں سے آگاہ کرنے کے لیے مختلف کورسز کرائے جاتے ہیں، تاکہ انہیں ''ابلاغ علم'' کے جدید طریقوں سے واقف کرایا جائے، مگر دینی مدارس میں اس کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا، جس کی بنا پر

Marfat.com

استاد اور شاگرد کے مابین فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے...... اور استاد اپنے تجربے سے جب یہ باتیں سیکھتا ہے، تو اس وقت تک کافی تاخیر ہو جاتی ہے، اسی لیے عصر حاضر میں ایک استاد کا یہ بھی فرض ہے، کہ وہ ''ابلاغ علم'' کے جدید طریقوں سے آگہی حاصل کرے۔

Marfat.com

حوالہ جات وحواشی

ا۔ البقرہ،۲/۱۵۱۔

۲۔ کنز العمال

۳۔ مسلم، کتاب الدعوات، باب ۱۱، حدیث ۲۶۹۹۔

۴۔ ابن ماجہ، ۱/ ۸۸، مقدمہ، حدیث ۲۲۷۔

۵۔ الغزالی، احیاء علوم الدین، ۱/۵۲...... مطبوعہ قاہرہ

۶۔ ابن ماجہ، ۱/ ۱۰۵، حدیث ۲۵۲۔

۷۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۵۷۔

۸۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۶۰-۶۱۔

۹۔ ایضاً، ص۔

۱۰۔ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ: الغزالی، احیاء علوم الدین، ۱/ ۴۸-۴۹۔

۱۱۔ الغزالی، احیاء، ۱/ ۴۷-۵۰۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۵۰-۵۱۔

۱۳۔ احیاء علوم الدین، ص ۵۰-۵۱۔

۱۴۔ سنن ابی داؤد، ۲/ ۲۰۸، تذکرہ ص ۳۱-۳۲۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۳۴-۳۵۔

۱۷۔ الذہبی، الجامع، ۳/ ۳۱۸۔

۱۸۔ یوسف، ۱۲/۱۲۔

۱۹۔ یوسف، ۱۲/ ۷۶۔

۲۰۔ مجادلہ، ۵۸/ ۱۱

Marfat.com

Marfat.com

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ
میں
دینی وعصری تعلیم کا حسین امتزاج

مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی صاحب
نائب مہتمم ورئیس قسم القراءات
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، لاہور

تاریخ: 12/6/2010

بمقام: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، اقبال ٹاؤن لاہور

Marfat.com

Marfat.com

عنوان: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ میں دینی وعصری تعلیم کا حسین امتزاج

ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی صاحب مدظلہ العالی

میں دارالعلوم اسلامیہ کے نظام تعلیم کو آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔
دارالعلوم الاسلامیہ تجوید وقراءت کا ایک مرکز تھا۔ 1983ء میں اس کا انتظام و انصرام مولانا مشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کے سپرد کیا گیا اور 1985ء میں احقر مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد یہاں آیا تو ہم نے یہ سوچا کہ پاکستان میں تجوید وقراءت کے مدارس درس نظامی کی تعلیم سے خالی ہیں اور درس نظامی کے مدارس تجوید وقراءت کی تعلیم سے خالی ہیں، جو لوگ عالم ہیں انہیں قرآن پڑھنا نہیں آتا اور جو قاری ہیں انہیں مسائل کا علم نہیں۔ اور قاریوں میں چونکہ اظہار کا فن ہوتا ہے اس اظہار کی وجہ سے ان میں تعلِی ورترفّع بہت ہے تو غرور وتکبر نے ان کے لئے علم کے دروازے بند کردیئے۔ علماء میں تواضع بہت ہے انکی تواضع نے قُرّاء سے استفادہ کرنے میں ممانعت پیدا کردی وہ قراء سے استفادہ نہیں کرتے قرآن پاک اچھا پڑھنا نہیں سیکھتے تو یہ دو ایسے چیلنج تھے کہ جن کو مسلسل پاکستان میں محسوس کیا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر فیوض الرحمٰن صاحب نے ایک دفعہ عجیب بات کہی کہنے لگے کہ سو (100) سے زیادہ علماء کو ڈیفنس میں امامت کے لیے بلایا گیا دعوت دی گئی انہوں نے کہا کہ اس مجلس میں شیخ الحدیث سے لیکر نچلے درجے تک کے علماء موجود تھے۔ قاری صاحب مجھے انتہائی افسوس ہوا کہ ان سو (100) میں سے ایک آدمی بھی تلاوت کے اعتبار سے امام بننے کا اہل نہ تھا۔

Marfat.com

چنانچہ انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مسجد میں شیخ الحدیث صاحب نماز پڑھاتے تھے وہاں کے نوجوان طلباء جو قرآن پاک جدید ذرائع سے حاصل کر رہے تھے اور جدید ذرائع سے سیکھ رہے تھے انہوں نے ان شیخ الحدیث صاحب کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا کہ یہ قرآن پاک ایسا نہیں پڑھتے جیسا کہ ہم اس وقت سیکھ رہے ہیں۔ چونکہ اب تو دنیا سے خاص طور پر حرمین سے تلاوت روزانہ نشر ہوتی ہے آج صبح فجر کی نماز میں سن رہا تھا نہایت خوبصورت اور نہایت لطیف قراءت تھی سورۃ توبہ کی آیات تھیں ایسا نشہ جسکے ذکر کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ فجر کی نماز وہاں تقریباً 6 بجکر 45 منٹ پر شروع ہوتی ہے 7 بجے کے قریب ختم ہوتی ہے تو وہاں 5 بج رہے تھے اس وقت وہ لطف روزانہ حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن ہم جیسے پاکستان میں اس تلاوت کو سنتے ہیں امام کو سنتے ہیں تو امام کی تلاوت اس قابل نہیں ہوتی کہ اس کے پیچھے کھڑا ہوا جائے۔ خاص طور پر فجر کی نماز میں اپنا ایک واقعہ آپ کو سناؤں کہ میں اسلام آباد گیا اور اسلام آباد میں مجھے فجر کی نماز پڑھنا پڑی امام صاحب نے کہاں سے تلاوت کی کہاں سے پڑھا ساری عمر قرآن پڑھتے پڑھاتے گزر گئی لوگوں کا امتحان لیتے گزر گئی مجھے یہ پتا نہیں لگا کہ یہ کہاں سے پڑھ رہے ہیں جو انداز انکا تھا جو انکا لہجہ تھا اور جو انکی ادائیگی تھی اس میں سے کہیں سے شاید کوئی دو چار لفظ سمجھ میں آتے تھے کہ ہاں یہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں دارالعلوم الاسلامیہ نے دو چیزوں کو جمع کیا ابتداءً ہم نے درس نظامی اور قراءت عشرہ کو مکمل اپنے نصاب کا حصہ بنایا۔ متوسطہ اولیٰ سے لیکر عالیہ ثانیہ تک قراءت عشرہ مکمل کروادیتے ہیں پھر موقوف علیہ اور پھر دورہ ہے۔ اس کے بعد جب حالات تبدیل ہوئے تو حالات کی تبدیلی کی وجہ سے ہم نے عصرِ حاضر کے تقاضوں کو بھی مدنظر رکھا اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے 90ء میں

Marfat.com

جب ہمارے اپنے بچے سلمان اور رشید یہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو ہمیں یہ خیال ہوا کہ انکو اسکول و کالج کی تعلیم بھی تھوڑی سی دلانی چاہئے کیونکہ یہ بھی ضرورت ہے تو میں نے یہ سوچا کہ بجائے اس کے کہ میں اپنے ہی بچوں پر یہ وقت صرف کروں کیوں نہ دوسرے طلباء جو دوسرے شہروں سے آئے ہوئے ہیں اور جن کے پاس وسائل نہیں ہیں انکو بھی اس کے لئے ماحول میسر کیا جائے چنانچہ عصری تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے اس کے لئے اجازت دی کہ ہم دار العلوم اکیڈمی کے نام سے ادارے میں کام شروع کریں۔ ابتداءً ہم نے دارالعلوم اکیڈمی کے نام سے کام شروع کیا یہ طلباء کی دلچسپی، طلباء کا شوق اور اساتذہ کی محنت اساتذہ کی توجہ تھی کہ یہ کام اس درجے پر پہنچا۔ پہلے ہم اساتذہ میں باہر کے محتاج تھے اور باہر سے اساتذہ لیکر آتے تھے اب الحمدللہ ہم اس درجے پر پہنچ گئے کہ ہمارے اپنے اساتذہ جو درس نظامی کے فاضل بھی ہیں، قراءت عشرہ کے فاضل بھی ہیں۔

الحمدللہ وہی اساتذہ عصری تعلیم کے بھی ماہر بن گئے۔ چنانچہ چیئرمین بورڈ جب یہاں پر تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جناب آپ اپنے سٹاف سے ملاقات کروائیں تو جب میں نے سٹاف کو انکے سامنے پیش کیا تو کہنے لگے کہ نہیں مجھے تو کوالیفائیڈ اسٹاف چاہئے تو میں نے کہا کہ آپ کے نزدیک کوالیفیکیشن کا معیار کیا ہے؟ کس چیز کو آپ کوالیفائیڈ کہتے ہیں کہنے لگے کہ گریجوایٹ ہونے چاہئیں میں نے کہا کہ اگر اس سے اوپر ہوں کہنے لگے کہ وہ تو حیران کن بات ہوگی۔ میں نے کہا کہ جس صاحب سے آپ ملاقات کر رہے ہیں اور جو آپ کو چائے پلا رہے ہیں وہ ایم۔ایڈ ہیں اور جو صاحب پانی کا جگ لیکر آئے تھے وہ ایم۔بی۔اے تھے۔ اسی طرح سے ایک صاحب ایل۔ایل۔بی ہیں اور

Marfat.com

ایم۔اے۔ اکنامکس ہیں اور ایم۔ اے اسلامیات اور ایم۔ اے عربی تو میرے خیال میں مدرسے کے تمام اساتذہ کے لئے بہت ہی آسان ہے اور ایم۔فل بھی ہیں اور الحمدللہ پی۔ایچ۔ڈی بھی ہیں اور اس وقت بھی الحمدللہ یہ سلسلہ جاری ہے تو یہ درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہے۔دارالعلوم الاسلامیہ نے کسی نئے نہج پر کام نہیں کیا بلکہ ہم نے یہ سوچا کہ انکو دنیا کا مقابلہ کرنے کے لئے انکو وہ ڈگریاں دلائی جائیں جنکو دنیا تسلیم کرتی ہے اگر آپ انکو ایم۔بی۔اے کی ڈگری دلوائیں گے انکو اکنامکس کی ڈگری دلوائیں گے ایم۔اے۔اکنامکس کروائیں گے بی۔کام کروائیں گے ایم کام کروائیں گے تو معاشرہ جو ہے وہ انکے وزن اور قدر کو سمجھے گا کیونکہ جب ایک شخص ایم کام خالی ایم کام ہوگا اور ادھر درس نظامی کا عالم بھی ہے اور قراءت عشرہ کا فارغ عالم بھی ہے اور ایم کام بھی ہے تو ظاہر ہے جو اس کے پاس موجود ہے وہ اس خالی ایم کام والے کے پاس نہیں ہے۔اسی طرح سے ایک آدمی ایم۔اے۔اکنامکس ہے۔اکنامکس کے اور معاشیات کے مسائل کو سمجھتا ہے اور ادھر اس نے ہدایہ اور فقہ کی کتابیں پڑھی ہوئی ہیں درس نظامی کا عالم بھی ہے تو اس وجہ سے وہ معاشرہ میں ایک توازن قائم کرے گا۔پھر جیسا کہ یہ بات کہی گئی ہے کہ جدید آلات سے استفادہ لامحالہ انگریزی کے بغیر نہیں ہے تو گویا کہ انگریزی لازمی ہے کمپیوٹر کے استعمال کے لئے تو بنیادی تعلیم جو ہے وہ انگریزی کی چاہئے تو اس لئے ہم نے میٹرک اور ایف۔اے تو لازمی کیا ہے ہر طالبعلم میٹرک بھی کرے گا اور ایف۔اے بھی کرے گا اور الحمدللہ میٹرک میں ہمارا ریکارڈ ہے کہ لاہور بورڈ میں ہمارے لڑکے نے پہلی پوزیشن حاصل کی یہ بھی ہمارا ایک امتیاز ہے۔قراءت میں تو الحمدللہ ہم پورے پاکستان میں امتیاز حاصل کر چکے ہیں ہم آپکو ابھی ایک تعارف دیں گے اس کے اندر آپ تفصیل دیکھیں گے کہ ہمارے جامعہ کے طلباء ہر

Marfat.com

سال بیرون ملک مقابلوں میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ الحمدللہ عصری تعلیم میں بھی ہمارے طلباء ایم ۔فل اور پی ۔ایچ ۔ڈی تک جا رہے ہیں اور پہنچ رہے ہیں ۔اس پورے نظام کو ہم چلا رہے ہیں۔

اس نظام میں ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ تمام چیزیں بتدریج چلیں کیونکہ طالب علم پر جتنا بھی بوجھ ڈالا جائیگا وہ اسکو برداشت کرے گا۔ یہ نظریہ کہ طلباء پر زیادہ بوجھ ڈالیں گے وہ کمزور ہو جائیں گے یہ نظریہ پرانا ہے بلکہ اب یہ نظریہ ہے کہ جتنا علمی بوجھ طالب علم پر ڈالا جاتا ہے وہ اتنا ہی اچھا رزلٹ دیتا ہے۔ چنانچہ آپ حیران ہوں گے جو طالبعلم سکول میں فرسٹ آتا ہے خواہ وہ میٹرک میں ہو یا ایف ۔اے میں ہو وہ ثانویہ عامہ اور ثانویہ خاصہ کے امتحان میں بھی پوزیشن حاصل کر رہا ہے۔ ہمارے وہ طلباء جو درس نظامی کے ساتھ عصری تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور قراءت کی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں وہ تینوں مضامین کے اندر نمایاں ہیں اور جن طلباء پر ہم نے دوسری طرف توجہ نہیں دی یا کسی مجبوری کی وجہ سے وہ دوسری تعلیم حاصل نہ کر سکے وہ ان تعلیموں میں بھی کمزور ہیں ۔میں خود جب مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا تو میں نے یہ محسوس کیا کہ بیک وقت دس بارہ مضامین یونیورسٹی نے ہم پر لازم کئے ہوئے ہیں تو ظاہر ہے کہ جتنا دماغ استعمال کریں گے یہ دماغ گھسنے والا تو ہے نہیں کہ جی زیادہ استعمال کریں گے تو گھس جائے گا یا پرانا ہو جائیگا۔ عالم کا تو کمال یہ ہے کہ وہ جتنا زیادہ استعمال ہو گا اس کا علم اُتنا ہی بڑھے گا تو دارالعلوم الحمدللہ اس منہج کے ساتھ چل رہا ہے۔

البتہ دارالعلوم الاسلامیہ میں عصری تعلیم کے ساتھ مغربی رجحان اور مغربی افکار ونظریات الحمدللہ نہیں ہیں انکی وضع قطع ،انکی شکل وصورت ،انکی عادات ،انکے اطوار ،انکا اخلاق اور انکی تربیت یہ ساری کی ساری جو ہے الحمدللہ یہ اسلاف کے

Marfat.com

نقطہ نظر پر ہے اور اسلاف کے انداز پر ہے اسی لئے دارالعلوم میں با قاعدہ ایک نظام یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کا وعظ ہر مہینے طلباء کو تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر مہینے اس وعظ کا امتحان ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے نیچے دیکھا ہوگا نوٹس بورڈ کے اوپر وہاں طلباء کے نتائج لگے ہوئے ہیں اس امتحان کے بعد وہ طلباء جنہوں نے اسمیں نمایاں نمبر حاصل کئے ہوتے ہیں انکو سال میں جتنے مواعظ کا امتحان ہوا ہوتا ہے اور انکی تعداد آٹھ (8) ہوتی ہے تو ان آٹھ مواعظ کو ایک مُجلد کتاب کی شکل میں مجموعہ بنا کر بطور انعام کے دیا جاتا ہے۔

باقی امتحانات جو وفاق کے ہیں وفاق لیتا ہے اور جو بورڈ کے ہیں انکا امتحان بورڈ لیتا ہے اور تجوید وقراءت کے امتحانات الحمدللہ ماہرین قراءت لیتے ہیں۔اللہ کا شکر ہے کہ ان تینوں موضوعات پر ہم اب تک الحمدللہ کامیاب وکامران جارہے ہیں ان نظاموں میں جو ہم نے تبدیلی کی ہے وہ یہ کوشش ہے کہ کہ ہم ایسے انداز سے ان طلباء کو تربیت کہ وہ کسی ایک فیلڈ کے اندر چلیں چنانچہ ہم نے کوشش کی کہ اگر کوئی طالب علم ایجوکیشن میں جانا چاہتا ہے تو وہ ایجوکیشن کی فیلڈ میں جائے، کوئی طالب علم لینگوئج (زبان) کی فیلڈ میں جانا چاہتا ہے تو وہ عربی اور انگریزی کی زبان پر کام کرے۔اسی طرح سے اگر کوئی طالب علم معاشیات (اکنامکس) کی فیلڈ میں جانا چاہتا ہے تو وہ معاشیات (اکنامکس) کی فیلڈ میں جائے۔کوئی طالبعلم علوم عربیہ اور علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اختیاری مضامین میں ان مضامین کو اختیار کرے۔ایسے ہی کوئی طالب علم کمپیوٹر سائنس میں جانا چاہتا ہے اور کمپیوٹر پر کام کرنا چاہتا ہے تو ہم نے اس کے لئے کمپیوٹر لیب بھی دی ہے جسمیں اسکو اسکے متعلق مکمل معلومات دی جاتی ہیں۔اسی طرح سائنس لیب کی سہولت بھی دی ہے۔

Marfat.com

اس وقت جو سب سے بڑی مشکل ہے وہ یہ ہے کہ عصری تعلیم کے لئے ایسے افراد جو دین کے بھی ماہر ہوں وہ ظاہر ہے کہ اسکی ابھی قلت ہے جس طرح سے ہم نے اسکولنگ میں اپنے طلباء تیار کئے اور الحمد للہ آپ جب نیچے چارٹ دیکھیں گے تو آپ کو حیرانگی ہوگی کہ ایک استاذ بیک وقت انگلش، سائنس اور نحو اور صرف اور ادھر قراءت میں شاطبی اور دُرّہ پڑھا رہا ہے تو یہ جو ایک امتیاز دار العلوم الاسلامیہ نے قائم کیا ہے کہ وہی آدمی اب قاری رشید صاحب ہمارے پاس موجود ہیں ایم۔فل (M.Fill) ہیں قراءت عشرہ کے ماہر بھی ہیں۔ پی۔ایچ۔ڈی کر رہے ہیں تفسیر کا پیریڈ بھی لیتے ہیں شاطبی کا پیریڈ بھی لیتے ہیں انگلش کا پیریڈ بھی لیتے ہیں سائنس کا پیریڈ بھی لیتے ہیں تو اس طرح ہم نے اساتذہ وہ متعین کئے ہیں جو مدرسہ کے پڑھے ہوئے ہوں تا کہ ان طلباء پر مغربیت کا اثر نہ پڑے کیونکہ باہر سے اگر اساتذہ لائے جائیں گے تو وہ اپنے ساتھ مغربی نظریات بھی لائیں گے اس لئے ہم نے کوشش کی کہ نظریات ہمارے ہی ہوں اور ان نظریات کے ساتھ طلباء کو لیکر چلا جائے۔ یہ ہمارا تعلیمی نظام ہے اس سلسلہ میں انشاء اللہ تعارف آپ کے سامنے آئے گا جو حضرات چارٹ دیکھنا چاہتے ہیں تو نیچے دو قسم کے چارٹ لگے ہوئے ہیں۔ ایک نصاب تعلیم کا ہے اس کو ہم نے کلر سے متعین کیا ہے۔ گرے کلر (Gray Colour) کا جو ہے وہ درس نظامی کے لئے ہے یعنی سلیٹی رنگ کا جو حصہ ہے وہ درس نظامی کے لئے ہے تو آپ جب جدول دیکھیں گے تو اسمیں جو سلیٹی رنگ کے جو اسباق ہیں وہ درس نظامی کے اسباق ہیں اسی طرح سے سبز رنگ کے جو اسباق ہیں ہم نے انکو اسکولنگ کے لئے دیا ہے اور نیلے رنگ کے جو اسباق ہیں وہ ہم نے تجوید وقراءت اور قراءت عشرہ کے لئے دیئے ہیں تو آپ جدول میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ جو استاذ علم النحو، کافیہ اور شرح جامی پڑھا رہا ہے وہی استاذ

Marfat.com

بائیولوجی بھی پڑھا رہا ہے اور وہی استاذ سائنس بھی پڑھا رہا ہے تو یہ دارالعلوم کا ایک انفراد ہے اور کوشش یہ ہے کہ دارالعلوم میں اس انداز سے عصری تعلیم دی جائے کہ عصر ہی رہے مغرب کا اثر نہ آئے اور الحمدللہ ہم اسمیں اب تک کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس نظام کو اور ادارے کی کاوشوں کو قبول اور منظور فرمائے۔ امین

Marfat.com

اسلامی اور مغربی نظام تعلیم میں فرق

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ

تاریخ: 12/6/2010

بمقام: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، اقبال ٹاؤن لاہور

Marfat.com

Marfat.com

اسلامی اور مغربی نظام تعلیم میں فرق

بیان :حضرت مولانا زاہد الراشدی دامت برکاتھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سیدالمرسلین وعلی الہ واصحابہ و اتباعہ اجمعین۔ امابعد

حضرت مولانا قاری احمد میاں صاحب تھانوی دامت برکاتھم کا شکر گزار ہوں اور دارالعلوم الاسلامیہ کی انتظامیہ کا کہ آج کی اس تقریب میں آپ حضرات کے ساتھ ملاقات اور کچھ کہنے سننے کا موقع فراہم کیا۔مختلف موضوعات پر مجھ سے پہلے کافی ساتھیوں نے بات کی ہے اور بات کریں گے جبکہ ڈاکٹر محمود غازی صاحب تفصیلی گفتگو فرمائیں گے۔ مجھے یہ موضوع گفتگو کے لئے دیا گیا ہے کہ ''اسلام اور مغرب کے نظام تعلیم میں فرق''.میں ایک بات کی پہلے وضاحت کردوں کہ کوئی بھاری بھرکم مقالہ پیش نہیں کرسکوں گا اور نہ ہی بھاری بھرکم تحقیق کا اہل ہوں اور نہ آپ مجھے اس کا اہل سمجھیں۔میں تو صرف رننگ کمنٹری (Running Commentry) کا آدمی ہوں۔ پریکٹیکل مسائل پر کمنٹری کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ ہے اور یہ صورت حال ہے۔ میرا طرز رننگ کمنٹری کا ہے۔ آج تعلیم کے میدان میں اسلام اور مغرب کے درمیان میں ایک تو ہے کشمکش۔یہ ایک الگ موضوع ہے۔تعلیم کے مقاصد کیا ہیں؟ تعلیم میں کیا ہونا چاہیے کیا نہیں ہونا چاہیے،یہ ایک مستقل کشمکش ہے۔ ہم سے ان کے تقاضے کیا ہیں۔ہم ان کے کون سے تقاضوں سے مطابقت کررہے ہیں،اور کس

Marfat.com

سے نہیں کرر ہے، یہ الگ موضوع ہے۔ میں ایک سرسری سا عمومی منظر کہ اسلامی نظام تعلیم میں اور مغرب کے تعلیمی نظام میں جو عمومی فرق ہے، اس طرز کی دو چار باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

اسلام کے نظام تعلیم اور مغرب کے نظام تعلیم میں فرق کے حوالے سے ایک مغالطے کا پہلے مرحلے پہ ازالہ ضروری ہے۔ اسلامی نظام تعلیم سے مراد مسلم ممالک کا نظام تعلیم نہیں بلکہ اسلامی نظام تعلیم سے مراد ہمارا دینی نظام تعلیم ہے جس کو ہم اسلامی طرز کے طور پر چلا رہے ہیں۔ اس کو سامنے رکھ کر میں تین چار گزارشات پیش کروں گا۔ تعلیم کی اور تعلیم کے نصاب و نظام کی بنیاد ہوتی ہے عقیدہ پر، کسی بھی قوم کا تعلیمی سسٹم اس کے عقیدے پر ہوتا ہے۔ ہماری بنیاد بھی ہمارے عقیدے پر ہے کیونکہ اصل عقیدہ ہے اور عقیدے کے جو تقاضے ہیں، اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ عقیدے میں بنیادی بات جس کا سمجھنا ہمارے لیے ضروری ہے کہ مغرب اور ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی فرق، وہ عقیدے کا فرق ہے۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کائنات کیا ہے اور انسان کیا ہے؟ مغرب کی سوچ کیا ہے اور ہماری سوچ کیا ہے اور یہ کائنات کیا ہے؟ انسان کیا ہے؟ ہم انسان ہیں اس حوالے سے سوچیں۔ مغرب کے پورے نظام تعلیم کی بنیاد اس انسان کے حوالے سے اور کائنات کے حوالے سے اب تک جو ہے، اس کا دائرہ ایک سوال کے گرد گھومتا ہے۔ یہ کائنات کیا ہے؟ یہ انسان کیا ہے؟ سائنسی تحقیقات ان کا ارتقاء جو کچھ ہو رہا ہے، کائنات میں ادھر ادھر جا کر ہم پتہ چلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ چاند پر کیا ہے، مریخ پر کیا ہے، خلا میں کیا ہے، پوری سائنس کا موضوع یہ ہے اور اس میں سے بھی میڈیکل سائنس انسان کے وجود پر بحث کرتی ہے اور اس کا موضوع انسانی جسم ہے کہ یہ کیا ہے؟ یہ معلوم کرنے کی کوشش کہ کائنات کیا ہے اور انسان

Marfat.com

کیا ہے، مغرب کے جتنے بھی سائنسی علوم ہیں، ان سب کا فوکس ایک سوال پر ہے۔

مثلاً میڈکل سائنس ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک انسانی ڈھانچہ سے بحث کرتی ہے۔ سر کے بال بھی، ہڈیاں بھی، ناک، کان، جو کچھ بھی انسان میں ہے۔ یہ پانچ ساڑھے پانچ فٹ کے وجود میں اور دو ڈھائی من کی لاش میں جو کچھ بھی ہے، میڈکل سائنس اس سے بحث کرتی ہے۔ اس میں ہے کیا؟ اس کا نیٹ ورک کیا ہے؟ اس کا میکنزم کیا ہے؟ اس کی صحت اور سکون کا مدار کیا ہے؟ کیسے صحیح چلتا ہے اور کیسے خراب ہوتا ہے؟ یہ میڈیکل سائنس کا موضوع ہے۔ سائنس ہزاروں سال سے لگی ہوئی ہے اور یہ بات میں درمیان میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ابھی تک میڈیکل سائنس انسان کے اس وجود کے بارے میں کسی حتمی فیصلے تک نہیں پہنچی اور نہ ہی پہنچنے کا امکان ہے اور پتہ نہیں انسان کے اس وجود کے اندر اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چھپا رکھا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر اس کو قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے حوالے سے دیکھیں: ''وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها'' تو یہ کائنات کے حوالے سے تو ہے ہی، ہمارے اس وجود کے بارے میں بھی ہے۔ ہم ابھی تک اپنے وجود کے اندر کی چیزوں کو شمار نہیں کر سکے۔ کوئی نہ کوئی چیز ہر پانچ یا دس سال بعد سامنے آجاتی ہے۔ لیکن میں اس طرف نہیں جا رہا۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ میڈیکل سائنس انسانی وجود سے بحث کرتی ہے اور اس کا سوال یہ ہے کہ کیا ہے اور کیسے کام کرتی ہے؟ عمومی سائنس کائنات پر غور کرتی ہے اور مشاہدات کرتی ہے کہ یہ کیا ہے اور کیسے ورک کرتی ہے؟ لیکن یہ کیوں ہے؟ یہ سائنس کے موضوع سے خارج ہے۔ سورج میں کیا ہے اور کیسے کام کر رہا ہے اور سورج کیوں ہے اور کائنات کیوں ہے؟ یہ کس نے بنائی ہے، کیوں بنائی ہے؟ انسان کیوں ہے؟ یہ کیوں

Marfat.com

کا سوال سائنس کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

کیوں پر بحث کرتا ہے مذہب۔ کیوں پر بحث کرتی ہے وحی۔ کیوں پر بحث کرتا ہے قرآن مجید۔ کیوں پر بحث کرتی ہیں احادیث نبویہ۔ ہمیں کیا سے انکار نہیں ہے۔ میں نے سائنس دانوں سے بار بار کہا کہ ہمیں کیا سے انکار نہیں، ہمیں کیوں سے واسطہ ہے۔ انسان کیوں ہے اور کائنات کیوں ہے۔ اللہ تعالیٰ بار بار قرآن پاک میں فرماتے ہیں: "ما خلقنا السماء والارض وما بینھما لعبین، ربنا ما خلقت ھذا باطلا، ما خلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق" ہمارا ایک مقصد ہے، ہمارا ایک پروگرام ہے۔ قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ کائنات بنانے والی ایک ذات ہے۔ اس کا ایک مقصد ہے۔ اس نے مقصد دیا ہے، اس نے لمٹ بھی بتائی ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ "یہ عارضی ہے اور اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ہوگا۔ میں اشارۃً عرض کروں گا۔ مثلاً انسان کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا اور پہلے دن پہلے ہی جوڑے سے ایک بات صاف کہہ دی۔ آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو زمین پر اتارا اور ایک بات بڑی واضح کہہ دی۔ "ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین" ایک وقت کے لیے زمین پر جا رہے ہو، مستقر بھی ہے متاع بھی ہے، لیکن ایک وقت تک ہے، مستقل قیام گاہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہی کہ "اما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون"۔ "والذین کفروا و کذبوا بایتنا اولئک اصحب النار" اس دنیا میں جتنا عرصہ رہو گے، تو ڈائریکشنز میری طرف سے آئیں گی۔ ہدایت میں دوں گا، بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔ اس ہدایت کی پیروی کرو گے تو واپس گھر آؤ گے، ورنہ دوسرے گھر (جہنم) میں جاؤ گے۔ انسان کا ایک مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک مقصد دیا ہے۔

Marfat.com

تو پہلی بنیادی بات یہ ہے کہ مغرب کے نزدیک نہ کائنات کا کوئی مقصد ہے اور نہ ہی انسان کا کوئی مقصد ہے۔ چونکہ وہ بھی ایک حادثے کا نتیجہ ہے اور یہ بھی ایک حادثے کا نتیجہ ہے اور مغرب کے نزدیک کائنات کا نہ کوئی مقصد ہے اور نہ ہی کوئی پروگرام ہے، بس وقت گزارنا ہے، مجبوری ہے۔ جب وقت گزارنا ہے تو اچھے طریقے سے گزار لیں۔ اس لیے ان کی تعلیم کی بنیاد بھی اسی دائرہ پر ہے۔ ہمارے ہاں کائنات کا ایک مقصد ہے، انسان کا بھی ایک مقصد ہے، اس لیے ہماری تعلیم اس رخ پر ہوگی کہ ہم ان مقاصد کی تکمیل میں کیا کر سکتے ہیں؟

دوسری بات تعلیم اور علم سے متعلق ہے کہ علم کا ماخذ کیا ہے، علم کا سرچشمہ کیا ہے؟ اس میں بھی جھگڑا ہے ہمارا۔ مغرب کے نزدیک علم کا ماخذ انسانی محسوسات، مشاہدات اور تجربات ہیں۔ مغرب کے نزدیک جو چیز انسان کے محسوسات، تجربات اور مشاہدات کے دائرے میں ہے، وہ علم ہے۔ ہمارے نزدیک علم کا ماخذ یہ نہیں ہے۔ علم کا ماخذ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ ہمارے نزدیک علم کا ماخذ خارجی اور مغرب کے نزدیک داخلی ہے، جو کچھ تجربات اور مشاہدات سے حاصل کیا گیا، وہ علم ہے۔ ہمارے نزدیک جو پہلا سبق تھا، وہ بھی اسی پر مبنی ہے۔ "وعلم آدم الاسماء کلھا" سب سے پہلے انسان کو سب سے پہلی تعلیم اللہ نے یہ دی ہے۔ میں صرف اس نکتہ پر بات کر رہا ہوں کہ ہماری تعلیم کا آغاز اپنے مشاہدات اور محسوسات پر مبنی نہیں ہے، بلکہ تعلیم دینے والے کی تعلیم پر ہے۔ یہ دوسرا بنیادی فرق ہے مغرب کے فلسفہ تعلیم اور ہمارے فلسفہ تعلیم میں۔ ہمارے ہاں علم کا اصل سرچشمہ وحی خداوندی ہے۔ ہمارا جو سب سے پہلا سبق ہے، وہ بھی یہی ہے کہ "اقرا باسم ربك الذی خلق .... مالم یعلم"۔ ہمارا پہلا سبق یہی کہتا ہے کہ یہ تعلیم اوپر سے آتی ہے۔ یہ داخلی مشاہدات، تجربات اور کیفیات کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ

Marfat.com

معاون ہیں۔ اصل تعلیم اوپر سے آتی ہے۔ یہ ہمارے نظام تعلیم اور مغرب کے نظام تعلیم میں دوسرا فرق ہے جو میں عرض کرنا چاہوں گا۔

تیسری بات یہ کہ مغرب کا جو موجودہ نظام تعلیم ہے اور انقلاب فرانس سے پہلے مغرب کا جو نظام تعلیم تھا، بالکل ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہیں۔ یہ فرق کیوں آیا ہے؟ مغرب اس مقام پر کیسے پہنچا ہے؟ یہ ایک مستقل موضوع اور گفتگو ہے، لیکن میں اشارہ کر رہا ہوں۔ مغرب کے موجودہ نظام تعلیم سے پہلے یعنی انقلاب فرانس سے پہلے جسے تقریباً دو سو سال ہو گئے ہیں، ۱۷۹۰ء کے لگ بھگ کا معاملہ ہے۔ میں یہ بات اس لیے چھیڑ رہا ہوں کہ میں نے مغرب کے پرانے نظام تعلیم کی ایک جھلک اپنی آنکھوں سے آج اس دور میں دیکھی ہے۔ مغرب کا نظام تعلیم بھی یہی تھا۔ ہمارا تو دائرہ وسیع ہے۔ ان کا اتنا محدود تھا کہ واقعتاً اس کے خلاف بغاوت ہونی چاہیے تھی۔ امریکہ کا ایک علاقہ ہے آمشوں کا۔ یہ پورا علاقہ ایک خطہ ہے جو آج بھی پرانے ماحول میں پرانی تعلیم کے ساتھ پرانے سسٹم اور ثقافت کے ساتھ موجود ہے۔ وہ لوگ نہ بجلی استعمال کرتے ہیں، نہ گاڑی استعمال کرتے ہیں، نہ ان کے ہاں کوئی جدید اسکول ہیں، نہ زراعت کے لیے کوئی جدید مشین استعمال کرتے ہیں۔ ہل کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے ہیں، کنویں سے ہینڈ پمپ کے ساتھ پانی نکالتے ہیں اور اپنے گوبر کے گھریلو پلانٹ بنائے ہوئے ہیں جس سے بلب روشن کرتے ہیں۔ آمشوں کا پورا علاقہ ہے جسے گزشتہ سال مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہاں تانگے چلتے ہیں، گھوڑا گاڑیاں چلتی ہیں۔ دوست مجھے یہ پرانا سسٹم دکھانے لے گئے۔ وہ لوگ کوئی بات قبول نہیں کرتے، بالکل ڈٹے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں نہ بجلی لیں گے، نہ ٹیلی فون لیں گے، نہ گاڑی استعمال کریں گے۔ اس ماحول میں تقریباً تین اچھے خاصے گاؤں تو میں نے وہاں دیکھے ہیں۔

Marfat.com

ایک صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا آپ کا تعلیمی سسٹم کیا ہے؟ انہوں نے کہا بس پرائمری تعلیم ہے جس میں ہم بائبل پڑھاتے ہیں اور لکھنا پڑھنا سکھاتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکی کے لیے تو تعلیم بند ہے۔ لڑکا اگر میٹرک کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اس میں بھی زیادہ تعلیم مذہبی ہے۔ جدید سائنسی علوم ہم نہیں پڑھاتے۔ یہ آج کے امریکہ میں آمشوں کا علاقہ ہے۔ اس میں پرانی رسومات ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھلانے کے لیے اسے محفوظ رکھا ہے۔

میں تفصیلات میں جائے بغیر عرض کرنا چاہوں گا کہ مغرب کے پرانے نظام تعلیم اور موجودہ نظام تعلیم میں اتنا تفاوت کیوں ہے؟ ہمیں اس کے اسباب پر غور کرنا چاہیے۔ یہ بغاوت کیوں ہوئی؟ بغاوت اس لیے ہوئی ہے کہ مغرب میں انقلاب فرانس سے پہلے بادشاہی نظام تھا، جاگیر دارانہ سسٹم تھا اور پاپائے روم بھی مظالم کے حوالے سے بادشاہ کا ساتھی تھا، جاگیر دار تھا۔ وہاں فتوے لگے ہیں۔ سائنسی انکشافات پر ارتداد کے فتوے لگے اور موت کی سزائیں بھی دی گئی ہیں۔ آکسفورڈ میں آج بھی وہ جگہیں موجود ہیں جہاں پادری صاحب بیٹھتے تھے۔ سامنے سائنس دان پیش ہوتا تو پوچھا جاتا کہ تو کہتا کیا ہے؟ سائنس دان کہتا کہ زمین گھومتی ہے تو کہتا کہ گھما لو۔ پندرہ منٹ میں وہ گھما دیا جاتا۔ وہ مظاہر آج بھی موجود ہیں جہاں نشان لگائے ہوئے ہیں کہ یہاں عدالت لگتی تھی، اتنے لوگ مارے گئے ہیں۔ گلیلیو کو جو سزا دی گئی تھی، اس کے تقریباً تین سو سال بعد پاپائے روم نے معافی مانگی ہے۔ وہ بادشاہ، پادری اور جاگیر دار کی جو تکون تھی، اس تکون کے خلاف بغاوت ہوئی ہے اور اس بغاوت میں جہاں بادشاہ اور جاگیر دار صاحب گئے، وہاں پوپ صاحب بھی چلے گئے۔

میں اساتذہ کرام سے عرض کروں گا کہ مغرب کی مذہبی بیزاری کے اسباب ضرور

Marfat.com

پڑھیں۔ آج آپ اگر مغرب کے کسی دانشور سے مذہب کی بات کرتے ہیں تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کیا وہ دور واپس آ رہا ہے؟ یہ بلاوجہ نہیں ہے۔ ان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے کہ وہ دور دوبارہ واپس آ رہا ہے؟ اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ مذہب کا غلط استعمال تھا۔ مجھ سے ایک صاحب نے بات کی کہ مولوی صاحب، تمہاری بھی یہی صورتحال ہے۔ میں نے کہا، نہیں۔ غلط مشابہت مت دو۔ میں نے کہا کہ تین فرق ہیں۔ تمہارے ہاں پاپائے روم شخصی اتھارٹی ہے۔ پاپائے روم کہہ دیں یا امام معصوم کہہ دیں۔ ہمارے ہاں پیغمبر کے بعد کوئی شخصی اتھارٹی نہیں ہے۔ ہم تو جس امام کی تقلید کرتے ہیں، اس کے بارے میں بھی کہتے ہیں 'یخطئ ویصیب'۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو سب سے پہلے خلیفہ بنے، انہوں نے پہلے خطبے میں ہی کہہ دیا کہ میں صحیح بھی کر سکتا ہوں، غلطی بھی کر سکتا ہوں۔ صحیح کروں تو ساتھ دو، غلطی کروں تو ٹوک دو۔ میں نے کہا کہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی شخصی اتھارٹی نہیں ہے، سوائے پیغمبر کے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم سائنس کے مخالف نہیں ہیں۔ مغرب کا مذہب سائنس کے مخالف تھا۔ سائنسی انکشافات پر سائنسی تحقیقات پر ہم تو سائنس کے شکر گزار ہیں کہ ہماری ہر بات کی تائید کرتی چلی جا رہی ہے۔ ہمارا اختلاف سائنس سے نہیں بلکہ فلسفے سے ہے۔ جو ہم نے کہا تھا، سائنس کہہ رہی ہے کہ یہ بھی ٹھیک ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے اور جو رہ گئی ہیں، ان کی تائید کرے گی۔ مغرب کا مذہبی رہنما سائنس کے مقابلے میں کھڑا ہو گیا تھا۔ سائنس کو خدا دشمنی قرار دیا تھا۔ ہم تو مخالفت نہیں کر رہے۔ ہم تو سائنس کی تائید کر رہے ہیں کہ اور آگے بڑھو، کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری جو باتیں لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں، سائنس خود سمجھا لے گی۔

ہمارے ہاں ایک مشہور بحث ہے وزن اعمال کی جس پر پوری تقریر ہوتی ہے کہ

Marfat.com

اعراض تلتے ہیں یا نہیں تلتے؟ سائنس نے اعراض کو تول کر ہماری بات کی تائید کر دی ہے۔ یہ میں نے ایک چھوٹی سی مثال دی ہے۔

تیسرا فرق مغرب کے اس مذہبی جمود اور ہم میں یہ ہے کہ مغرب کے پوپ اور پاپائے روم کا جو سسٹم تھا، وہ بادشاہ اور جاگیردار کا ساتھی تھا اور ہمارے ہاں مولوی ہمیشہ عوام کے ساتھ رہا ہے۔ مولوی بحیثیت طبقہ کے عوام کے ساتھ رہا ہے، عوام کے دکھ درد کا ساتھی رہا ہے۔ ہم نے شروع سے لے کر اب تک عوام کی بات کی ہے، عوام کے لیے جیلیں کاٹی ہیں اور عوام کے لیے تحریکیں چلائی ہیں۔ ہمارے علماء اور صوفیاء کے طبقے نے بادشاہ اور عوام کی جنگ میں، ظالم اور مظلوم کی جنگ میں ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیا ہے۔ اگر دیکھنا ہو تو حضرت مولانا علی میاں کی ''تاریخ دعوت وعزیمت'' دیکھیں، پوری تفصیل سامنے آ جائے گی۔

تو یہ بات میں نے عرض کی کہ مغرب کے نظام میں جو بغاوت ہوئی ہے، وہ اس وجہ سے ہوئی ہے لیکن آج وہ مذہب کے بالکل باغی ہیں۔ مغرب کے ہاں آسمانی تعلیمات کا، وحی کا، بائبل کا، انبیائے کرام کا تعلیم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ درمیان میں ایک بات یاد آ گئی۔ خاکوں کا جو مسئلہ چلا تھا، اس خاکے چھاپنے والے صحافی نے اپنی تائید میں ایک مضمون بھی لکھا تھا۔ اس میں ایک بات اس نے کہی کہ ہم تو اپنے معاملات میں خدا، بائبل اور عیسیٰ کا کہیں حوالہ نہیں دیتے اور مسلمانوں نے اب تک یہ تینوں حوالے سر پر مسلط کیے ہوئے ہیں۔ یہ بات درست ہے۔ مسلمان جتنا بھی گیا گزرا ہے، لیکن اس کے حوالے یہی ہیں۔ مسلمانوں کے حوالے آج بھی خدا، رسول اور قرآن ہیں اور یہ تینوں حوالے آج بھی قائم ہیں اور اتنی مضبوطی سے قائم ہیں کہ میں اکثر یہ بات عرض کیا کرتا ہوں کہ بش کو بھی اگر ہم سے بات کرنی پڑتی ہے تو کوئی نہ کوئی حدیث تلاش کرنی پڑتی ہے۔ اوباما بھی جب

Marfat.com

ہمارے اجتماع میں آتا ہے تو کوئی نہ کوئی آیت تلاش کرنا پڑتی ہے کہ تمہارے قرآن میں یہ بات ہے۔ یہ بھی ایک فرق ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ بھی ایک فرق ہے کہ ہم نے تینوں حوالے چھوڑ دیے اور مسلمانوں نے ابھی تک سر پر مسلط رکھے ہوئے ہیں اور اس کا جواب میں نے بھی لکھا، لیکن اس کا اپنا میدان ہے، ہمارا اپنا میدان ہے۔ میں نے کہا کہ بھئی! بات یہ ہے کہ ہم پر رعب کیا جماتے ہو۔ تمہارے پاس تھا کیا جو تم نے چھوڑا؟ بائبل کہاں ہے؟

ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

کہاں ہے انجیل اور زبور؟ کہاں ہے تورات؟ دنیا کا کوئی یہودی تورات کے کسی نسخے پر ہاتھ رکھ کر یہ کہنے کا حوصلہ نہیں رکھتا کہ یہ وہی تورات ہے جو موسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔ دنیا کا کوئی عیسائی انجیل پر ہاتھ رکھ کر یہ کہنے کا حوصلہ نہیں رکھتا کہ یہ وہی نسخہ ہے جو عیسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ لیکن دنیا کا ہر مسلمان قرآن کے کسی بھی نسخے پر ہاتھ رکھ کر پورے اعتماد سے یہ کہے گا کہ یہ وہی قرآن مجید ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔

بہرحال میں نے یہ عرض کیا کہ مغرب کے نظام تعلیم اور ہمارے نظام تعلیم میں ایک فرق یہ ہے کہ مغرب کے نظام تعلیم اور فلسفے کی بنیاد انسانی مشاہدات، احساسات اور تجربات پر ہے، اور ہماری اصل بنیاد کس پر ہے؟ وعلم آدم الاسماء وعلم الانسان ما لم یعلم۔

تیسری بات بڑا عجیب سا مسئلہ ہے کہ ہمارے نظام تعلیم میں ایک اور بات بھی شامل ہے۔ ہمارے نزدیک ہم جس دنیا میں رہتے ہیں، اس میں اور بھی مخلوقات ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں۔ ابھی دو ہفتے ہوئے، ایک برطانوی سائنسدان کا ایک اخباری بیان روزنامہ ایکسپریس نے چھاپا۔ اس نے کہا کہ کچھ غیبی مخلوقات ہمارے

Marfat.com

اردگرد محسوس کی گئی ہیں۔ میں انسانوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ اگر کسی سے کوئی رابطہ کرے تو اسے معلومات نہ دے۔ کہیں وہ ہمارے سسٹم سے واقف نہ ہو جائیں اور ہمیں نقصان نہ پہنچائیں۔ معلومات لے کر وہ ہمارے سسٹم میں مداخلت کریں گے۔ ہمارا سسٹم کہیں جام نہ کر دیں، خراب ہو جائے گا۔ یہ برطانوی سائنسدان کا بیان ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں تو غیبی مخلوق سے تعلق ولادت سے پہلے ہی ہو جاتا ہے۔ جب ماں کے پیٹ میں روح کا کنکشن ملتا ہے تو اس سے پہلے ایک فائل بنتی ہے۔ وہ فائل غیبی مخلوقات ہی بناتی ہیں۔ ما عملہ، ما رزقہ، ما اجلہ، شقی ام سعید؟ پہلے فائل بنتی ہے، پھر کنکشن ملتا ہے۔ ہمارا غیبی مخلوقات سے تعلق پہلے ہوتا ہے اور دنیا میں بعد میں آتے ہیں۔ ہماری فائل ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے، ہم نے ان کو کیا معلومات دینی ہیں! یہ ساری بات طے ہو جاتی ہیں کہ اس کا عمل کیا ہوگا، اس کا رزق کتنا ہوگا اور اس کی عمر کتنی ہوگی؟ یہ کس کیٹگری میں ہوگا، شقی ہوگا یا سعید ہوگا۔ کیا کرے گا؟ یہ ساری فائل پہلے بن جاتی ہے۔ ایک غیبی مخلوق کا نمائندہ ہمارے ساتھ مقرر ہوتا ہے اور ساری فائل مکمل کر کے پھر کہا جاتا ہے کہ ٹھیک ہے، کنکشن دے دو اور پھر وہ ساتھ ساتھ ہی رہتا ہے۔ پر کتنے فرشتے رہتے ہیں ہمارے ساتھ؟ مختلف احادیث کی روشنی میں ایک دن بیٹھ کر میں سوچ رہا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق ایک انسان کے ساتھ کم از کم سات آٹھ تو ہوں گے۔ دو کراماً کاتبین ہیں، ایک وہ فائل والا، کچھ محافظین ہیں اور وہ بھی ہیں جو نیک مجلس ہو تو اوپر سے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ پر بچھانے والے الگ ہیں اور گھیرا ڈالنے والے الگ۔ اور آنے جانے والے، صبح اور عصر کی نماز میں حاضری لینے والے الگ ہیں۔ ہماری تو بہت محدود تعداد ہے۔ سارا کنٹرول غیبی مخلوق کے ہاتھ میں ہے، ہمارا تو سارا نظام ان کے ہاتھ میں ہے۔

Marfat.com

یہ بات بھی میں عرض کرنا چاہوں گا کہ مغرب کے نزدیک ساری تعلیم کا دائرہ کار ایک فرد اور سوسائٹی کی حیثیت سے انسان تک محدود ہے، لیکن ہمارے ہاں دوسرے مخلوقات کے ساتھ روابط بھی ہماری تعلیم کا حصہ ہیں۔ شیطان سے معاملات کیا ہیں؟ فرشتوں سے معاملات کیا ہیں؟ قرآن مجید بھرا پڑا ہے کہ شیاطین سے ہمارے تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ ہمارا دائرہ تعلیم صرف اپنی سوسائٹی تک محدود نہیں، دوسری سوسائٹیاں بھی شامل ہیں۔ فرشتوں کی سوسائٹی بھی شامل ہیں، جنوں کی سوسائٹی بھی شامل ہے۔

ایک بات اور اسی ضمن میں یہ ہے جس کے متعلق عام طور پر سوال بھی ہوتا ہے کہ دینی مدارس جو تعلیم دیتے ہیں اور پڑھاتے ہیں، اس کا فیوچر اور انسانی سوسائٹی سے کیا تعلق ہے، سوسائٹی کے پریکٹیکل معاملات سے کیا تعلق ہے؟ زندگی کے معاملات سے کیا تعلق ہے؟ یہ ایک عام سا سوال ہے تعلیم یافتہ لوگوں میں، ایسا سوال ہے کہ ذہن بھی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ پریکٹیکل اور عملی زندگی سے اس کا کیا تعلق ہے۔ ایک جگہ سوال ہوا تو میں نے کہا کہ بات سنو، زندگی کس کا نام ہے؟ زندگی یہی ۵۰ سال کا نام ہے یا اس سے آگے بھی زندگی ہے؟ مغرب کے نزدیک زندگی اسی کا نام ہے۔ مغرب کے نزدیک زندگی اس دنیا کے ۵۰، ۶۰، ۷۰ سال کا نام ہے، اس کے بعد زندگی کا کوئی مرحلہ نہیں ہے۔ وہی جو مشرکین مکہ کہتے تھے کہ: اء ذا کنا عظاما ورفاتاا ء نا لمبعوثون، ء انا لمخرجون؟ کون نکالے گا؟ کیا ہوگا؟ لیکن ہمارے نزدیک تو یہ زندگی کا بہت چھوٹا مرحلہ ہے، اتنا چھوٹا مرحلہ کہ اللہ تعالیٰ خود کہتے ہیں کہ کل تم خود کھڑے ہوگے اور کہو گے: کانهم یوم یرونها لم یلبثوا الا عشیة او ضحها۔ خود تم فیصلہ نہیں کر سکو گے کہ تم دن کا پہلا پہر رہ کر آئے ہو یا دوسرا۔ ہمارے تعلیم اور مقاصد میں صرف دنیا کی

Marfat.com

زندگی نہیں ہے، قبر کی زندگی بھی ہے، حشر کی زندگی بھی ہے اور اس سے آگے کی غیر محدود زندگی بھی ہے۔

مغرب کے تعلیمی مقاصد میں یہ ہے کہ فرد اور سوسائٹی کی حیثیت سے یہ دنیا کے جو چند دن ملے ہیں، یہ کیسے گزارنے ہیں اور کیسے باعزت چلے جانا ہے۔ ہمارے نزدیک صرف دنیا کی زندگی مقصد نہیں ہے، اس کے ساتھ ساتھ قبر، حشر، جنت اور اس سے اگلے مراحل بھی ہمارے نظام تعلیم کے مقاصد میں سے ہیں بلکہ وہ اصل ہے اور یہ اس کی فرع ہے۔ یہ چھوٹا سا عرصہ ہے، اصل تو وہ ہے۔ تو مغرب بات کرتا ہے دنیا کی زندگی کے حوالے سے اور ہمارا نظام قبر، حشر، جنت، دوزخ اور تمام معاملات میں عمومی تناظر سے بات کر کے انسانی نجات اور فلاح کے حوالے سے بحث کرتا ہے۔

یہ مغرب اور ہمارے تعلیمی فلسفے اور تعلیمی مقاصد میں تین واضح فرق ہیں جو ظاہر اور واضح نظر آرہے ہیں۔

ایک بات اور عرض کروں گا۔ مغرب کے نزدیک تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ انسان سوسائٹی میں اپنی حیثیت پہچانے اور سوسائٹی کی بہتری کے لیے کام کرے۔ اپنے آپ کو پہچانے، سوسائٹی کو پہچانے اور جو اس کی ضروریات ہیں، ان کو پورا کرے۔ ہمارے ہاں تعلیم کے مقاصد میں سب سے پہلے تو معرفت خداوندی ہے کہ ہمارا بنانے والا کون ہے۔ تعلیم کا مقصد ہے خدا کی پہچان اور پھر اپنی پہچان کہ ہم کون ہیں۔ پھر اس کے بعد سوسائٹی کیا ہے اور اس کے مقاصد اور اس کے کیا فوائد ہیں؟ معرفت خدا اور معرفت نفس ہماری تعلیم کا اصل بنیادی مقصد ہے اور مغرب میں اس کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ خدا ہے، تب بھی ٹھیک ہے۔ خدا نہیں ہے، تب بھی ٹھیک ہے۔ خدا پر کوئی ایمان رکھتا ہے، تب بھی ٹھیک ہے۔ نہیں رکھتا، تب بھی ٹھیک ہے۔

Marfat.com

اس لیے میں نے عرض کیا کہ نظام تعلیم کی بنیاد ہوتی ہے عقیدے پر۔ مغرب کے عقیدے میں دنیا ہی سب کچھ ہے۔ خدا کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ غیب کی مخلوق کا ہونا نہ ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ انسان اور سوسائٹی اس کا دائرہ ہے، لیکن ہمارے نزدیک یہ ساری باتیں تعلیم کے فلسفے اور تعلیم کے دائرے میں شامل ہیں۔

اس کے بعد میں اس طرف آنا چاہوں گا کہ مغرب اور مغربی دنیا نے ہمیں جو نظام تعلیم دیا ہے، اس کے ثمرات اور نتائج کیا ہیں۔ دنیا کو اس کے نتائج کیا بھگتنے پڑ رہے ہیں اور اس کا حل کیا ہے؟ ہمارا نظام تعلیم اس میں کیا رول ادا کر سکتا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے آپ کو یاد ہوگا یہاں پروٹسٹنٹ مسیحی فرقے کے سربراہ آرچ بشپ ڈاکٹر رووَن ولیمز اسلام آباد آئے تھے اور مکالمہ ہوا تھا۔ بین المذاہب مکالمہ اس کا موضوع تھا۔ اس موضوع کے متعلق ایک بات ہے جو میں عرض کرنا چاہوں گا۔ مجھ سے بالواسطہ پوچھا گیا کہ اسلام آباد کے مذاکرے کے لیے بلایا جائے تو آپ آئیں گے؟ میں نے کہا کہ میرے دو تحفظات ہیں۔ اگر وہ دور ہو جائیں تو میں آؤں گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ مکالمہ میں ایک طرف ہیں پروٹسٹنٹ فرقہ کے مذہبی پیشوا جو پوری دنیا کے پروٹسٹنٹ فرقے کی نمائندگی کر رہے ہیں اور دوسری طرف سے جناب شوکت عزیز ہیں۔ یہ کس کی نمائندگی کر رہے ہیں؟ یہ اہل سنت کی نمائندگی کر رہے ہیں؟ خوارج کی کر رہے ہیں؟ معتزلہ کی کر رہے ہیں؟ شیعہ کی کر رہے ہیں؟ کس کی کر رہے ہیں؟ مکالمہ اصل فریقوں میں ہونا چاہیے۔ مکالمہ ہوتو آرچ بشپ اور شیخ الازہر یا امام کعبہ یا دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کے درمیان ہو یا پاکستان کے دارالعلوم کراچی کے بڑے عالم ہوں یا کم از کم ہمارے تبلیغی بزرگ حاجی عبدالوہاب کے درمیان ہو۔ اہل مذہب کی نمائندگی یہ لوگ کرتے ہیں۔ ایک ادارے کی یہ کرتے ہیں اور ایک ادارے کی وہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

میر دوسرا تحفظ یہ ہے کہ ایجنڈا ایک طرفہ ہے۔ یہ ون وے ایجنڈا ہے۔ مغرب ہم سے مکالمہ کرنا چاہ رہا ہے اس ایجنڈے پر کہ مذہب کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ مغرب کو مصیبت پڑی ہوئی ہے کہ مذہب کے نام پر اس کے بقول دہشت گردی ہو رہی ہے۔ یہ ہو رہا ہے، وہ ہو رہا ہے، سب کچھ مذہب کے نام پر ہو رہا ہے۔ مذہب کے نام پر لوگ تلوار اٹھائے ہوئے ہیں اور مار رہے ہیں۔ مغرب کی پریشانی یہ ہے۔ اس وقت وہ ہم سے یہی بات کر رہا ہے کہ مذہب کا غلط استعمال روکو، مذہب کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ ہم بیٹھ کر بات کرنے کے لیے تیار ہیں، مگر مغرب کا ایجنڈا یہ ون وے ہے۔ ہمارے پرانے مناظروں میں جب مناظرین مناظرہ کرتے تھے تو ایک اصول تھا کہ ایک موضوع آپ کا اور ایک میرا۔ دو مناظر آپس میں طے کرتے تھے کہ ایک موضوع ادھر کا اور ایک موضوع ادھر کا۔ یہ دونوں اپنے موضوع کو طے کر لیتے تھے۔ میں نے کہا کہ ہم دنیا کے کسی بھی فورم پر اس مسئلے پر کہ مذہب کا غلط استعمال کہاں ہو رہا ہے، بڑے کھلے دل سے بات کرنے کو تیار ہیں، لیکن اس میں ہمارا بھی موضوع ہونا چاہیے کہ مذہب کے سوسائٹی سے لاتعلقی کے ثمرات دنیا کو کیا بھگتنا پڑ رہے ہیں۔ ہم تمہارے موضوع پر بات کرتے ہیں کہ مذہب کا کہاں غلط استعمال ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے، کیسے ہو رہا ہے اور اس کو کنٹرول کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟ آپ ہمارا موضوع شامل کریں کہ مذہب کے سوسائٹی سے لاتعلقی کے ثمرات دنیا کو کیا بھگتنا پڑ رہے ہیں اور کیا نقصانات دنیا نے اٹھائے ہیں؟ یہ موضوع آپ شامل کر لیں۔ ایک موضوع پر آپ بات کریں گے اور ایک موضوع پر ہم بات کریں گے۔ بیٹھ کر مکالمہ کر لیتے ہیں۔

مغرب نے مذہب اور وحی کو جو ترک کیا ہے آج مغرب اس پر پریشان ہے، مغرب کا دانشور آج خود اس بات پر پریشان ہے کہ ہم نے جو اس وجدانیات (وحی) کو

Marfat.com

چھوڑ دیا ہے۔ وجدانیات (وحی) کو چھوڑ کر ہم نے فائدہ اٹھایا ہے یا نقصان پہنچایا ہے اس کے اندر مغرب کے دانشوروں کی بحث جاری ہے۔ اس پر دو تین تازہ شواہد پیش کرتا ہوں۔

یہ ایک لمبی بحث ہے۔ ایک مکالمہ عرض کروں گا کہ مذہب کو ترک کرنے اور وجدانیات (وحی) سے دستبردار ہونے سے تعلیم سے اور علم سے مذہب کو الگ کرنے کے نقصانات کیا ہوئے ہیں۔ برطانیہ میں ایک شہر ہے نوٹنگھم۔ وہاں میں اکثر جاتا رہتا ہوں۔ وہاں ہمارا مدرسہ ہے جامعہ الہدیٰ۔ میری بھانجی بھی وہاں پڑھاتی رہی ہے۔ ایک دن میں نے اس کے پرنسپل مولانا رضاء الحق صاحب سے کہا کہ میری کسی اچھے پادری سے ملاقات کروائیں۔ میری ایک عادت ہے کہ جہاں جاتا ہوں، وہاں کے مذہبی رہنماؤں سے کچھ نہ کچھ گپ شپ کرتا ہوں۔ عیسائی ہوں، ہندو ہوں، یہودی ہوں، سکھ ہوں، کوئی بھی ہوں، یہ میرا موضوع ہے۔ میں نے کہا کہ کوئی سمجھ دار پادری ہو تو اس سے میری ملاقات کراؤ۔ انہوں نے ایک پادری صاحب سے وقت لے لیا کہ ہمارے مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں، آپ سے بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ انگریزی مجھے نہیں آتی۔ نہ لکھ سکتا ہوں، نہ پڑھ سکتا ہوں، نہ بول سکتا ہوں۔ ترجمان سے کام چلاتا ہوں۔ ایک نومسلم بزرگ ہیں برطانیہ میں، حاجی عبدالرحمٰن، بہت اچھی اردو جانتے ہیں۔ انھیں ہم نے ترجمان بنا لیا۔ پادری صاحب سے ملاقات ہوئی، علیک سلیک ہوئی۔ میں نے ان سے ایک سوال کیا۔ میں نے کہا یہ فرمائیے کہ آپ کی سوسائٹی زنا، عریانی اور سود، ان تین حوالوں سے جس مقام پر پہنچی ہوئی ہے، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ بحیثیت مذہبی راہنما کے یا پادری کے، زنا، سود اور عریانی کے حوالے سے آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ مذہب سے بغاوت ہے، بائبل سے

Marfat.com

بغاوت ہے اور غلط ہو رہا ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ میں نے دوسرا سوال کیا کہ اس کو کوئی بریک لگ سکتی ہے؟ یہ جو سوسائٹی دوڑی چلی جارہی ہے اس طرف، اس کو کہیں بریک لگائی جا سکتی ہے؟ اس نے کہا، نہیں کوئی بریک نہیں۔ تیسرا سوال میں نے یہ کیا کہ اس کا حل کیا ہے؟ بحیثیت مذہبی راہنما آپ کے نزدیک اس کا کیا حل ہے؟ انگریزی میں جو الفاظ ہوں گے، وہ پتہ نہیں کیا ہیں، لیکن ان کے الفاظ کا ترجمہ جو حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے کیا، وہ آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اس مسئلے کا حل ہمارے پاس نہیں ہے، ہم تو آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے کہ اس سے سوسائٹی کو بچانے اور اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لیے جس نور کی ضرورت ہے، وہ ہمیں آپ لوگوں کی آنکھوں میں نظر آرہا ہے۔

میں عرض کررہا ہوں کہ مغرب نے اپنے نظام تعلیم اور تعلیم کے دائرے سے وحی کو اور آسمانی تعلیمات کو نکالا جس کے اثرات مغرب پر یہ ہیں کہ مغرب کے دانشور خود پریشان ہیں۔ مغرب کے کسی سنجیدہ دانشور سے بات کرکے دیکھیے۔ وہ پریشان ہیں۔ میں حوالہ دینا چاہوں گا شہزادہ چارلس کا جو برطانوی شہزادہ ہے۔ بادشاہ بننا تو اس غریب کے مقدر میں نہیں ہے۔ اس نے آج سے کوئی بارہ سال پہلے آکسفورڈ میں کچھ لیکچر دیے تھے جو بہت مشہور ہوئے۔ یہ لیکچر بی بی سی نے بھی نشر کیے اور کتابی شکل میں بھی شاید موجود ہوں۔ ایک لیکچر کا اردو ترجمہ ہم نے بھی الشریعہ میں چھاپا۔ اس وقت مغربی دنیا میں وجدانیات کا سب سے بڑا مبلغ چارلس ہے۔ وجدانیات سے مراد وحی ہے۔ ہماری اصطلاح وحی ہے اور ان کی اپنی اصطلاح ہے۔ ذرا ہلکی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تاکہ لوگ ڈر نہ جائیں۔

اس نے کہا کہ ہم نے وجدانیات سے انحراف کرکے انسانی سوسائٹی کو تباہی کے

Marfat.com

سوا کچھ نہیں دیا۔ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی آپشن نہیں ہے کہ ہم وجدانیات کی طرف واپس جائیں۔ یہ اس مقالے کا خلاصہ ہے۔ اور آج کی تازہ بات بھی عرض کردوں۔ اسی تناظر میں آج کا نوائے وقت اخبار پڑھیں۔ نیویارک میں ایک تین روزہ کانفرنس چل رہی ہے۔ اس میں شہزادہ چارلس نے کہا ہے کہ اگر ہم دنیا کو ماحولیات کے حوالے سے ایک بڑی تباہی سے محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو قرآن پاک پرعمل کیے بغیر کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ دنیا کو اگر بڑی تباہی سے بچانا ہے تو قرآن مجید کے احکام وقوانین پر عمل کرنا ہوگا، ماحولیات کے حوالے سے، کیونکہ یہ بات ماحولیات کے حوالے سے ہو رہی تھی۔

ایک حوالہ اور دینا چاہوں گا کہ مغرب نے اپنی زندگی سے، عقیدے سے، تعلیم سے جو مذہب اور وحی اور وجدانیات کو خارج کیا، اس کے ثمرات مغرب فیملی سسٹم کی تباہی کی صورت میں بھی بھگت رہا ہے۔ یہی ڈاکٹر روون ولیمز جو پاکستان تشریف لائے تھے، پروٹسٹنٹ فرقے کے عالمی سربراہ، انہوں نے لندن میں ایک لیکچر میں یہ کہا کہ برطانیہ میں جو مسلمان رہتے ہیں، ان کا حق ہے کہ ان کے نکاح، وراثت، طلاق اور مالیات کے تنازعات کے فیصلے ان کی شریعت کے مطابق ہوں۔ ان کا حق ہے کہ حلال حرام کے مسائل، نکاح، طلاق اور وراثت کے مسائل ان کی شریعت کے مطابق حل ہوں اور اس کے لیے یہاں ان کو شرعی عدالتیں فراہم کی جائیں۔ یہ آج سے تین سال پہلے انھوں نے کہا تھا کہ برطانیہ کے عدالتی سسٹم کو اپنے اندر یہ گنجائش پیدا کرنی چاہیے کہ مسلمانوں کی شرعی عدالتیں یہ فیصلے کریں۔ اس وقت برطانیہ کے وزیراعظم گورڈن براؤن تھے۔ اس پر خاصا طوفان کھڑا ہوا۔ وزیراعظم کے ترجمان نے کہا کہ ہم یہ نہیں کرسکتے، مسلمانوں کے عائلی قوانین جو ہیں، وہ انسانی حقوق کے منافی ہیں۔ اس پر پادریوں کی کونسل میں ڈاکٹر روون ولیمز

Marfat.com

کو بلایا گیا کہ وہ اپنی پوزیشن واضح کریں۔ پادریوں کی کونسل میں کھڑے ہوکر اس نے کہا کہ میں اپنی پوزیشن پر قائم ہوں۔ انھوں نے کہا کہ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ مسلمانوں کے فیمی لاز انسانی حقوق کے منافی ہیں۔ وہ ہمارے سسٹم کے خلاف ہیں اور دنیا کے سارے ملکوں کے لیے ہمارے سسٹم کا پابند ہونا ضروری بھی نہیں۔ ایک خاص جملہ جس کی طرف میں توجہ دلا رہا ہوں، یہ کہ انھوں نے کہا کہ اس وقت دنیا میں جتنے بھی خاندانی قوانین ہیں، ان میں سے سب سے بہتر اسلام کے قوانین ہیں۔

ایک اور واقعہ ریکارڈ پر ہے۔ ہمارے پاکستان کا قصہ ہے۔ ہیلری کلنٹن اس وقت وزیر خارجہ ہیں اور کسی زمانے میں خاتون اول ہوا کرتی تھیں۔ اس زمانے میں کلنٹن صاحب صدر تھے۔ اس وقت وہ خاتون اول کی حیثیت سے اسلام آباد آئی تھیں اور انھوں نے اسلام آباد میں بچیوں کے اسکول کا وزٹ کیا اور ایف اے اور بی اے کی ایک طالبہ سے پوچھا کہ تمہیں اسکول میں کیا الجھن ہے اور کیا مسائل درپیش ہیں؟ اس بچی نے جواب دیا کہ ہم پڑھتی تو ہیں، لیکن اچھے اسٹینڈرڈ کی لائبریریاں اور لیبارٹریاں میسر نہیں جس کی وجہ سے ہم ریسرچ اور تحقیق نہیں کرسکتیں۔ وسائل درکار ہیں۔ اس لڑکی نے ہیلری کلنٹن سے پوچھا کہ آپ کے ہاں کالج کی لڑکی کا مسئلہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہمارے ہاں کالج میں لڑکی کا مسئلہ یہ ہے کہ کالج پہنچتے پہنچتے گود میں بچہ ہوتا ہے۔ اس کو پتہ نہیں کہ بچے کو پالنا کس نے ہے؟ بچے کو پالے یا پڑھے، کیا کرے۔ پھر انھوں نے کہا کہ یہاں مسلمانوں کا اور ایشیائی لوگوں کا خاندانی نظام دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے۔ ایک لڑکی کے گرد محافظوں کا حصار ہے۔ بھائی ہے، باپ ہے، چچا ہے، ماموں ہے، یہ سارے اس کے محافظ ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر رشک آتا ہے کہ بچی کس طرح حفاظت

Marfat.com

میں آگے بڑھتی ہے۔

تو میں نے عرض کیا ہے کہ مغرب کے تعلیمی مقاصد اور دائرہ کار میں اور ہمارے مقاصد اور دائرہ کار میں کیا فرق ہے۔ اثرات اور ثمرات کے اعتبار سے بھی دیکھ لیں۔ مغرب کے نظام تعلیم کے اثرات کیا ہیں اور ہمارے نظام تعلیم کے اثرات کیا ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھ لیں کہ آج جو مغرب کی اعلیٰ دانش گاہوں میں واپسی کی باتیں سوچی جا رہی ہیں، اس کا منظر کیا ہے۔ امریکہ کی ایک بڑی یونیورسٹی ہارورڈ یونیورسٹی میں شعبہ قانون کے سربراہ ہیں ڈاکٹر فلڈ مین جن کا خاص موضوع شریعت اسلامی ہے۔ میں آپ سے عرض کروں کہ یہ اوپر کے جو اسکالر ہیں، ان کی تحقیق کا معیار کیا ہے۔ ان کا لیول دیکھیں زرا۔ ہمارے لیے اچھی باتیں سننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گزشتہ سال میں ہارورڈ یونیورسٹی گیا تو وہاں ایک مسئلہ زیر بحث تھا کہ ملائشیا کے خلاباز اوپر خلا میں جا رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ وہاں تو کشش ثقل نہیں ہے، نہ سجدہ ہوسکتا ہے نہ رکوع ہوسکتا ہے، نہ وضو ہوسکتا ہے تو کیا کریں؟ انٹرنیٹ پہ سوال ڈالا گیا۔ مجھے بتایا گیا کہ اس سوال کا سب سے پہلا جواب ہارورڈ یونیورسٹی کے یہودی پروفیسر نے البحر الرائق کے حوالے سے دیا کہ تمہاری فقہ کی رو سے معذور کی جو نماز ہے، وہی تمہاری نماز ہے۔ ہارورڈ میں ایک مسجد میں، میں نے درس دیا تو مجھ سے مولوی صاحب پوچھنے لگے کہ یہ جواب جو اس نے دیا ہے، ٹھیک ہے؟ میں نے کہا کہ ٹھیک کہا ہے اس نے کہ جو معذور کی نماز تمہارے فقہا نے لکھی ہے، وہی ہے کہ جس حال میں جیسے پڑھ سکو، پڑھو۔

تو میں ڈاکٹر فلڈ مین کی بات کر رہا تھا کہ وہ شریعت پر کام کر رہا ہے۔ نیویارک ٹائمز کا مستقل کالم نگار ہے۔ Why Sharia? کے نام سے اس نے ایک سیریز لکھی اور تین یا چار قسطوں میں اس کا وہ مضمون چھپا۔ اس میں شریعت اسلامی کی

Marfat.com

افادیت اور اس کے ثمرات پہ اس نے بحث کی ہے۔ بس ایک بات نقل کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ مغربی دنیا جو شریعت اسلامی کے نفاذ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے اور مخالفت کر رہی ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ شریعت کے احکام اور قوانین میں کوئی کمزوری ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ شریعت کو روک کر یہ اپنے قوانین کی کمزوری پر پردہ ڈالنا چاہ رہے ہیں، کیونکہ شریعت جس دن اصل شکل میں آ گئی، پھر ان کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔

میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ مغرب کے نظام تعلیم اور اسلامی نظام تعلیم کی بنیاد، اس کی فلاسفی، اس کے دائرہ کار، اس کے مقاصد اور اس کے نتائج اور ثمرات میں کیا فرق ہے۔ یہ فرق میں نے دلائل اور تحقیقاتی حوالوں کے بجائے مشاہدات کی بنیاد پر عرض کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ تبصرے کے انداز میں جو معروضی حقائق ہیں، جو معروضی صورت حال ہے، اس کے حوالے سے میں نے چند باتیں عرض کی تھی۔ اسی کو آگے بڑھاتے ہوئے چند باتیں اور عرض کرنا چاہوں گا۔

اس فرق کو اس حوالے سے بھی دیکھ لیجیے کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ نے اپنی ایک کتاب میں اس مسئلے پر بحث کی کہ دنیا میں تاثر یہ ہے کہ مغرب ہی ہمیں سب کچھ دیتا ہے۔ ہم مغرب کو کچھ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اور اس نے مرعوبیت پیدا کر رکھی ہے۔ دنیا کے اسباب، ظاہری ترقی، دولت، پیسہ، ظاہری وسائل مغرب کے پاس ہیں۔ یہ اس کا اپنا ہے یا ہمارے پر قبضہ کیا ہوا ہے، یہ بحث علیحدہ ہے۔ یہ علم کے حوالے سے بھی ہے، سائنس کے حوالے سے بھی ہے، تیل کے حوالے سے بھی ہے، پیسے کے حوالے سے بھی ہے، لیکن یہ بحث علیحدہ ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس وقت ظاہری منظر یہ ہے کہ جو کچھ لے رہے ہیں، ہم ہی مغرب سے لے رہے ہیں۔ مغرب کو کچھ نہیں دے رہے۔ مغرب یہ سمجھتا ہے سب کچھ میں ہی

Marfat.com

دے رہا ہوں، مشرق کچھ نہیں دے رہا۔ اندر کی بات ہم جانتے ہیں یا وہ جانتا ہے کہ اندر سے کیا دے رہا ہے اور کیا لے رہا ہے۔ لیکن ظاہری منظر یہ ہے کہ سائنسی ترقی کے حوالے سے، مشاہدات کے حوالے سے، تجربات کے حوالے سے وہی ہمیں سب کچھ دے رہا ہے۔ حضرت مولانا سید ابو الحسن ندوی نے فرمایا کہ ہم مرعوبیت کا شکار کیوں ہوئے ہیں۔ ایک چیز مغرب ہمیں دے رہا ہے، وہ ہمارے پاس نہیں۔ ایک چیز ہمارے پاس بھی ہے جو ہم مغرب کو دے سکتے ہیں اور مغرب کے پاس نہیں ہے اور مغرب جس کی تلاش میں ہے۔ ہمیں ظاہری اسباب مغرب سے مل رہے ہیں اور اس لیے مغرب ہم پر چڑھائی بھی کر رہا ہے کہ میرا کھاتے ہو اور میرے خلاف ہی باتیں کر رہے ہو، لیکن ایک چیز ایسی بھی ہے جس کی مغرب کو تلاش ہے اور ہم مغرب کو دے سکتے ہیں اور وافر مقدار میں ہے، اگر ہماری اس طرف توجہ ہو جائے۔ مولانا نے فرمایا کہ ظاہری اسباب مغرب کے پاس ہیں، لیکن روحانیت کا سکون، ذہن کا سکون، وجدانیات ہمارے پاس ہیں، مغرب کے پاس نہیں ہیں اور مغرب اس کی تلاش میں ہے۔ مغرب آج روحانی سکون اور ذہنی سکون کی تلاش میں ہے۔ مغرب آج ماہرین نفسیات کے پاس اور نشے کے پاس ذہنی سکون تلاش کر رہا ہے۔ آج مغرب کو تھوڑا بہت سکون جو مل رہا ہے یا تو ماہر نفسیات ان کو تھوڑی بہت ورزشیں کراتے ہیں یا پھر منشیات یا بے ہنگم تفریح یعنی مادر پدر آزاد تفریح۔ سکون کے حقیقی اسباب ہمارے پاس ہیں۔ وہ قرآن پاک ہے، اللہ کا ذکر ہے، روحانیات ہیں، وجدانیات ہیں۔ وہ ہمارے پاس ہیں، مغرب کے پاس نہیں اور مغرب کو اس کی تلاش ہے۔ حضرت مولانا علی میاں کا ارشاد یہ تھا کہ جس طرح مغرب منظّم طریقے سے ظاہری اسباب ہمیں دے کر ہم پر رعب جما رہا ہے، اگر ہم کسی حکمت عملی اور منظّم طریقے سے اپنی دولت ان کے سپرد کرنے

Marfat.com

کا کوئی راستہ نکال لیں تو پھر ہماری یہ مرعوبیت کا دائرہ ختم ہوگا اور ہم یہ کہیں گے کہ ہم مغرب کو بہتر چیز دے رہے ہیں۔ جو کچھ وہ ہمیں دے رہا ہے، ہم اس کو اس سے بہتر دے رہے ہیں۔

یہ ارشاد تو تھا علی میاں کا۔ اس پر بطور شہادت کے ایک نومسلم کی بات عرض کر رہا ہوں۔ دور حاضر کے نامور نومسلموں میں سے ایک نامور مسلم یحییٰ برٹ ہے جس کا باپ جان برٹ بی بی سی کا ڈائریکٹر جنرل رہا ہے۔ ابھی پچھلے سال ریٹائر ہوا ہے۔ اس کی ماں برطانیہ کے معروف اخبار ''ڈیلی انڈی پنڈنٹ'' کی چیف ایڈیٹر رہی ہے اور یہ اس اعلیٰ انگریز خاندان کا فرد ہے۔ مسلمان ہوا۔ مسلمان ہونے کے بعد باقاعدہ اسلام کو پڑھا۔ اس وقت آکسفورڈ میں بیٹھا ہے اور اسلام اور اسلامیات پر ریسرچ کر رہا ہے۔ کوئی آٹھ سال پہلے کی بات ہے، لندن میں ہمارے ''ورلڈ اسلامک فورم'' نے اسے استقبالیہ دیا۔ میں بھی اس وقت وہاں تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تم نسلاً ایک انگریز ہو، ایک بڑے خاندان کے آدمی ہو، برطانیہ کے شہری ہو، مسلمان ہوئے ہو، تم یہاں دعوت اسلام کے لیے ہماری کیا مدد کرو گے، ہماری کیا رہنمائی کرو گے؟ یحییٰ برٹ کو ہم نے کہا۔ اس نے پونے گھنٹہ کا لیکچر دیا۔ اس نے کہا کہ دیکھو، مغرب کے پاس کون سی چیز نہیں ہے اور کس چیز کی تلاش میں ہے۔ وہ مہیا کردو۔ بہت سے لوگ مہیا کرنے کی کوشش کررہے ہیں مختلف زاویوں سے، لیکن بات بن نہیں رہی۔ مغرب کو چاہیے وجدانیات جس کا خلا ہے۔ مغرب کو چاہیے روحانیت، اس کا خلا ہے۔ مغرب کو چاہیے دل کا اطمینان اور ذہن کا سکون، اس کا مغرب متلاشی ہے۔ بہت سے مصنوعی حلقے ادھر ادھر سے آرہے ہیں، ہندو جوگی بھی جارہے ہیں، ہمارے بعض متصوفین بھی جارہے ہیں، لیکن بات بن نہیں رہی۔

Marfat.com

اس نے کہا کہ میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اگر مغرب کو روحانیات سمجھانی ہے اور اسلام کی دعوت دینی ہے تو دو آدمیوں کی سٹڈی کرو اور ان کے لہجے میں مغرب سے بات کرو۔ مغرب آپ کی بات سننے کو تیار ہے۔ اس نے کہا کہ دو آدمی ہیں جن کی زبان میں مغرب سے بات کی جا سکتی ہے اور مغرب کو بات سمجھائی جا سکتی ہے۔ ایک شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دوسرے حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی۔ ان دو آدمیوں کے لہجے سے مغرب کو بات سمجھائی جا سکتی ہے اور ان کے لہجے کو اور اسلوب کو مغرب سمجھے گا۔ اس میں معقولات بھی ہے، روحانیات بھی ہیں۔ اس نے کہا کہ صرف روحانیات بھی نہیں چلیں گی اور صرف معقولات بھی نہیں چلیں گی۔ اس نے کہا کہ بطور نمونے کے دو شخصیات کا ذکر کر رہا ہوں۔ ان دو آدمیوں کا لہجہ تم اختیار کرو، مغرب تمہاری بات سنے گا۔

میں نے یہ بات اس حوالے سے کی کہ ہمارے ہاں خلا ٹیکنالوجی، سائنس اور ظاہری سسٹم کا ہے اور مغرب کے ہاں خلا روحانیات اور وجدانیات کا ہے۔ دونوں جگہ یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ کرپٹ نظام تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اس وقت جو خلا ہمارے ہاں ہے اور جو ان کے ہاں ہے، یہ دونوں تعلیمی نظاموں کے ثمرات ہیں۔ ان ثمرات کو کیسے اڈجسٹ کرنا ہے، کیسے سمیٹنا ہے، یہ آپ پر بات چھوڑتا ہوں۔ میں نے صرف معروضی صورت حال عرض کی ہے۔ اس پر ایک گواہی کا اور اضافہ کروں گا۔ ہمارے پاکستان کے مشہور دانشور ہیں پروفیسر خورشید احمد، جماعت اسلامی کے سینٹر ہیں، زیادہ تر ان کا کام علمی وفکری ہے، یہاں بھی اور مغرب میں بھی۔ برطانیہ میں ان کا ادارہ ہے اسلامک فاؤنڈیشن۔ بڑا وسیع کام کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی سیمینارز کرتے ہیں اور لوگوں کو بلاتے ہیں۔ ایک سیمینار میں، میں وہاں تھا۔ مجھے بھی دعوت دی گئی، میں بھی چلا گیا۔ اس وقت جم مارشل بطور مہمان خصوصی آئے جو کہ

Marfat.com

برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔

جم مارشل نے تقریر کی اور اس کا ترجمہ اس ادارے کی طرف سے چھپا، اس کا ایک جملہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں۔ جم مارشل نے اپنے تاثرات مسلمانوں کے اجتماع میں بیان کیے۔ اسے سارے مولوی ہی مولوی نظر آ رہے تھے۔ اس نے لمبی بات کی کہ اسلام کیا ہے، اسلام کو میں کیسے سمجھتا ہوں وغیرہ۔ اس کے ایک یا دو تین جملے ذکر کرنا چاہوں گا۔ اس نے کہا کہ ہم مغرب کے لوگ اسلام کی سٹڈی کرتے ہیں اور اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس سامنے رکاوٹ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ مغرب آپ کی بات سننے کو، ماننے کو اور قبول کرنے کو تیار ہے، مگر ہمارے سامنے مسلمان اور اسلام کی الگ الگ پکچرز ہیں۔ ہمارے سامنے اسلام کی ایک پکچر وہ ہے جو ہمیں ہمارے بڑوں نے بتائی ہے اور جو صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔ مسلمان یہ ہوتا ہے، یہ ہوتا ہے، لیکن ہم آزاد خیال لوگ ہیں اور خود سٹڈی کرتے ہیں۔ اسپین میں مسلمان تھے، انہوں نے کیا کیا؟ مسلمانوں کا ماضی کیا ہے؟ ہم پر ان کے اثرات کیا ہیں؟ خلفاء کی تاریخ کیا ہے؟ جب ہم خود سٹڈی کرتے ہیں تو ایک بالکل مختلف تصویر بنتی ہے اس سے جو ہمارے بڑوں نے بتایا تھا۔ اس نے کہا کہ تیسرے نمبر پر ایک مسئلہ یہ ہے کہ جب ہم آج کل کے اردگرد کے مسلمانوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ایک اور الگ تیسری تصویر بنتی ہے۔ نہ یہ وہ ہے اور نہ وہ یہ ہے۔ اس نے کہا کہ جب ہم دیکھتے ہیں آپ لوگوں کے اخلاقیات اور طرز عمل کو تو ایک الگ تصویر بن جاتی ہے اور ہم یہ سمجھ نہیں پاتے کہ کون سی تصویر اصل ہے۔ یہ خلا آپ پر کریں اور یہ کنفیوژن آپ دور کریں، اسلام کی بات سننے کے لیے ہم تیار ہیں۔

یہ بھی میں اس پس منظر میں عرض کر رہا ہوں کہ مغرب کے نظام تعلیم اور ہمارے

Marfat.com

نظام تعلیم کے جو اثرات ہیں سوسائٹیوں پر، آج کے معروضی حالات میں جو فرق موجود ہے جو نظر آرہا ہے، اس فرق کی بنیاد پر ہماری آج کی صورت حال کیا ہے۔ میں اس پر تھوڑا سا اضافہ اور کروں گا کہ دنیا میں اس کے حوالے سے کیا ہو رہا ہے۔ ابھی اسی سال رمضان میں دو پروفیسر آگئے بیجنگ یونیورسٹی سے۔ ایک عربی کا پروفیسر ہے اور ایک اردو کا پروفیسر ہے۔ دونوں چینی ہیں۔ اسلام آباد میں آئی پی ایس کے نام پروفیسر خورشید صاحب کا ادارہ ہے اور خالد رحمٰن صاحب اس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دو پروفیسر آئے ہوئے ہیں اور مدارس کے نظام پر سروے کر رہے ہیں۔ رمضان ہے، کوئی بڑا عالم قابو میں نہیں آرہا۔ آپ کا نام ذہن میں آیا، اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے پاس بھیج دوں؟ میں نے کہا کہ بھیج دو۔ مہمان ہیں دوپہر کا کھانا ہی کھلانا ہے، کھلا دوں گا۔ وہ کہنے لگے کہ ڈر ہے کہ یہ نہ ہو جائے، وہ نہ ہو جائے۔ میں نے کہا کہ کھلا دوں گا، آپ بھیج دیں میرے پاس۔ وہ آئے میرے پاس اور دو گھنٹے میرے ساتھ گفتگو کی۔ بس دو باتوں کا خلاصہ عرض کر دیتا ہوں۔

آج میں بتا رہا ہوں کہ نظام تعلیم کے حوالے سے دنیا کی معروضی صورت حال کیا ہے؟ کہنے لگے، ان کے بقول چین میں چھ کروڑ مسلمان ہیں اور چینی مسلمانوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم دس کروڑ ہیں۔ چھ کروڑ ہی سہی، چھ کروڑ کوئی معمولی چیز تو نہیں ہوتی۔ کہنے لگے اب ہم وہاں تھوڑی سی مذہبی آزادی دے رہے ہیں۔ مسجدیں چل رہی ہیں۔ مدرسے بن رہے ہیں۔ ہم ان کے مذہبی نظام تعلیم میں کچھ سپورٹ بھی کرنا چاہتے ہیں، لیکن پاکستانی مدرسوں کو دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ یہ ہے اصل مسئلہ۔ وہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمیں چھوٹے چھوٹے مذہبی مدرسے بنانے کی اجازت دے دی جائے اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ بنانے دیں، لیکن ڈر لگ رہا ہے، کہاں سے؟

Marfat.com

پاکستان کے مدارس دیکھتے ہیں تو ڈر لگتا ہے کہ مدارس کے بعد کچھ اور نہ ہو جائے۔ اس وجہ سے ہم سروے کرنے آئے ہیں کہ آپ کیا پڑھاتے ہیں؟ کیوں پڑھاتے ہیں؟ نظام تعلیم کیا ہے؟ نصاب تعلیم کیا ہے؟ آپ کے مقاصد کیا ہیں؟ یہ لمبی دو تین گھنٹے کی گفتگو ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں مشورہ دیں کہ ہم کیا کریں کہ پاکستانی مدارس کے ماحول سے بھی بچیں اور اپنے ملک کے مسلمانوں کو مذہبی تعلیم کا حق بھی دیں۔ یہ سوال تھا ان کا۔ میں نے کہا کہ بالکل میں مشورہ دوں گا۔ میں نے کہا کہ میرا پہلا مشورہ تو یہ ہے کہ طلبا کو تو کہیں پڑھنے کے لیے نہ بھیجیں۔ آپ بھیجیں اساتذہ کو اور انھیں بھی پاکستان نہ بھیجیں، بلکہ انڈیا بھیجیں۔ دارالعلوم دیوبند سے بات کرلیں۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بات کرلیں۔ وہاں کسی تعلیمی ادارے سے آپ بات کرلیں۔ اساتذہ کو دو سال کی ٹریننگ دلوائیں اور وہاں اپنے چھوٹے چھوٹے مدارس قائم کریں۔ انہوں نے کہا کہ یہ اچھی تجویز (good idea) ہے۔ میں نے کہا کہ اگر مان لیا تو دس سال بعد پتہ چلے گا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے کہا چھوڑو پاکستان کو، یہاں تمھیں لال مسجد نظر آتی ہے اور پتہ نہیں کیا کیا نظر آتا ہے۔ انڈیا بھیج دو، دارالعلوم دیوبند یا ندوہ والوں سے بات کرلو اور دو تین ہزار اساتذہ کو دو دو سال کا کورس کروا لو اور ان اساتذہ کی بنیاد پر چھوٹے چھوٹے مکاتب قائم کرلو تاکہ ماحول بھی اپنا ہو، کلچر بھی اپنا ہو اور سارا کچھ اپنا ہو۔

یہ واقعہ میں نے اس لیے عرض کیا کہ دنیا میں اس وقت نظام تعلیم کے حوالے سے کس لیول پر سوچا جا رہا ہے۔ مجھے ایک اور واقعہ یاد آگیا۔ امریکہ میں ہر سال جاتا ہوں۔ دو سال پہلے کی بات ہے، واشنگٹن میں ورجینیا میں ہمارا قیام ہوتا ہے۔ وہاں دارالہدیٰ کے نام سے ہمارا ایک دینی ادارہ ہے، اس کے ساتھ میر اتعلق ہے۔ وہاں کچھ لوگ پاکستانی اور انڈینز کا ایک گروپ آیا۔ انہوں نے کہا کہ

Marfat.com

یہاں ہم اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک بات پر ریسرچ کر رہے ہیں۔ آپ سے مشورے کے لیے آئے ہیں، آپ ہمیں مشورہ دیں۔ دنیا مذہب کی طرف واپس جارہی ہے۔ یہ بات طے ہے، اس وقت جو صورتحال ہے۔ ہمارے ہاں بھی صورتحال یہی ہے۔ مذہب کی طرف رجحان کا آج سے بیس سال پہلے جو لیول تھا، آج اس سے کہیں زیادہ ہے؟ دائرہ بھی وسیع ہے، رجحان بھی زیادہ ہے۔ پہلے کیفیت تھی کہ خاص طبقے کے لوگوں نے پڑھا ہے۔ اب ہر طبقہ آرہا ہے۔ یہ مغرب میں بھی ہو رہا ہے اور ان کو بھی احساس ہو رہا ہے کہ مذہب کی طرف واپس آنا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اگلے بیس تیس سال میں سوسائٹی کی اکثریت کا رجحان مذہب کی واپسی کی طرف ہوگا۔ تیزی سے لوگ اور سوسائٹی مذہب کی طرف آرہی ہے، لیکن ہمیں جو بات پریشان کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ مذہب سوسائٹی کے معاملات میں دخل تو نہیں دے گا۔ میں نے جو آدمی بات کر رہا تھا، اس کو آہستہ سے پنجابی میں کہا: ''جے مذہب ہویا تاں کرے گا''۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس معاملے میں آپ کے ساتھ ایک طویل نشست چاہتے ہیں۔ اس وقت میں نے کہیں جانا تھا، میرے پاس وقت نہیں تھا۔ انہوں کہا کہ اس خطرے کا کیا سدباب ہے؟

یہ میں نے دو چار واقعات آپ کے سامنے اپنے مشاہدے کے عرض کر دیے یہ بات بتانے کے لیے کہ مغرب نے اپنی تعلیم سے، عقیدے سے، تربیت سے جو مذہب کو اور آسمانی تعلیمات اور وحی کو خارج کر دیا تھا، اب اس کا وقت تنگ ہوتا جارہا ہے۔ مغرب کے سامنے دوسری پریشانی یہ ہے، میں ساتھ ہی ایک بات عرض کرنا چاہوں گا، مغرب کی اعلیٰ دانش گاہوں میں اس بات پر سنجیدگی سے بات ہو رہی ہے کہ مذہب کی طرف اب واپسی ہوگی۔ وہ رومانس جو تھا ۲۰۰ سال کا

Marfat.com

انقلاب فرانس کا، وہ رومانس کمزور پڑ گیا ہے۔ مذہب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ وجدانیات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ یہ اگلا مسئلہ ہے کہ ان کو مذہب کی صحیح تعلیم کہاں سے ملے گی اور کون دے گا۔ وہاں کے مذہبی حلقوں کے لیے پریشانی یہ ہے کہ ان کو مذہب کی صحیح تعلیم کون دے گا اور کہاں سے ملے گی۔ مذہب کی طرف واپس جانا چاہتے ہیں۔ مذہب کی بات وہی کر سکے گا جس کا مذہب اوریجنل ہوگا۔ وہی مذہب کی بات کر سکتا ہے۔ اوریجنل مذہب کس کے پاس ہے؟ مذہب کیا ہے؟ آسمانی تعلیمات اور ان کی پیغمبرانہ تشریح۔ یہ مذہب ہے۔ یہ نہ یہودیوں کے پاس اوریجنل ہے، نہ عیسائیوں کے پاس ہے نہ کسی اور کے پاس ہے۔ خطرے کی بات یہ ان کے سامنے یہ ہے کہ مذہب کی طرف اگر واپسی ہوئی تو جس دکان پر یہ سودا ملتا ہے، لوگ جائیں گے اسی دوکان پر اور اس دوکان کے نمائندے دنیا کے ہر کونے میں پہنچ چکے ہیں۔ ملازمت کے نام سے گئے ہیں، تجارت کے نام سے گئے ہیں یا مزدوری کے نام سے گئے ہیں۔ ہر علاقے میں مسجدیں موجود ہیں۔ ہر علاقے میں قرآن موجود ہے اور پڑھا جا رہا ہے۔ اس کی تعلیم ہو رہی ہے۔

متعلقہ بات تو نہیں ہے، لیکن میں یہ بات عرض کرنا چاہوں گا کہ میں نے گزشتہ دو سال میں امریکہ میں جو خالص دینی مدارس دیکھے ہیں، گیارہ بارہ مدارس، کوئی بھی دس ایکڑ سے کم میں نہیں ہے۔ دس ایکڑ، بارہ ایکڑ، پندرہ ایکڑ کے بڑے بڑے مدرسے بنائے گئے ہیں اور یہ اسلام کا اعجاز بھی ہے۔ ہمارے ایک دوست ہیں بنوں کے، کسی زمانے میں جے ٹی آئی کے سیکرٹری جنرل ہوا کرتے تھے۔ وہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر پی ایچ ڈی کے مقالے کے لیے وہاں چلے گئے۔ کوئی تیس سال پہلے کی بات ہے۔ ایک مسجد میں ان کو امامت مل گئی۔ اس زمانے میں

Marfat.com

نیشنیلٹی آسان تھی، انھیں نیشنیلٹی مل گئی۔ اتفاق یہ ہوا کہ تین چار سال بعد اسے مسجد والوں نے نکال دیا۔ مسجدوں کے حوالے سے میرا تبصرہ یہ ہوتا ہے کہ کمیٹی مضبوط ہو تو مولوی غریب کا کوئی حال نہیں اور اگر مولوی تگڑا ہو تو کمیٹی غریب کا کوئی حال نہیں۔ اب اس نے سوچا کہ نیشنیلٹی ملی ہوئی ہے، کیسے پاکستان واپس چلا جاؤں۔ انہوں نے قریب ہی کرایے پر ایک مکان لیا اور حفظ کی کلاس شروع کر دی۔ اب رمضان میں، میں ان کے مدرسے میں گیا ہوں۔ دس ایکڑ کا مدرسہ ہے اور چار منزلہ بلڈنگ ہے اور حاضری کی کیفیت یہ ہے کہ ان کی مسجد کے ہال میں نمازیوں کی تعداد نہیں سماتی۔ مدرسے کے ہال میں تراویح پڑھاتے ہیں۔ وہ ہال بڑا ہے۔ دو دن میں نے بھی وہاں تراویح پڑھی ہے۔ ان کا چھ سال کا بچہ حافظ ہے۔ دو چار جگہ سے وہ قرآن نہ سناتا تو میں بھی یقین نہیں کرتا۔ چھ سال کا بچہ حافظ ہے۔ امریکہ میں مجھے لگتا ہے کہ اللہ کا کوئی نظام ہے، کوئی خاص پروگرام لگتا ہے۔

یہ مشاہدہ میں عرض کر رہا ہوں۔ ابھی ایک دوست نے ۲۳ ایکڑ جگہ نیویارک میں خریدی ہے مدرسے کے لیے۔ ابھی شروع نہیں کیا، اجازت لے رہا ہے۔ دس ایکڑ، پندرہ ایکڑ، بیس ایکڑ کے کئی مدرسے ہیں۔ دس گیارہ کو تو میں جانتا ہوں۔ وہ بن رہے ہیں۔ وہاں کا ماحول بالکل مختلف ہے۔ پتہ نہیں بات سے بات کیوں یاد آجاتی ہے۔ پچھلے سال میں نیویارک میں تھا۔ شعبان میرا وہیں گزرتا ہے، چھٹیاں وہیں گزارتا ہوں۔ وہاں ایک شریعہ بورڈ ہے، انڈیا کے ایک مولانا صاحب ہیں مفتی نوال الرحمن چیئرمین شریعہ بورڈ۔ مسلمانوں کو نکاح وطلاق وراثت، حرام اور حلال کے مسائل میں یہ دستوری حق حاصل ہے کہ وہ اپنی عدالتیں بنا سکتے ہیں اور اپنے مقدمات اور محدود معاملات نکاح، طلاق، حلال، حرام کے مالی معاملات اپنی شریعت کے مطابق حل کر سکتے ہیں۔ ان کو حق حاصل ہے کہ شرعی

Marfat.com

عدالتیں بنائیں اور بنی ہوئی بھی ہیں۔ نیویارک میں اور شکاگو میں شریعہ بورڈ کے نام سے کام کر رہی ہیں۔ عدالتیں بیٹھتی ہیں، مقدمات سنتی ہیں اور فیصلے کرتی ہیں اور امریکہ کی لوکل عدالتیں ان کے فیصلے کو تسلیم کرتی ہیں، امریکہ کا عدالتی نظام ان کے فیصلوں کا احترام کرتا ہے اور تسلیم کرتا ہے۔ سپریم کورٹ تک میں اس کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مذہبی معاملہ ہے اور مذہبی عدالت کا فیصلہ ہے۔

پچھلے سال نیویارک میں شریعہ بورڈ کی سالانہ میٹنگ تھی۔ اتفاق سے میں بھی وہاں موجود تھا۔ مجھ کو بھی بلا لیا گیا۔ وہاں سال کی ایک رپورٹ پیش کی گئی۔ رپورٹ میں انہوں نے بتایا کہ شکاگو میں ایک کیس تھا۔ دو مسلمانوں کا کاروبار ختم ہوا، اثاثوں کی تقسیم کا جھگڑا تھا۔ ایک مقامی عدالت میں سات سال سے کیس چل رہا تھا، لیکن فیصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ انہوں نے وہ کیس تجرباتی طور پر ہمارے پاس بھیجا کہ یہ مسلمانوں کا کیس ہے، آپ فیصلہ کر دیجیے۔ ہم نے تین چار پیشیاں لگا کر گیارہ دن میں فیصلہ ان کے حوالے کر دیا۔ مسجد میں بیٹھے، نہ ادھر سے کوئی ڈالر لگا، نہ ادھر سے کوئی ڈالر لگا۔ فیصلہ کیا اور لوکل کورٹ کو رپورٹ بھیجی۔ دونوں فریق مطمئن ہیں، کوئی اپیل نہیں کرے گا۔ ان کا شکریے کا خط آیا کہ جو مقدمہ سات سال سے ہم حل نہیں کر سکے تھے، وہ آپ نے حل کر دیا۔ اگر اس قسم کا آئندہ کوئی پیچیدہ کیس ہو تو کیا آپ کے پاس بھیج دیں؟ یہ رپورٹ وہاں پیش کی گئی۔ بعد میں ایک نوجوان جو وہاں کے سسٹم سے بہت متاثر تھا، کہنے لگے دیکھا، مولوی صاحب امریکہ میں خوش ہو؟ میں نے کہا، خوش ہوں۔ اس نے پوچھا امریکہ کیا کر رہا ہے؟ میں نے کہا، بہت کچھ کر رہا ہے۔ بس ایک چھوٹی سی شکایت ہے۔ میں بہت خوش ہوں کہ مسلمان مسجدیں بنا رہے ہیں اور شرعی بورڈ قائم ہے۔ بس صرف ایک درخواست ہے کہ وہ کام جو میں شکاگو میں کر سکتا ہوں، وہ مجھے لاہور میں کیوں نہیں

Marfat.com

کرنے دیتے؟ جو کام میں نیویارک میں، واشنگٹن میں کر سکتا ہوں، وہ کام مجھے منگورہ میں کیوں نہیں کرنے دیتے؟

خیر میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ تو میں نے صورتحال پر رننگ کمنٹری کی ہے۔ اس وقت صورتحال کیا ہے، اس میں نظام تعلیم کا کتنا حصہ ہے، آپ تناسب طے کر لیں۔ میں نے ایک رواں تبصرہ کیا ہے۔ اب میں گفتگو کے آخر میں دو نکات کی طرف آؤں گا، اس کی بات کر کے بات کو سمیٹوں گا۔ ایک تو اس حوالے سے کہ مغرب میں اس وقت جو ذہنی طور پر، فکری طور پر تبدیلی نظر آنے لگی ہے، سارے مغرب کو ایک نظر سے مت دیکھیں۔ مغرب کا ایک طبقہ وہ بھی ہے جو آپ کے انتظار میں ہے۔ آپ ان سے بات کریں، صحیح لہجے میں ان کو ان کے لہجہ میں بات سمجھائیں، اس کے لیے ہم توقعات باندھے بیٹھے ہیں حکومت سے۔ ہماری حکومتیں کچھ نہیں ہیں۔ وہاں کے ماحول کو سمجھنا، وہاں کے سسٹم سے واقف ہونا، وہاں کی ذہنی سطح کو چیک کرنا اور اس کے مطابق ان کے لہجے میں اور زبان میں ان سے بات کرنا۔ یہاں ایک بات میں ضمناً عرض کر دوں۔ ہم نے زبان کی تبدیلی صرف زبان کی تبدیلی سمجھ رکھی ہے۔ وہ بات جو ہم اردو میں لکھتے ہیں، اسے انگریزی میں لکھ دیں تو کام بن جائے گا۔ یہ بات غلط ہے۔ لغت الگ چیز ہے، اسلوب، لہجہ اور نفسیات الگ چیز ہے۔ ہمارا جو انگلش کا لٹریچر وہاں جاتا ہے، اس میں بھی وہی کتابی ترجمہ ہے، وہ کام نہیں کرتا۔ ہماری نفسیات اور ہے، ان کی نفسیات اور ہے۔ مخاطب کی نفسیات پر بات کرنا، یہ گفتگو کا تقاضا بھی ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ میں ایک حوالہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔

مکہ کے سردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے جس میں حضور نے فرمایا تھا کہ میرے دائیں ہاتھ میں چاند اور بائیں ہاتھ پر سورج رکھ دیا جائے تو

Marfat.com

بھی میں اپنی دعوت سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ لمبا واقعہ ہے جس میں انہوں نے پوچھا تھا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ کی دعوت کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ ارشاد فرمایا تھا۔ میں ایک کلمہ پیش کر رہا ہوں۔ اگر تم مان لو گے تو عربوں میں تمھاری بادشاہت ہوگی اور عجم بھی تمھارے تابع ہوں گے۔ اس جملے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ اسلام کے مقاصد میں ہے؟ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نفسیات کے مطابق بات کر رہے ہیں۔ چودھری لوگ چودھراہٹ ہی کی زبان سمجھیں گے۔ سردار لوگوں کو سرداری ہی چاہیے۔ سرداری یہیں ملے گی۔ جس سرداری کو تم چھوڑنا نہیں چاہتے، وہ سرداری بھی یہیں ملے گی۔ یہ اسلام کے مقاصد میں سے تو نہیں ہے، فوائد وثمرات سے میں انکار نہیں کر رہا۔ مغرب میں مغرب کی زبان میں، مغرب کی نفسیات کے مطابق، مغرب کے ذہنی لیول کے مطابق دین کی بات کرنا اور صرف دعوت نہیں بلکہ اسلام کی تعلیمات کو پہنچانا اور سمجھانا یہ بہر حال ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم اگر نہیں کریں گے تو اور کسی نے نہیں کرنا۔ حکومت نے تو بالکل نہیں کرنا۔ علماء اور ادارے متوجہ ہوں، بہر حال یہ ہمارے فرائض میں سے ہے۔

دوسری بات جو میری گفتگو کی آخری بات ہے۔ میں بھی ایک چھوٹا موٹا استاد ہوں اور اپنی برادری میں بیٹھا ہوں، اپنی برادری میں بیٹھ کر اگر کوئی بے تکلفی کی بات کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم جن طلبا کو پڑھاتے ہیں، جب یہ ہم سے پڑھ کر جزیرے سے باہر جاتے ہیں، جزیرے سے چھلانگ لگاتے ہیں سمندر میں تو ان غریبوں کا پتہ نہیں کیا حشر ہوتا ہے۔ یہ جزیرے ہیں چھوٹے چھوٹے، ان جزیروں میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں سے نکل کر جب سوسائٹی کے سمندر میں چھلانگ لگاتے ہیں تو ان کو کچھ پتہ نہیں کہ وہاں کون کون سے جانور ہیں، کس کس

Marfat.com

سائز کے ہیں اور کس کس ہتھیار سے مسلح ہیں۔ ہم یہاں سے سند پکڑا کر پھینک دیتے ہیں۔ وہ بیچارے کیا کرتے ہیں؟ جس سوسائٹی کے سمندر میں ہم ان کو پھینک رہے ہیں، وہ بڑا خوفناک سمندر ہے۔ اس سمندر کی گہرائی سے، اس کے ماحول سے اور اس کے طرح طرح کے جانوروں سے واقف کرانا یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے کہ وہاں جاؤ گے تو ادھر اس مگر مچھ سے واسطہ پڑے گا، فلاں سے پڑے گا، فلاں سے پڑے گا اور یہ ہم نہیں کر رہے ہیں۔ ہم رسمی تعلیم دے رہے ہیں۔ روحانی تربیت، اخلاقی تربیت، فکری تربیت تینوں خانے خالی ہیں۔ رسمی تعلیم دے رہے ہیں۔ کوئی ادارہ یا کچھ افراد اپنے ذاتی ذوق سے کر رہے ہوں گے، لیکن مجموعی طور پر ہمارا تعلیمی نظام ان چیزوں کی تربیت سے خالی ہے۔ مجموعی طور پر بات کر رہا ہوں۔ کچھ استثنا بھی ہیں۔ مجھے کبھی کبھی ڈر لگتا ہے۔ میں دیوان حماسہ کا شعر پڑھا کرتا ہوں۔ شعر کی کہانی یوں لکھتے ہیں کہ ایک نوجوان کو قبیلے والوں نے پال پوس کر بڑا کر لیا، کھلایا پلایا، خوب تگڑا ہو گیا۔ لیکن اس کا دشمن بھی تھا، اسے لڑائی جھگڑا نہیں سکھایا۔ وہ جوان ہوا، مخالفین کا سامنا کرنا پڑا، مار پڑی اور پٹ گیا۔ گھر واپس آ کر قبیلے والوں کو کوس رہا ہے:

فهلا اعدونی لمثلی تفاقدوا وفی الارض مبثوث شجاع وعقرب

اساتذہ ہیں، ترجمے کی ضرورت نہیں۔ کہتا ہے، جب میرے قبیلے والوں کو پتہ تھا، خدا کرے یہ ایک دوسرے کو گم پائیں، ساتھ بددعا بھی دے رہا ہے، ان کو پتا تھا کہ زمین میں سانپ اور بچھو بھی ہیں۔ انہوں نے پہلے بتایا کیوں نہیں، تیار کیوں نہیں کیا؟ جب ان کو معلوم تھا کہ میرا مقابلہ ایک ٹیڑھی گردن والے متکبر آدمی سے ہونے والا ہے تو انہوں نے مجھے مدمقابل کے لیے تیار کیوں نہیں کیا؟ آج ہماری صورتحال یہ ہے، بات کو سمیٹتے ہوئے ایک مسئلے کی طرف میں توجہ دلاؤں گا کہ

Marfat.com

ہمارے معاشرے میں سب سے بڑا فتنہ کیا ہے۔ سب سے بڑا فتنہ تشکیک ہے۔ تشکیک کی تکنیک کیا ہے؟ ایک دانشور آئے گا۔ چینل پر بڑی اچھی گفتگو کرے گا۔ بڑی معلومات دے گا۔ لوگ کہیں گے بڑی اچھی تقریر کرتا ہے۔ ہم بھی کہیں گے اچھی تقریر کرتا ہے۔ تقریر کرتے کرتے درمیان میں ایک شک کا بیج ڈال دے گا کسی معمولی سے مسئلے میں، کوئی بڑا مسئلہ بھی نہیں ہوگا۔ کوئی چھوٹا سا شک کا بیج ڈال کر چلا جائے گا۔ جب کسی نوجوان کے ذہن میں شک کا بیج بیٹھ گیا تو وہ صفائی کے لیے کس کے پاس جاتا ہے؟ صبح نماز کے بعد مولوی صاحب کو پکڑ لے گا۔ رات کو اس نے دو گھنٹے کا بیان سنا ہے۔ اس میں وہ شک آ گیا تو اس نے آ کر مولوی صاحب کو پکڑنا ہے کہ مولوی صاحب، یہ کیا مسئلہ ہے۔ مولوی صاحب نے مطالعہ نہیں کیا۔ وہ تو خالی الذہن ہے۔ اس کو کیا پتہ کہ صبح میرے لیے یہ سوال ہونا ہے، میں مطالعہ کر کے جاؤں۔ اب وہ کیا کرے گا؟ یا تو ڈانٹ دے گا کہ فضول پروگرام کیوں سنتے ہو؟ یہی کرے گا، اور کیا کرے گا؟ یا جو بات وقتی طور پر ذہن میں آئی، وہ کہہ دے گا، لیکن وہ بات اسے اپیل نہیں کرے گی۔

آج کے دور میں سب سے بڑا فتنہ لوگوں کے ذہنوں میں شک پیدا کرنا اور علما کے اعتماد کو مجروح کرنا ہے۔ یہ سارے میڈیا والے، یہ کالم نگار بھی یہی کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے میں آپ حضرات سے بات کرنا چاہوں گا۔ چونکہ سارے اساتذہ تھے، بات کرنے کا موقع مل گیا۔ باقی باتیں اپنی جگہ، لیکن اس نئی نسل کو اور شاگردوں کو جس جنگل میں پھینک رہے ہیں، ان کو ماحول سے واقف کرانا، مقابلے کی تیاری کروانا یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم توجہ دیں گے، وقت لگائیں گے، محنت کریں گے، کچھ وقت صرف کریں گے تو اپنی ذمہ داری سرانجام دے سکتے ہیں۔

Marfat.com

میں نے پتہ نہیں کہاں کہاں کی کون کون سی باتیں کہہ دی ہیں، لیکن میرا جی چاہ رہا تھا باتیں کرنے کو۔ اس بہانے سے میں نے کچھ باتیں کہہ دیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور غلط باتوں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین۔

Marfat.com

دینی وعصری تعلیم کا امتزاج
فوائد ونقصانات

جسٹس جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب
جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان

تاریخ: 12/6/2010

بمقام: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، اقبال ٹاؤن لاہور

Marfat.com

Marfat.com

ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

قابل احترام عم مکرم جناب مولانا مشرف علی تھانوی، قابل احترام عم مکرم جناب مولانا قاری احمد میاں تھانوی! میرے اتنے اعمام جمع ہیں کہ سب کا نام لوں گا تو وقت ویسے ہی تنگ ہے اس لئے بقیہ کا نام چھوڑ دیتا ہوں۔ میں آپ سب حضرات کا شکر گزار ہوں کہ مجھے آپ نے بہت عزت بخشی، میری حیثیت سے زیادہ مجھے عزت عطا فرمائی۔ چند خیالات جو میں نے جہاز میں بیٹھ کے ایک کاغذ پہ نوٹ کیے ہیں، آپ حضرات کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ان خیالات کی حیثیت کسی حتمی یا قطعی فیصلے کی نہ سمجھئے بلکہ اسکی حیثیت اس تکرار کی سمجھئے جو طلباء شام کو کیا کرتے ہیں۔ شام کا وقت طلباء کے لئے ہے، تکرار کا وقت ہے، تو اس لیے یہ سمجھئے کہ یہ ایک تکرار ہے۔ میں جن خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔

آپ سب حضرات اہل علم ہیں، مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ شریعت کے مصادر اور مقاصد سے، مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ یہ خیالات آپکی خدمت میں اسلیے پیش ہیں کہ آپ اس پر غور فرمائیں اور اگر کوئی بات اس میں قابل قبول معلوم ہو، قابل عمل معلوم ہو اور امت مسلمہ کے لیے مفید معلوم ہو تو اس پر غور فرمائیں، اس پہ عمل کرنے کی کوشش کریں۔

گفتگو کا عمومی عنوان ہے "دینی اور عصری تعلیم کا امتزاج، فوائد ونقصانات" دینی اور عصری تعلیم کے امتزاج پر گفتگو، ویسے تو ہر دور میں رہی ہے، میں ابھی اس کا ذکر کرتا ہوں لیکن جس مفہوم میں ہم آج عصری اور دینی تعلیم کے امتزاج کی بات کر رہے ہیں یہ گفتگو بھی خاصی پرانی ہے اور کم سے کم ڈیڑھ سو سال

Marfat.com

پرانی ہے۔ جب سے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تھا ۶۷۔۱۸۶۶ء میں اس وقت سے اس ضرورت کا احساس بھی کیا جانے لگا تھا کہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی دنیاوی یا عصری تعلیم بھی دی جائے کہ جو لوگ اس دینی تعلیم کو پاکر مسلمان معاشرے میں نکلیں وہ مسلمان معاشرے کے مسائل اور معاملات کو سمجھ سکیں، اور سمجھنے کے بعد اپنی اس دینی رہنمائی اور دینی تعلیم کو زیادہ مؤثر انداز میں عامۃ الناس تک پہنچا سکیں۔ چنانچہ دیوبند کے قیام کے فوراً بعد سے اس پہ گفتگو شروع ہوئی اور اس گفتگو کا نتیجہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شکل میں نکلا۔ جس کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ اس زمانے کے محاورے میں دیوبند اور علی گڑھ کو ملایا جائے، دیوبند اور علیگڑھ کے مقاصد کو یکجا کیا جائے تاکہ ایک ایسا ادارہ بن سکے جہاں سے بیک وقت دونوں کے تقاضے پورے کیے جاسکیں۔ کچھ عرصے بعد یہ محسوس کیا گیا کہ ندوۃ سے وہ تقاضا پورا نہیں ہو رہا جو بعض حضرات کے ذہن میں تھا انہوں نے جامعہ ملیہ کے نام سے ایک نیا ادارہ قائم کیا۔ گویا یہ چار بڑے ادارے جو برصغیر کے مسلمانوں نے قائم کئے یہ مسلمانوں کے ان تعلیمی افکار کا مظہر ہیں، جو برصغیر کے اہل علم کے ذہن میں تھے۔ جن پر برصغیر کے اہل علم اور دینی اور تعلیمی قائدین غور کرتے رہے

یعنی خالص دنیوی اور مادی ضروریات کے لئے اگر تعلیم کی ضرورت ہو تو علیگڑھ قائم کیا گیا۔ خالص دینی تعلیم کے لیے جہاں ضرورت ہو تو دیو بند قائم کیا گیا۔ پھر ایسا ادارہ جو اصلاً دیو بند ہو اس میں تھوڑا سا علی گڑھ بھی ہو وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء تھا۔ ایسا ادارہ جو اصلاً دنیوی ہو اصلاً علیگڑھ ہو اس میں تھوڑا سا دیوبند بھی ہو وہ جامعہ ملیہ کی شکل میں سامنے آیا۔ یہ بات بہت سے حضرات کو یاد نہیں رہی اور خاص طور پر ہندوستان میں جامعہ ملیہ کے لوگوں کو بھی یاد نہیں رہی۔ میں نے ان کو جا کر یاد دلائی

Marfat.com

کہ جامعہ ملیہ کا قیام شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے ہاتھوں ہوا تھا۔ انہوں نے جامعہ ملیہ کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور یہ ان کے زندگی کی آخری چند سرگرمیوں میں سے ایک سرگرمی تھی۔

اس سے میں یہ نتیجہ نکالنا چاہتا ہوں کہ خود دیوبند کے اکابرین نے اس بات کی ضرورت کو محسوس کیا ،اس بات کا احساس کیا کہ ایک ایسا ادارہ بھی ہونا چاہیے جہاں دنیا کی ضرورت کے لیے متدین اور مخلص مسلمان تیار کیے جائیں۔ مسجد کی ضرورت کے لیے مخلص اور متدین علماء ہوں۔ وہ تو دیوبند سے پورا ہوا لیکن جس زمانے میں دیوبند کا اادارہ قائم ہوا تھا اس زمانے کے حالات کیا تھے؟ اس زمانے کے حالات اگر آپ کے سامنے ہوں اور تصور سے سامنے آسکتے ہیں کہ مسلمانوں کی حکومت ختم ہو چکی ،مسلمانوں کا لاکھوں کی تعداد میں قتل عام چند سال پہلے تک ہوتا رہا ہے۔ دہلی ،شاملی ،مظفر نگر ،لکھنو، کوئی شہر ایسا نہیں تھا برصغیر کا جہاں سڑکوں پر پھانسی گھاٹ نہ بنے ہوں اور روزانہ سینکڑوں مسلمانوں کو، بااثر شخصیات کو پھانسیاں نہ دی جارہی ہوں۔ جہاں سینکڑوں اہل علم کو یا تو قتل نہ کیا گیا ہو یا کالا پانی نہ بھیجا گیا ہو، حبس دوام یا عبور دریائے شور کی سزا نہ دی گئی ہو، انڈمان میں آج بھی سینکڑوں اور ہزاروں مسلمان اہل علم کی اولاد بستی ہے جن کو وہاں نظر بند کیا گیا۔ ان حالات میں جب سارے اوقاف ختم کردیئے گئے، سارے تعلیمی ادارے بند کردیئے گئے جہاں مسلمان ،بااثر لوگ سر چھپانے کے محتاج ہوں وہاں یہ توقع کرنا کہ کوئی ایسا ادارہ بنایا جائے جیسی آج بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ہے یا جیسا آج مثلاً جامعہ اشرفیہ ہے یا جامعۃ الرشید ہے یا دارالعلوم کراچی ہے۔ یہ ناقابل تصور بات تھی اسکی توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی وہاں جس بات کی توقع ہوسکتی تھی۔ اور جو چیز ممکن العمل تھی وہ یہ تھی کہ ہر قسم کی دنیاوی قربانی کو برداشت کر کے ہر قسم

Marfat.com

کے مسائل اور مشکلات کا سامنا کرکے دین کا جو کم سے کم تقاضا ہے اس کو برقرار رکھا جائے اور اسکو پورا کیا جائے، مسلمانوں کی کم سے کم دینی زندگی کا تقاضا یہ کہ مسجدیں آباد رہیں، قال اللہ وقال الرسول سے دلچسپی رکھنے والے موجود رہیں۔ اللہ کے دین کو پڑھنے پڑھانے والے زندہ رہیں اور یہاں اسپین کی طرح کی صورت حال نہ ہو۔ اسپین کا نقشہ آپکے سامنے ہے جو حضرات عربی روانی سے پڑھ سکتے ہیں وہ ایک کتاب ضرور پڑھیں، وہ میں نے اپنے زمانے میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں شائع کروائی تھی ''انبعاث الاسلام فی الاندلس'' اس میں مصنف نے ۲۵، ۳۰ سال کی تحقیق کے بعد یہ بتایا تھا کہ مسلمانوں کے زوال کے بعد حکومت غرناطہ کے زوال کے بعد اسپین کے مسلمانوں پر کیا گزری؟ اسکی تفصیل ہے یہ خطرہ ہندوستان میں بالکل موجود تھا۔ اگر اسپین میں مسلمان ۱۵ فیصد تھے، ہندوستان میں بھی ۱۵ فیصد تھے، اسپین میں مسلمان شہروں تک محدود تھا، ہندوستان میں بھی بڑے شہروں تک محدود تھے۔ پورے دیہات وزمینداریاں، صحرا اور ریگستان وہاں بھی غیر مسلموں کے قبضے میں تھے یہاں بھی غیر مسلموں کے قبضے میں تھے، دنیا کی بڑی بڑی غیر مسلم قوتیں وہاں بھی غیر مسلموں کا ساتھ دے رہیں تھیں اور مسلمانوں کو نکالنا چاہتی تھیں۔ یہاں بھی ایسا ہی تھا اس لیے اسپین کے تجربے سے بچنے کے لیے کچھ سعید لوگوں نے یہ طے کیا کہ ایک ایسا ادارہ بنایا جائے جہاں مسلمانوں کی دینی زندگی کے کم سے کم تقاضے کو برقرار رکھا جائے کم از کم وہ بیج موجود رہے وہ گملا رکھا رہے جس سے وہ گلستان بعد میں تیار ہو سکے۔ گلستان تو اجاڑ دیا درختوں کو اکھاڑ کے پھینک دیا انکے بیج کہیں کہیں موجود تھے وہ چھوٹے چھوٹے گملے بنا کے محفوظ کر لئے گئے۔ یہ صورت تھی دیوبند کے قیام کی لیکن اللہ نے برکت دی، اخلاص میں ہمیشہ برکت ہوتی ہے جو کام اخلاص سے کیا جائے اس کو بقاء ہوتی ہے

Marfat.com

اس کام کو بقاء رہی اور انگریز کے پورے دور میں ۶۷۔۱۸۶۶ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک یہ سلسلہ جاری رہا، پاکستان بننے کے بعد، پاکستان بنایا گیا تھا اس کام کے لیے کہ برصغیر کے مسلمانوں کا ایک نیشنل ہوم لینڈ ہوگا، برصغیر کے مسلمانوں کا ایک ایسا وطن ہوگا، جہاں مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔ یہ بات دہرانے کی ضرورت نہیں کہ ۱۹۳۵، ۳۶ء سے یہ بات مسلسل کہی گئی اور اسی لیے برصغیر کے مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا۔

پاکستان بننے کے بعد کیا ہونا چاہیے تھا؟ پاکستان بننے کے بعد صورت حال میں ایک نئی اور بنیادی تبدیلی آئی وہ تبدیلی جو ۱۸۵۷ء اور ۱۸۶۶ء کے مقابلے میں ایک بنیادی تبدیلی تھی۔ آج سے ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا تھا، آج ایک ایسا ملک وجود میں آ رہا تھا جس کا اعلان یہ تھا کہ یہاں شریعت کے احکام کے مطابق نئے انداز سے زندگی کا رنگ ڈھنگ شروع کیا جائے گا۔ یہاں کے قوانین اسلام کے مطابق ہونگے، یہاں کی بینکنگ، یہاں کی معیشت، یہاں کی حکومت، معاشرت ہر چیز شریعت کے مطابق بنائی جائیگی۔ اب اگر یہ مستقبل ہو وہاں مستقبل کیا تھا کہ صرف گملے کو محفوظ رکھنا ہے، اسکو بھی چھپا کے رکھنا ہے، یہاں مقصد یہ تھا کہ پوری زمین کو آباد کرنا ہے اس کے لیے کھاد کی فراہمی کی ضرورت ہے، گلستان کو دوبارہ آباد کرنا ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، یہ ذرا تفصیلی تمہید کے بعد کہ پاکستان بننے کے بعد دینی تعلیم کے تقاضوں میں وسعت پیدا ہوگئی اور وسعت پیدا ہونی چاہیئے تھی۔ اور اس وسعت کے تقاضے اس مختصر اور محدود ذمہ داری کے تقاضوں سے مختلف ہیں۔ اگر گملے کی مثال سامنے رکھی جائے کہ آپ گملے کا تحفظ کرنا چاہیں تو اس کی ذمہ داریاں اور ہیں اور وسائل درکار ہوں گے اور طرح کی

Marfat.com

مہارتیں درکار ہونگی ۔ اگر آپ ۵۰۰ ۱ ایکڑ پہ نیا گلستان لگانا چاہیں جس میں ہر ملک وملت کے پھول ہوں جس میں ہر موسم کے گل وگلزار پائے جاتے ہوں جس میں ہر قسم کا پھل پایا جاتا ہو، ہر قسم کا میوہ موجود ہو، دنیا کے ہر انسان کی ضرورت کے لیے طبی اورغذائی سامان وہاں موجود ہو، اس کے تقاضے بھی اور ہیں اسکے لیے مہارتیں بھی اور طرح کی درکار ہیں، اسکے لیے بہت کچھ غور وخوض کی ضرورت ہے ۔ اس لیے میری اس گفتگو کا کہ "دینی اور عصری تعلیم کے امتزاج کے نقصانات وفوائد کیا ہیں" اس نئے سیاق وسباق میں جائزہ لیں ۔

۱۸۵۷ سے لیکر ۱۹۴۷ء کے دور کو فی الحال گفتگو سے نکال دیں، اس لیے نہیں کہ وہ دور اہم نہیں ہے بالکل اہم ہے اسی دور میں وہ گملے محفوظ رہے جن سے آپ کو بیج لینے ہیں، جن سے آپکو قلم لگانے ہیں لیکن آج کے تقاضے اور ہیں ۔ پہلے یہ دیکھ لیں کہ دینی تعلیم سے مراد کیا ہے؟ اور عصری تعلیم سے مراد کیا ہے؟ ایک علمی گفتگو میں ضروری ہے کہ جو بات کی جائے پہلے موضوع کا تعین کرلیا جائے کہ ہماری مراد کیا ہے؟ دینی علوم میں آپ کو معلوم ہے کہ بنیادی علوم تو قرآن پاک اور علوم تفسیر، علوم حدیث اور اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ، کلام اور عقیدہ، تزکیہ اور احسان اور عربی زبان وادب ۔ ان علوم وفنون کی تدریس ان علوم وفنون میں تعمق، ان علوم وفنون میں مہارت اور کماحقہ مہارت، مجتہدانہ بصیرت یہ دینی تعلیم کا سب سے بڑا مقصد ہونا چاہیئے ۔ اگر کوئی دینی تعلیم ایسی ہے کہ اس کے نتیجے میں ان تمام علوم میں وہ مہارت پیدا نہیں ہورہی جو آج درکار ہے، جو امت کی رہنمائی کے لیے ناگزیر ہے، جو امت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل کے لیے لابدی ہے تو پھر وہ دینی تعلیم نہیں ہے یا کم از کم اس معیار کی دینی تعلیم نہیں ہے جس معیار کی آج ہمیں درکار ہے ۔ مسلمانوں نے اپنے دور میں علوم کی دو قسمیں بیان کی ہیں ۔

Marfat.com

(۱) علوم اصلیہ: جن کی اصل ضرورت ہے۔
(۲) علوم آلیہ: جن کی ضرورت پہلی قسم کے علوم کو حاصل کرنے کے لیے ہے۔

چنانچہ بلاغت وبیان اور بڑی حد تک علوم رجال اور علوم روایت، منطق وعقلیات وغیرہ وغیرہ، ان کو علوم آلیہ کی حیثیت دی گئی۔ علوم آلیہ دراصل خادم تھے ان علوم کے جو دراصل حاصل کرنا مقصود تھے۔ مقصود یہ ہے کہ قرآن پاک میں گہری بصیرت حاصل کی جائے۔ علوم تفسیر وعلوم قرآن پر مجتہدانہ نظر رکھنے والے علماء اور مفسرین پیدا کیے جائیں۔ لیکن چونکہ اس کے لیے بلاغت سے واقفیت بھی درکار ہے لغت اور زبان سے واقفیت بھی درکار ہے اور بہت سے علوم وفنون سے واقفیت درکار ہے اس لئے طالب علم اور عالم کی تیاری کیلئے ان علوم سے واقفیت ناگزیر سمجھی گئی ہے۔ علم حدیث میں ماہرانہ بصیرت حاصل کرنے کیلیے بہت سے ابتدائی علوم کی ضرورت ہے، جغرافیہ کی بھی ضرورت ہے، تاریخ کی بھی ضرورت ہے، علم رجال کی بھی ضرورت ہے، تذکرہ اور سوانح کی بھی ضرورت ہے، یہ فی نفسہ مقصود نہیں تھے لیکن علم حدیث کے حصول کے لیے ان کو حاصل کرنا ناگزیر سمجھا گیا۔ تو گویا دینی علوم سے مراد یا دینی تعلیم سے مراد وہ تعلیم ہے جس کا مقصد ان علوم وفنون کے متخصصین اور متعمقین اور مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے علماء پیدا کرنا ہے، اس لیے کہ جب تک ایسے علماء محققین، متعمقین اور مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے موجود نہ ہوں اس وقت تک امت مسلمہ کی رہنمائی نہیں ہوسکتی۔

دوسری صدی ہجری میں جب امت مسلمہ میں غیر معمولی توسیع پیدا ہوئی اور اس وقت کی معلوم دنیا کے تین براعظموں تک امت مسلمہ پہنچ گئی تو نئے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا، رومن لاء سے واسطہ پیش آیا، ایرانی تصورات سے واسطہ پیش آیا، ہندوستانی تصورات سے، بدھ ازم سے، کرسچیرٹی سے، جو دا ائزم سے،

Marfat.com

ان میں سے ہر ایک کی طرف سے اعتراضات اسلام پر وارد ہوئے۔ اس کا اتنا پختہ جواب مفکرین اسلام اور فقہا و متکلمین نے دیدیا اور علماء اصول نے کہ ایک ہزار برس تک اس پر کسی نظر ثانی کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بنیاد ان کے پاس موجود تھی جو صحابہ کرام اور تابعین سے ان کو ملی تھی، لیکن اس بنیاد یا اس ذخیرے کی جو فارمولیشن تھی یعنی جس طرح سے انہوں نے اس کو تعبیر کیا اور بیان کیا اس میں عقلی استدلال بھی تھا، اس میں یونانیوں کے اعتراضات کا جواب بھی تھا، ایرانیوں کے تصورات کا جواب بھی تھا۔ ہندوستانی ویدازم کا جواب بھی تھا، مصر کے نیوافلاطونی فلسفوں کا جواب بھی تھا اور یہ جو پیکج ہم کہہ سکتے ہیں یہ جو مجموعۂ علوم یا مجموعۂ ثقافت تھا اس میں ان تمام مسائل کا مؤثر جواب دیا اور علمی، فکری اور تہذیبی سطح پر کسی کو مسلمانوں کے مقابلے میں کھڑا ہونے کا یارا نہ رہا، یہ صورت حال ہزار برس تک جاری رہی۔

جس دور میں یہ پوری صورت حال جاری تھی اس دور میں بھی جو عصری علوم تھے ان سے مسلمانوں نے ہمیشہ اعتناء کیا حالانکہ امت مسلمہ کا دور عروج تھا۔ امت مسلمہ سیاسی اعتبار سے پوری دنیا کی آجکل کی زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ یونی پولر دنیا ان کے کنٹرول میں تھی یا قطبی دنیا پر ان کا کنٹرول تھا اور کوئی قوت مسلمانوں کے خلاف آواز اٹھانے والی نہیں تھی اور جس نے آواز اٹھائی وہ کامیاب نہیں رہا، ناکام ہوا۔ اسلیے مسلمانوں کو کسی تہذیب یا کسی فکر یا ثقافت سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کوئی سیاسی تہذیبی چیلنج نہیں تھا کہ کوئی تہذیب اٹھے گی اور اسلامی تہذیب کو مٹادے گی، ایسا نہیں تھا۔

یونانیوں کی مثال آپ لیں کہ جب یونانی کتابوں کے ترجمے دوسری صدی ہجری کے اواخر میں شروع ہوئے، تو یونانی کوئی فکری طور پہ چیلنج کی حیثیت

Marfat.com

نہیں رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے لیے نہ ان کی سیاسی حیثیت تھی نہ ان کے پاس کوئی عسکری مقام تھا نہ ان کی کوئی اور حیثیت تھی۔ یہ تو بعض مسلمانوں نے علمی دلچسپی کی خاطر ان کی کتابوں کے ترجمے کیے، صحیح کیے؟ غلط کیے؟ اللہ بہتر جانتا ہے دونوں رائیں مسلمانوں میں رہیں لیکن جب ان کتابوں کے ترجمے ہوئے ان ترجموں سے بعض لوگ متاثر ہوئے ان کی تعداد مسلمانوں میں ایک فیصد تھی؟ کہ ایک فی ہزار تھی؟ شاید ایک فی ہزار سے بھی زیادہ نہ ہو جو واقعی یونانی افکار سے متاثر ہوئے یونانی گمراہیوں کے قائل ہوئے۔ وہ صرف چند لوگ ہوں گے، چند سو، چند ہزار ہونگے پوری دنیائے اسلام میں، لیکن ان چند سو یا چند ہزار افراد کو بھی کسی فکری گمراہی میں جانے سے روکنا مسلمان علماء نے اپنا فرض سمجھا۔ انہوں نے یونانی علوم وفنون کو حاصل کیا، یونانی علوم وفنون کا مطالعہ کیا، جائزہ لیا اس میں کیا چیز قابل قبول تھی اور کیا نا قابل قبول تھی اسکو بیان کیا، دلائل سے اس کا جواب دیا اور اس میں جو مثبت حصہ تھا اس کو اسلامی تعلیمات کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا۔

میں اپنی بہت سی گفتگوؤں میں امام غزالی کی مثال دیا کرتا ہوں، امام غزالی کو بجا طور پر حجۃ الاسلام کہا جاتا ہے۔ امام غزالی کے بڑے بڑے کارنامے دو ہیں جنکی وجہ سے غالبا یہ لقب ان کو دیا گیا ہے۔

۱۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے یونانی علوم وفنون کا جائزہ لیکر اور خالص علمی انداز میں بیان کیا کہ یونانیوں کے علوم یہ ہیں۔ اسکے بعد خالص عقلی انداز میں یونانی اسلوب استدلال سے کام لیکر جس سے کوئی بڑے سے بڑا ارسطو اور افلاطون بھی ہوتا تو وہ اس اسلوب استدلال سے اختلاف نہیں کرسکتا تھا، اس اسلوب استدلال سے کام لیکر یونانیوں کی کمزوریوں کو واضح کیا، جو حصہ قابل قبول تھا اس کو لکھا کہ یہ قابل قبول ہے ہمیں اس سے استفادہ کرنا چاہیے اور جو نا قابل قبول ہے اسکے دلائل

Marfat.com

یہ ہیں، یہ اس لیے نا قابل قبول ہے۔ جو حصہ قابل قبول تھا اس کو امام غزالی نے خود اسلامی علوم وفنون کی خدمت کے لیے استعمال کیا جس زمانے میں انہوں نے ''المصفی''، لکھی جو اصول فقہ کی چند بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ المصفی لکھنے میں انہوں نے پوری منطق سے کام لیا۔ اتنا کام لیا کہ المصفی کے شروع کے ۵۰ صفحے اگر آپ طلباء کو پڑھا دیں تو منطق کی کوئی اور کتاب پڑھانے کی ضرورت نہ رہے۔ پوری کتاب کے شروع میں منطق کا خلاصہ اور عطر بیان کر دیا۔ اس پوری کتاب کی اٹھان اور اسلوب منطقی ہے۔ اس زمانے کے لحاظ سے امام غزالی کا انتقال ۵۰۵ ھجری میں ہوا۔ ۵۰۱ ھجری میں اگر کوئی یونانی زندہ ہو کے آجاتا، حکیم ارسطوطالیس معلم اول زندہ ہو کر آجاتا اور امام غزالی کے سامنے بیٹھ کے یہ کتاب پڑھتا تو وہ اپنی منطق کی روشنی میں اس کتاب پر اعتراض نہیں کر سکتا تھا۔ اس حد تک انہوں نے پختگی کے ساتھ اس کو واضح کر دیا۔

یہ صرف ایک مثال اس بات کی ہے کہ مسلمانوں نے عصری علوم سے ہمیشہ استفادہ کیا اور عصری علوم کو خادم بنا کے اسلام کے کیمپ میں داخل کیا۔

بعض حضرات بعض علماء کرام جب اس پر تامل کا اظہار کرتے ہیں تو ان کا تامل بالکل بجا ہوتا ہے۔ ان کا تامل اسلئے ہوتا ہے کہ بعض لوگ اسلامی علوم کو خادم اور عصری علوم کو مخدوم بنا کے ایک جگہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اسلامی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔ اسلامی تاریخ میں کسی بھی عصری علم یا عصری فن سے جب استفادہ کیا گیا تو اسلامی علوم اور اسلامی ثقافت اور تہذیب کے خادم کے طور پر اس سے کام لیا گیا اور اس خادم نے اسلامی علوم کو مخدوم بنا کر ان کی خدمت کی۔ یہ آپکو علم طب میں بھی نظر آئے گا۔ تفسیر میں بھی، حدیث میں بھی، فقہ میں بھی، اصول فقہ میں بھی، کلام میں بھی حتی کہ تصوف میں بھی، تصوف جیسے فن کی کتابیں جو خالص

Marfat.com

روحانیات کا میدان ہے اس کو بھی اتنے مضبوط عقلی استدلال سے بیان کیا گیا ہے۔ یہیں اس کتب خانے میں ہونگی آپ دیکھ لیں ''تربیۃ السالک'' دو بڑی ضخیم جلدیں ہیں اور بہت ساری کتابیں ہیں جنکے میں نام لوں گا تو گفتگو طویل ہو جائیگی ۔ وہ سب کی سب عقلی استدلال کی بنیاد پر ہیں اس لیے یہ بات کہ عصری علوم سے استفادہ کوئی نئی چیز ہے جسکی آج بعض لوگ دعوت دے رہے ہیں یہ درست نہیں ہے۔عصری علوم سے استفادہ ہر دور میں مسلمان اہل علم کرتے آئے ہیں۔اس شرط کے ساتھ کہ عصری علوم پر ناقدانہ نظر رکھتے ہوں، مقلدانہ نہیں،مقلدانہ نظر تو خطر ناک ہوتی ہے ناقدانہ نظر عصری علوم پر رکھتے ہوں اور اسلامی علوم سے مجتہدانہ طور پر واقف ہوں تاکہ عصری علوم کو جو بھی جس زمانے کے علوم ہیں ان کو اسلام کی خدمت کے لیے اور اسلامی علوم وفنون کو نئے انداز سے مرتب اور مدون کرنے کے لیے بیان کریں۔

آج کے سیاق وسباق میں عصری علوم سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں ،ایک بہت بڑے بزرگ ہمارے ملک کے ہیں ،ان سے میں نے ایک مرتبہ بات کی ،جب میں انتظامی طور پر بعض معاملات سے وابستہ تھا تو میں نے یہ بات کی عصری علوم کی ،تو انہوں نے بہت غصے سے مجھ سے پوچھا کہ کیا انجینئر نگ کالج میں مولوی تیار ہوتے ہیں،تو پھر مدرسوں میں انجینئر کیوں تیار ہوں، یہ بالکل خلط مبحث ہے عصری علوم وفنون سے استفادہ کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک محدث کو حدیث کی درسگاہ سے اٹھا کے انجینئر بنا دیا جائے ایک فقیہ کو دار الافتاء سے اٹھا کے کہا جائے کہ تم میڈیکل ڈاکٹر ہو جاؤ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے تو غلط سمجھتا ہے۔ محدث کو محدث ہی رہنا چاہیے لیکن محدث ایسا ہو، جو علم حدیث پر ماہرانہ، مجتہدانہ بصیرت رکھتا ہو، اپنے وقت کا انور شاہ کشمیری ہو اسطرح کا محدث ہو لیکن علم حدیث

Marfat.com

پر جو آج اعتراضات کیئے جارہے ہیں، آج کا تعلیم یافتہ آدمی جن اسباب سے علم حدیث کے بعض پہلوؤں پر شبہات رکھتا ہے، ان شبہات کو سمجھنے کے لیے بعض چیزوں کا جاننا ضروری ہے اگر وہ شبہات نہیں جانتا، اگر وہ ان اعتراضات کے منشاء سے واقف نہیں ہے کہ وہ اعتراضات کیوں پیدا ہوئے ہیں، تو پھر وہ ان کا جواب نہیں دے سکتا۔

یہ بات میں بہت ادب سے لیکن جرأت سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بہت سے علماء کرام یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام فتوی دینا ہے۔ فتوے سے کسی کا ذہن نہیں بنتا۔ فتوی اس کے لیے ہوتا ہے جو دین پر عمل کرنا چاہے اور آپ سے آکر پوچھے جو گمراہ ہے شہر میں گمراہی پھیلا رہا ہے آپ اسکے خلاف فتوی دے کے کیا کرلیں گے؟ آپ کے فتوے سے وہ گمراہی سے باز آجائے گا؟ میں مثالیں دوں گا تو گفتگو لمبی ہو جائیگی ہزاروں گمراہیاں جن کے خلاف فتوے آئے اور یہ سمجھا علماء کرام نے کہ ہم نے فتوی دے دیا ہمارا کام ختم ہوگیا لیکن وہ کام ختم نہیں ہوا اگر گمراہی اسوقت ایک گملے میں تھی تو آج جنگل بن گئی ہے، کانٹے دار درخت اس نے پیدا کردیئے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ یہ سمجھیں کہ وہ گمراہی کیوں پیدا ہوئی؟ اور کہاں سے پیدا ہوئی؟ اور وہ سوالات جو پیدا ہو رہے ہیں کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟۔

میں پوری دنیا میں جاتا رہتا ہوں، مختلف ملکوں میں جانے کا پچھلے ۳۰ سال میں موقع ملتا رہتا ہے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ انتہائے مشرق میں جہاں سورج طلوع ہوتا ہے دن میں پہلی مرتبہ ''جزائر فجی'' وہاں کا ایک عام تعلیم یافتہ شخص اور امریکہ کی انتہائی مغربی ریاست ''سیان فرانسسکو'' کا ایک عام تعلیم یافتہ شخص ایک ہی طرح کے اعتراضات کرتا ہے اسلام پر، پیرس میں جائیں کسی سے بات کریں وہ بھی وہی اعتراض کریگا، ساؤتھ افریقہ میں جائیں تو وہ بھی وہی اعتراض کریگا۔

Marfat.com

پاکستان میں کسی بڑے جدید تعلیمی ادارے میں جائیں، لمز میں جائیں تو وہاں بھی اس طرح کے سوالات کیے جائیں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی طرح کے سوالات اور ایک ہی طرح کے اعتراضات اور ایک طرح کے شبہات پوری دنیا میں کیوں پیدا ہورہے ہیں؟ اس کیوجہ صرف یہ ہے کہ وہ تہذیب اور وہ فکری استیلاء جو مغرب سے آیا ہے اس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور اس استیلاء کیوجہ سے وہ شبہات پیدا ہورہے ہیں جو ہر انسان کے دل میں پیدا ہورہے ہیں۔ اب آپ یہاں بیٹھ کے فتوی جاری کردیں کہ فلاں چیز گمراہی ہے تو جو لوگ پہلے سے گمراہی سمجھتے ہیں وہ مزید یقین سے گمراہی سمجھنے لگیں گے لیکن جو اسے گمراہی نہیں سمجھتے وہ آپ کے فتوے سے اسے گمراہی نہیں سمجھنے لگیں گے۔ وہ اس پہ بدستور قائم رہیں گے، جیسا کہ میں سینکڑوں مثالیں دے سکتا ہوں کہ لوگ قائم رہے اور آج بھی قائم ہیں اسلئے میری گزارش یہ ہے کہ اس دور کے محاورے کو سمجھنے کے لیے اور امام ابو یوسف کا یہ جملہ میں کئی مرتبہ دہرا چکا ہوں۔

"من لم یعرف اھل زمانه فھو جاھل" جو اپنے زمانے کے لوگوں کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے، یعنی اسکا علم قابل اعتبار نہیں۔ لہذا جس زمانے کے ماحول میں آپ دین کی تعلیم کو دے رہے ہیں لسان قوم "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه"

لسان قوم میں صرف اردو یا پنجابی یا انگریزی شامل نہیں ہے، لسان میں وہ پورا تہذیبی پس منظر بھی شامل ہے جو اس زبان میں شامل ہوتا ہے زبان محض کوئی وھیکل نہیں ہے محض کوئی وسیلہ نہیں ہے خیالات کے انتقال کا یا بیان کرنے کا، ہر لفظ کے پیچھے پوری تاریخ اور پوری تہذیب اور پورا فکر ہوتا ہے۔ وہ فکر اور تہذیب خود بخود اس لفظ کے سامنے آتی ہے۔

Marfat.com

میں اپنا ذاتی تجربہ آپکو بیان کروں آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے میں نے نیا نیا ادارہ اقتصاد الاسلامی میں کام شروع کیا تھا، تو میں نے ایک مضمون لکھا اس زمانے میں جو انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر تھے ان کو مضمون پسند آیا تو اس زمانے مین اردو میں رسالہ نکلتا تھا اس میں میرا مضمون چھپا تو وہاں بنگلہ زبان میں بھی ایک رسالہ نکلتا تھا یہ ۱۹۷۰ کی بات ہے تو انہوں نے ایک بنگالی دوست سے کہا کہ اس کا بنگلہ ترجمہ شائع کرو اس مضمون کا تا کہ بنگالی بھی اسکو پڑھیں تو وہ بنگالی دوست جو اردو بھی اچھی بولتے تھے، انگریزی بھی جانتے تھے اور مدرسے میں بھی کچھ وقت گزارا تھا تو عربی سے بھی شد بد تھی وہ میرے پاس آئے کہ کچھ مشکل الفاظ ہیں وہ ذرا میں سمجھنا چاہتا ہوں اس دوران میں انہوں نے ایک لفظ بولا ''سناتن دھرم'' بس میں ایک دم چونکا، میں نے کہا یہ سناتن دھرم کیا بلا ہے؟ کہنے لگے یہ دین حنیف کا ترجمہ ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، میں نے اگر ہندو مذہب پر چند کتابیں نہ پڑھی ہوتیں اور سناتن دھرم کا پتا نہ ہوتا کہ سناتن دھرم کیا بلا ہوتی ہے،؟ مجھے اندازہ تھا کہ کیا ہے، اب ہمارے بنگالی صاحب علم نے دین حنیف کا ترجمہ کیا ہے سناتن دھرم ان کو اس میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوئی لیکن سناتن دھرم کے پیچھے جو پوری ہندوانہ تاریخ ہے وہ دین حنیف کے ذریعے دین حنیف کے بجائے وہ تاریخ آجائیگی۔ حنیف کا ایک خاص مفہوم جو سیدنا ابراہیمؑ کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔

''ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما'' تو حنیفیت جس کا تعلق سیدنا ابراھیمؑ سے ہے اس سے کاٹ کر سناتن دھرمیوں کے ساتھ اس کو جوڑ دیا جائے صرف ایک لفظ کے استعمال کی وجہ سے، اس مثال سے آپ اندازہ کریں کہ زبان محض زبان نہیں ہوتی، لسان قوم سے مراد محض وہ الفاظ یا عبارات نہیں ہیں، اس کے پیچھے پوری ثقافت اور پوری تاریخ، پوری تہذیب ہوتی

Marfat.com

ہے۔اس لیے ہر نبی جب آتا ہے تو اس قوم کی پوری نفسیات سے اسکے مزاج سے، جسے انگریزی میں کہتے ہیں اسکے ''اتھوز'' سے واقف ہوتا ہے، پھر وہ رہنمائی اور دعوت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ اس لیے آج کل کے محاورے کو آج کل کے ''اتھوز'' کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ جدید مغربی افکار سے واقفیت حاصل کیجائے۔میں یہ نہیں کہتا کہ جو لوگ قرآن وحدیث اور فقہ کی تدریس سے وابستہ ہیں وہ اسکو چھوڑ کر کوئی اور پیشہ اختیار کر لیں ،نہیں! بالکل یہ مقصود نہیں حاشاً وکلاً۔

جن چیزوں کو عصری علوم کہا جاتا ہے یا مغربی فکر وثقافت کہا جاتا ہے اس کے تین حصے ہیں۔

۱۔ ایک حصہ تو وہ ہے جو خالص عقلی اور فکری نوعیت کا ہے۔

۲۔ دوسرا حصہ وہ ہے جو تہذیبی اور ثقافتی نوعیت کا ہے۔

۳۔ اور تیسرا حصہ وہ ہے جو خالص تجدیدی نوعیت کا ہے۔

جب تک ان تینوں کے درمیان الگ الگ فرق نہیں کیا جائیگا تینوں کے لیے الگ حکم نہیں لگا جائیگا، کوئی واضح فیصلہ کرنا، متعین راستہ طے کرنا بڑا مشکل ہے۔ جو حصہ عقلی وفکری ہے اس سے تعلق ہے اُن کے سوشل سائینسز کا یعنی اجتماعی علوم کا، تاریخ، سیاسیات، اجتماعیات، قانون ان سب کا تعلق فکری اور عقلی میدان سے ہے۔اسی سے تعلق ہے انسانی علوم یعنی ''هیومینٹز'' کا فلسفہ، نفسیات، یہ جو انسان کو سمجھنے کے علوم ہیں اور جو انسان کے معاشرے کو سمجھنے کے علوم ہیں ان سب کی اٹھان لادینی ہے۔اس کی جڑ اور بنیاد میں لادینیت رکھی ہوئی ہے، دین اور دنیا کی تفریق۔لہٰذا جب ایک شخص پہلے قدم سے ہی دین اور دنیا کی تفریق کے تصور پر تربیت پائے گا اب وہ قانون کے میدان میں، سیاسیات ہو، تاریخ ہو، کوئی علم ہو، معاشیات ہو، اس کا ذہنی سانچہ جو تیار ہوگا وہ لادینیت کے اصول پر ہوگا۔اسی طرح

Marfat.com

کے سوالات وہ سوچے گا اُسی نقطہ نظر سے معاملات کو دیکھے گا اسی نقطہ نظر سے ہر چیز کا جائزہ لے گا اور اگر گھر میں تربیت اچھی ہوگئی دینی ،تو وہ دینی تربیت کی وجہ سے اظہار نہیں کرتا اپنے خیالات کا ،لیکن دل میں اسکے شبہ رہتا ہے یا تو وہ دو خانے بنا لیتا ہے ایک دین کا اور ایک دنیا کا یہی سیکولرازم ہے یہی لا مذہبیت ہے کہ دین اور دنیا کے خانے الگ الگ ہوں ، اور دنیا، دین کی رہنمائی سے خارج ہو، سیکولر ازم اسی کا نام ہے کہ دنیاوی معاملات کو وحی الٰہی کی رہنمائی سے آزاد قرار دیدیا جائے۔ نظری اعتبار سے ہو تو بہت بڑی گمراہی ہے عملا ہو تو بھی ایک طرح کا فسق ہے۔

دوسری بڑی بنیادی بات ان علوم وفنون کے بارے میں یہ ہے کہ یہ اخلاقیات اور روحانیات کے تمام تصورات سے آزاد ہیں۔آج مغربی دنیا کا یہ طے شدہ تصور ہے کہ اکیڈمک یعنی علمی معاملات کو (اینٹی لیکچول کو) فکری سرگرمی کو اخلاقی تصورات سے آزاد ہونا چاہیے وہ کہتے ہیں کہ ایک اوبجیکٹو چیز ہے اور ایک سبجیکٹو چیز ہے۔سبجیکٹو یعنی داخلی وہ جس میں آپ کی اپنی ذاتی پسند ناپسند کو دخل ہو۔اوبجیکٹو وہ جس پہ آپ اپنی ذاتی پسند ناپسند سے ہٹ کر کوئی فیصلہ کرسکیں۔اب یہ کاغذ سفید ہے کالا ہے یہ ایک اوبجیکٹو چیز ہے اس میں میری ذاتی پسند ناپسند کا کوئی دخل نہیں کہ میں اس کے سفید رنگ کو پسند کروں یا کالے کو۔اسکا رنگ سفید ہی رہے گا۔اس چاندنی کا رنگ سفید ہی رہے گا یہ اوبجیکٹو چیزیں ہیں۔وہ کہتے ہیں تمام علوم وفنون، اوبجیکٹو ہونا چاہیے ،سبجیکٹو یعنی جس میں کسی کی ذاتی پسند ناپسند کیوجہ سے کوئی رائے قائم کرنے کا موقع ہو اس کو نکال دینا چاہیے۔یہ جو آج نقاب پہ پابندیاں ہیں میناروں پہ پابندیاں ہیں، پردے پہ پابندی ہے یقیناً اسکی وجہ مسلمانوں سے نفرت بھی ہے ،لیکن اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جب پردہ کرکے خاتون چہرے کو ڈھکتی ہے تو وہ اپنے ذاتی مذہبی خیالات کیوجہ سے معاشرے میں

Marfat.com

ایک نیا رنگ پیدا کرنا چاہتی ہے۔ معاشرے کو اوبجیکٹیو ہونا چاہیے۔ دو اور دو چار کی طرح کسی عقلی بنیاد پر استوار ہونا چاہیئے۔ ذاتی ،اخلاقی یا روحانی تصورات کو معاشرے پر لاگو نہیں کرنا چاہیئے ۔ اس لئے معاشرے کی بات ہو اسکول، کالج، سرکاری دفاتر، پبلک مقامات تو پھر ذاتی خیالات کو آپ اپنی حد تک رکھیں ۔ یہ چیز ان کی گھٹی میں بیٹھی ہوئی ہے آپ ڈریں اس دن سے جب ہمارے ہاں لوگ یہ مطالبہ اپنے دلائل کے ساتھ کرنے لگیں گے۔ اس لیے کہ جو ذہنی تربیت ان کی ہوئی ہے وہ ہمارے ہاں بھی ہو رہی ہے۔ اس لیے نتائج تو جیسے وہاں نکلیں ہیں وہ یہاں بھی نکلیں گے۔ گندم سے گندم پیدا ہوتی ہے، جو سے جو پیدا ہوتا ہے۔ پھر مغربی گمراہیاں جن کے لئے لفظ کوئی اور مناسب نہیں ملتا اس لیے میں گمراہی کا لفظ استعمال کر رہا ہوں یعنی مغربی مغالطے مغربی تصورات کی بے شمار غلطیاں ہیں جن کو یہاں بیان کرنے کا موقع نہیں۔ یہ سارے علوم وفنون ان کی بنیاد پر بنے ہیں۔ اگر آپ حضرات کو موقع ملے خاص طور پر علماء کرام کو تو ایک چھوٹی سی کتاب ہے ''جدیدیت'' کراچی میں شائع ہوئی تھی اور پروفیسر حسن عسکری'' ایک بزرگ تھے فلسفہ اور ادب ان کا میدان تھا'' انہوں نے مفتی شفیع صاحبؒ کے کہنے پر لکھی تھی اور اس وقت مفتی صاحب کا خیال یہ تھا کہ مغربی افکار سے واقفیت کے لیے کوئی مختصر کتاب ہونی چاہیے۔ تو انہوں نے وہ کتاب لکھی تھی'' جدیدیت'' کے نام سے لیکن وہ اتنی مختصر تھی کہ اس کو پڑھنا اور پڑھانا کسی ایسے آدمی کے لیے بہت مشکل تھا جو مغربی تصورات سے اچھی طرح پہلے سے واقف نہ ہو۔ اس لیے وہ زیادہ مقبول نہیں ہوئی۔ لیکن آپ میں سے اگر کسی کو دلچسپی ہو تو ضرور پڑھیں اس لیے کہ اس میں فہرست دی ہے ان گمراہیوں کی اور مغربی علماء کی تحریروں کی روشنی میں مرتب کی ہے اپنی طرف سے نہیں کی۔ یہ تو ایک میدان ہے عقلی اور فکری۔ دوسرا میدان ہے

Marfat.com

تہذیبی اور ثقافتی جس میں اصل زور مادیات پر ہے اخلاقیات اور روحانیات ان کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔ پھر جس کو ہمارے ہاں علماء اصول نے ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کا نام دیا ہے۔ اسلامی شریعت میں زور ضروریات پر ہے۔ اور اس کے بعد حاجیات پر اور تحسینیات کی اجازت ہے۔ بعض حدود کے اندر ان کے ہاں یہ ترتیب الٹی ہے اصل زور تحسینیات پر ہے جتنی تحسینیات انسان حاصل کر سکتا ہے وہ حاصل کرے چاہے دوسروں کی حاجیات اس سے قربان ہو جائیں۔ دوسروں کی ضروریات اس کے نتیجے میں مجروح ہو جائیں وہ اپنی ان خواہشات کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ سوڈان میں کتنے لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ کس ملک میں فقر و فاقہ اور غربت ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنی تحسینیات جو انہوں نے حاصل کی ہیں اس کو مزید ترقی دینے کے لیے اور برقرار رکھنے کے لیے سب کچھ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ملکوں کو تباہ کرنا پڑے تو اس کے لیے آمادہ ہیں قوموں کو تہہ تیغ کرنا پڑے تو وہ تہہ تیغ کرنے کے لیے آمادہ ہیں۔ یہ ان کے ایک مزاج کا حصہ ہے اور یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ ان کی کتابوں میں، تحریروں میں روز شائع ہوتی ہے۔ مادیات پر زور دینے کی وجہ سے جو مغربی تہذیب اور ثقافت کا رنگ ہے، اٹھان ہے وہ رنگ اور آواز کی بنیاد پر ہے۔ رنگ پر زور اور آواز پر زور اس رنگ کے پیچھے کیا ہے؟ اس آواز میں کیا کہا جا رہا ہے؟ اس آواز کے نتائج کیا نکل رہے ہیں؟ وہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ یہ ان کی دلچسپی کا میدان نہیں ہے۔ ہمارے آپ کے اسی شہر کے سب سے بڑے مفکر اور مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ مغربی اثرات کے بعد سے ۱۸۵۷ کے بعد سے آج تک دنیائے اسلام نے اتنا بالغ نظر مفکر پیدا نہیں کیا جس نے مغربی تہذیب پر اتنی گہری نظر سے گرفت کی ہو اقبال انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے۔

Marfat.com

کر بلبل وطاؤس کی تقلید سے توبہ
کہ بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

یعنی وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رنگ اور آواز جس پر ساری تہذیب کی اٹھان ہو رہی ہے وہ کیا ہے؟ بہت خوبصورت ہو گئے تو طاؤس ہو جاؤ گے، بہت اچھی آواز ہو گئی تو بلبل ہو جاؤ گے تو کیا بلبل اور طاؤس کی تقلید کرنا ہی مقصود ہے؟ یہ تو دو وہ چیزیں ہیں جس پر کم لوگ غور کرتے ہیں۔ اس لیے کہ جو تیسری چیز ہے جو میں نے کہا تھا تجربی علوم، ان کی چکا چوند نے بہت سے لوگوں کی نظروں کو دھندلا دیا۔ اور مغربی علوم وفنون سے دلچسپی رکھنے والوں کی بڑی تعداد وہ ہے جو تجربی علوم کی کامیابیوں کی روشنی میں یہ چاہتی ہے کہ لوگوں کی فکری اور جو تعلیمی افکار ہیں یا تہذیبی اور ثقافتی انداز ہے اس سے صرف نظر کرلیں۔ بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ مغرب کے تجربی علوم سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ان کی گمراہیوں سے اگر احتراز کیا جائے اور صرف تجربی علوم کو سامنے رکھا جائے تو یہ ہمارے لیے مفید ہے یقیناً ایسا ہی ہے۔ ایسا ہونا چاہیے لیکن یہ انتہائی نازک اور بڑی بھاری ذمہ داری کا کام ہے اس لیے کہ جن کو خالص تجربی علوم کہا جا رہا ہے اس میں بھی بہت سی چیزیں ملی جلی ہیں۔ اس میں بھی ان فکریات کا غبار موجود ہے اس لادینی تصور کی پرچھائیاں موجود ہیں جس نے ساری گمراہیاں پیدا کی ہیں ان گمراہیوں سے واقفیت یہ عصری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیے۔ عصری تعلیم کا مقصد کم از کم میری ناچیز دانست میں یہ نہیں ہے کہ ایک محدث کو علم حدیث سے اٹھا کر معاشیات کا پروفیسر بنا دیا جائے نہیں! ایک محدث جب وہ احادیث بیان کرے جس میں معاشی احکام بیان کیے گئے ہیں تو اس کو آج کل کی معاشیات سے اگر اتنی

Marfat.com

واقفیت ہوتو وہ ان احادیث میں موجود اصولوں کو آج کی معاشی زبان میں دنیا کے سامنے بیان کر سکے تو وہ زیادہ موثر انداز میں پیغمبرانہ رہنمائی کو عامۃ الناس تک پہنچا سکے گا۔

دینی تعلیم میں نے عرض کیا کہ پاکستان بننے کے بعد اس کے مقاصد اور اہداف کا تعین ضروری تھا ہمارے ہاں دینی تعلیم مدارس میں ہورہی ہے بڑے پیمانے پر۔ کسی حد تک سرکاری جامعات اور یونیورسٹیز میں ہورہی ہے۔ اور بعض مختصر متفرق ادارے ہیں بعض حضرات نے قائم کیئے ہیں، جن میں ان کے اپنے خیالات اور فہم کے مطابق دینی تعلیم دے رہے ہیں۔ یہ آخری چونکہ بہت محدود ہے اس لیے ان کا میں ذکر نہیں کرتا بڑے میدان یہی دو ہیں دینی تعلیم کے۔ مدارس کی تین مختلف قسمیں بھی ہیں۔ اور تین مختلف سطحیں بھی ہیں، تین مختلف نوعیتیں بھی ہیں، آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں ابتدائی مدارس بھی ہیں متوسط ہیں جن میں متوسط تعلیم درس نظامی ہورہی ہے۔

اعلیٰ تعلیم کے ادارے بھی ہیں جہاں تخصص بھی ہورہا ہے اور بہت سے دوسرے کام ہورہے ہیں۔ اسی طرح سے نوعیّتوں میں بعض مکمل روایتی نوعیت کے ادارے ہیں جن میں سے بڑی تعداد کا تعلق بلوچستان اور صوبہ سرحد سے ہے، کچھ نیم روایتی قسم کے ادارے ہیں کہ جن میں سے پنجاب اور سندھ کے اکثر مدارس کا تعلق ہے اور بعض اصلاح شدہ ادارے ہیں جنہوں نے بہت بڑی تبدیلیاں اپنے نظام میں متعارف کرائی ہیں جن سے آپ بھی واقف ہیں۔ یہ سمجھنا کہ درس نظامی جو ہم پڑھارہے ہیں مکمل درس نظامی ہے درست نہیں ہے۔ درس نظامی کی تاریخ اگر آپ کے سامنے ہوتو درس نظامی کا صرف نام باقی ہے۔ باقی درس نظامی اب باقی نہیں رہا درس نظامی میں بہت سارے مضامین جو شامل تھے وہ تو بالکلیہ اب نکل

Marfat.com

گئے اب ریاضی شامل نہیں اقلیدس یا جیومیٹری شامل نہیں، فارسی شامل نہیں، اس زمانے میں فارسی کا جو عنصر تھا وہ یا کلنگ تھا عربی سے بہت زیادہ تھا جو درس نظامی کر کے نکلتا تھا وہ فارسی کا بہت اچھا ادیب ہوتا تھا، شاعر بھی ہوتا تھا، نثر نگار بھی ہوتا تھا وہ اب نکل گیا طب کا پورا حصہ نکل گیا۔ یہ تو وہ علوم ہیں جو درس نظامی سے بالکلیہ طور پہ نکل گئے۔ جزوی طور پر منطق کی بہت سی کتابیں نکل گئیں۔ صوبہ سرحد اور افغانستان میں بعض ابھی تک ہیں۔ پنجاب اور سندھ اور ہندوستان کے اکثر علاقوں میں نہیں ہیں۔ بنگلہ دیش میں نہیں ہیں اسی طرح سے قدیم فلسفے کی بہت سی کتابیں جو ایران میں ابھی تک پڑھائی جارہی ہیں افغانستان میں پڑھائی جارہی ہیں۔ صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں وہ اکثر علاقوں میں نہیں ہیں۔ پھر درس نظامی میں ملا نظام الدین سہالوی کے زمانے میں حدیث شریف نہیں تھی۔ بعض بعض لوگ مشارق الانوار پڑھایا کرتے تھے، کہیں کہیں مشکوۃ شریف کے بعض ابواب تھے، ورنہ حدیث بطور فن کے شامل نہیں تھی، یہ دارالعلوم دیوبند نے پہلی مرتبہ شامل کی۔ گویا ان مثالوں سے جس میں اور اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ درس نظامی مکمل اور اصلی شکل میں دارالعلوم دیوبند میں پہلے دن سے نہیں تھا۔ لہذا درس نظامی کی دھائی اور درس نظامی کو اکابر کا طریقہ اور ربزرگوں کا طریقہ اور برکت اور یہ وہ، میں متاثر نہیں ہوتا ان باتوں سے۔ اگر برکت ہے تو اللہ کی کتاب میں ہے۔ اور اس کے رسول کی سنت میں ہے یا تابعین اور تبع تابعین کے ارشادات اور اقوال میں ہے باقی کسی ایرانی فلسفی یا شیعہ فلسفی کی بے شمار کتابیں شیعوں کی لکھی ہوئیں ہیں۔ منطق و فلسفے کی اس میں کوئی برکت نہیں۔ اس زمانے کی عصری ضروریات کے تحت انہوں نے اس کو پڑھنا پڑھانا ضروری سمجھا جب وہ ضروریات ختم ہوگئیں وہ چیزیں تاریخ کا حصہ بن گئیں۔ آج اسکی ضرورت نہیں ہے

Marfat.com

میں تفصیل بیان کروں گا تو بات لمبی ہو جائے گی کہ فلسفے کی کتابیں کیسے شامل کی گئیں اس کی ایک تاریخ ہے پھر ان میں تبدیلی آتی گئی حالات کے ساتھ ساتھ، وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی آئی۔ ایک زمانہ تھا کہ عرب سنی مصنفین کی کتابیں منطق اور عقلیات کی شامل تھیں۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ سنٹرل ایشیا کی کتابیں علامہ تفتازانی اور سید شریف جرجانی، ثمرقند اور بخارا کے علاقے کی پھر ایک زمانہ آیا کہ ایرانی مصنفین کی کتابوں سے ہمایوں وہاں سے ان سے مدد لے کے آیا اور دوبارہ مغل سلطنت قائم ہوئی تو انہوں نے طے کیا کہ ہمارے ساتھ اتنے علماء کو بھی لے کر جانا ہو گا چنانچہ علماء پہلی مرتبہ ایران سے ہمایوں کے ساتھ آئے اور جگہ جگہ درس کے حلقے انہوں نے قائم کیے اور پہلی مرتبہ ایرانی مصنفین کی کتابیں فلسفہ اور منطق کے میدان میں درس میں شامل ہوئیں۔ یہ ہمایوں کی حکومت میں آنے کے بعد آپ کے علم میں ہوگا کہ ملا صدرا اپنے زمانے کے سب سے بڑے فلسفی تھے شیعہ تھے بہت بڑے شیعہ تھے، شیعہ اصول اور عقائد پہ ان کی کتابیں ویسے ہی ہیں جیسے کسی بھی شیعہ آیت اللہ کی کتابیں ہوتی ہیں۔ لیکن چونکہ فلسفی بہت بڑے تھے اس لئے ان کی کتابیں بعض شامل کی گئیں۔ ملا صدرا کے نام سے جو کتاب ہے انہی کی ہے، ملا صدرا انہی کا لقب تھا صدر الدین شیرازی۔ اس لیے ہر زمانے میں جن جن چیزوں کی ضرورت سمجھی گئی ان کو شامل کیا جاتا رہا اور جن چیزوں کی ضرورت کے بارے میں احساس ہوا کہ اب ضرورت نہیں رہی وہ نکالی جاتی رہیں، جیسا کہ درس نظامی کی تاریخ کو اگر دیکھا جائے تو یہ چیزیں سامنے آجائیں گی۔

آج پاکستان میں ہمیں دینی تعلیم کی کیوں ضرورت ہے؟ ہمیں دینی تعلیم کی ضرورت ہے مسجدیں سنبھالنے کے لیے اس وقت پاکستان میں تقریباً چار لاکھ مسجدیں ہیں جب میں وزارت مذہبی امور سے وابستہ تھا تو میں نے ایک سروے

Marfat.com

کروایا تھا تو اس وقت تین لاکھ اسی ہزار تھیں اب شاید دس سال ہو گئے ہیں ۔ ممکن ہے بیس ہزار تیس ہزار اور بڑھ گئی ہوں ان تین لاکھ اسی ہزار میں سے یا چار لاکھ مساجد میں سے ستر فی صد سے زائد مساجد وہ تھیں جن کے ائمہ کے پاس کوئی تعلیم نہیں تھی ، کچھ پڑھے ہوئے نہیں تھے ،صرف قرآن پاک کی چند سورتیں یاد تھیں ۔ بڑے شہروں میں چند فیصد مساجد تھیں جن کے ائمہ باقاعدہ تعلیم یافتہ تھے اب یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جو یا تو حکومت انجام دے ،حکومت نے کیا کوشش کی ہے؟ قاری صاحب نے بعض کا ذکر کیا ہے۔اب لمبی گفتگو ہو جائیگی ، پھر غیبت بھی ہوگی بلاوجہ لیکن یہ کہ حکومت نے کچھ نہیں کیا بظاہر آئندہ بھی امید نہیں ہے کہ حکومت کچھ کرے گی ۔ ان چار لاکھ میں جن کی تعدا میں روز اضافہ ہو رہا ہے ۔ مساجد کے لیے ائمہ کی تیاری دینی مدارس کی ایک بنیادی ذمہ داری ہے مسلم معاشرے کا بنیادی فریضہ ہے مسجدوں کا اہتمام اور اقامت صلوٰۃ ۔ لیکن اگر آپ ان چار لاکھ مساجد کے لیے ائمہ تیار کرنا چاہتے ہیں تو اس امام کو شرح مطالع پڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ شرح مطالع پڑھ کے وہ امام کیا کریگا؟ آپ اس کو گلبرگ کی مسجد میں جب امام بنا کے بھیجیں گے تو پوری زندگی ۵۰ سال اس سے کوئی نہیں پوچھے گا کہ جزء لایتجزی کے بارے میں فلسفہ اسلام کی رائے کیا ہے؟ کوئی نہیں پوچھے گا اور اگر وہ بیان کرے گا تو لوگ کہیں گے یہ پتہ نہیں مولوی صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟ جو سوالات اس سے پوچھیں گے گلبرگ کے لوگ وہ اس نے پڑھے نہیں ہونگے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اچھا امام تیار نہیں ہو رہا ہے ۔آپ ایک ایسے شخص کو جو امامت کرنا چاہتا ہے غیر ضروری طور پر اس پر بوجھ لاد رہے ہیں ۔ مدرسے کے وسائل بھی ضائع ہو رہے ہیں اساتذہ کا وقت بھی ضائع ہو رہا ہے وہ اس میں نہ دلچسپی رکھتا ہے نہ اس میں اہلیت ہے ۔ وہ امامت کرنا چاہتا ہے امامت کے لیے ضروری ہے کہ وہ

Marfat.com

حافظ قرآن ہو قاری ہو سبعہ کا ہو تو بہت اچھا، بقدر ضرورت عربی جانتا ہو قرآن پاک کا ترجمہ پڑھا ہو تفسیر کی ایک دو کتابیں پڑھی ہوں حدیث جانتا ہو، روزمرہ کے فقہی مسائل سے واقف ہو اور معاشرے کے عام مسائل جو لوگ پوچھتے ہیں وہ جانتا ہو، اگر اتنا علم ہو جو میرے خیال میں تین سال میں حاصل ہو سکتا ہے۔ مدرسے میں داخل ہونے کے بعد تو ایک شخص امام ہو سکتا ہے اب جو شخص تین سال میں یہ علم حاصل کرنے کے بعد امامت کی ذمہ داریاں اچھی طرح نبھا سکتا ہے آپ اسکو "سلم العلوم" اور "مسلم الثبوت" کیوں پڑھانا چاہتے ہیں؟ اسے کیوں رٹواتے ہیں الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد، مفردًا، مفرڈا اور پھر ایک مہینے میں وہ اس کو رٹے۔ ایک جگہ یونیورسٹی میں بات ہوئی تو میں نے کہا کہ ہمارے ہاں مدرسوں میں قواعد وضوابط اور نحو اور گرائمر پر اسطرح زور دیتے ہیں میں نے یہ مثال دے کے بتائی مین نے یہ کہا کہ پہلے کافیہ کو رٹتا ہے کافیہ کے بعد وہ شرح جامی میں اسی مسئلے پہ الجھا رہتا ہے، پھر ہمارے پٹھان بھائیوں کو "تحریر سنبٹ" سوال کابلی اور سوال باسولی بھی یاد کرنا ہوتا ہے ان سب میں یہی مسائل زیر بحث آتے ہیں اس کے بعد یہ سارے مسائل یاد کرنے کے بعد وہ پشاور میں کسی مسجد میں امام ہو جاتا ہے پھر پوری زندگی اس سے نہ کوئی تحریر سنبٹ پوچھتا ہے نہ سوال باسولی نہ سوال کابلی تو اس سے پوچھیں کہ بھائی تو نے یہ کیوں وقت ضائع کیا اپنا؟ اساتذہ کا ضائع کیا، مدرسے کا ضائع کیا اس لیے ایک سطح یہ ہونی چاہیے اور اس کو بقدر ضرورت آجکل کی سوشل اسٹڈیز سے واقفیت ہونی چاہیے پاکستان کے مسائل سے تھوڑی سی واقفیت اور اگر جیسا کہ میں نے سنا یہ درست ہے کہ مدارس میں داخلہ میٹرک کے بعد ہونے لگا ہے۔ تو میٹرک میں جتنا علم آجکل کے لحاظ سے آتا ہے وہ کافی ہے۔ اس کی ایک بنیاد موجود ہے اپنے طور پہ وہ تیاری کرتا ہے تو وہ کر لے گا۔ یہ ایک ذمہ داری ہے

Marfat.com

جو مدارس یا دینی تعلیم کے اداروں کے پیش نظر ہونی چاہیے۔ دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ ہمارے ہاں پاکستان کے ہر تعلیمی ادارے میں بشمول ابتدائی دینی مدارس، اسلامیات اور دینیات کے معلمین درکار ہیں۔ اسلامیات اور دینیات کے معلمین کا کام یہ ہے کہ وہ طلبہ کو ابتدائی دینی تعلیم دیں، سرکاری اسکولوں میں سرکاری کالجوں میں اور ابتدائی دینی مدارس میں اب جو شخص ابتدائی دینی مدارس میں دینی تعلیم دیگا یا سرکاری اسکولوں میں اسلامیات یا عربی پڑھائے گا اسے کوئی ضرورت اس بات کی نہیں ہے کہ وہ اس بحث میں پڑے کہ ایمان میں کمی بیشی کے بارے میں امام بخاری اور امام ابوحنیفہ کے درمیان اگر کوئی اختلاف رائے ہے تو وہ کیا ہے؟ نہ طالب علم یہ پوچھے گا کہ سر! ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی؟ اور نہ استاد بتائے گا جو طالب علم سمجھے گا اسلئے ایک شخص جس کو سکول میں ٹیچری کرنی ہے اس کیلئے مسائل غیر ضروری ہیں اس کے لیے کچھ اور نصاب ۴، ۵ سال کا ہونا چاہیے۔ اس کے بعد ایک ضرورت ہے کہ خود ان دینی مدارس میں اعلیٰ محققین درکار ہیں۔ ان اعلیٰ محققین کے لیے اعلیٰ تعلیم ہونی چاہیے جس میں درس نظامی بھی ہو اور بھی بہت کچھ ہو پھر اعلیٰ مدرسین کے بعد محققین کی تیاری ضروری ہے۔ ایسا محقق جو سید سلمان ندوی ہو اپنے زمانے کا۔ کراچی میں میں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ آپ کے پاس ایک تقی عثمانی ہے میں چاہتا ہوں کہ پاکستان میں ہزاروں تقی عثمانی ہوں اگر ایک تقی عثمانی کے بجائے دس ہزار تقی عثمانی ہوتے دس ہزار نہ ہوتے ایک ہزار ہوتے، تو آج پاکستان کا نقشہ اور ہوتا بدلا ہوتا۔

میں نے ان کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ میں ان کے ساتھ کمیٹیوں میں رہا ہوں مختلف جگہ پچھلے بیس پچیس سال سے ایک ساتھ مختلف مواقع پر کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ ایک آدمی اپنے علم سے اور فکر سے اور اپنے واقفیت سے جتنے

Marfat.com

اثرات پیدا کر سکتا ہے اسطرح کے اگر ہزاروں ہوتے تو کتنے اثرات پیدا کرتے۔
ہندوستان میں ایک مولانا ابوالحسن ندوی تھے علی میاں۔ انہوں نے اپنی عربی دانی سے اور دنیا کی واقفیت سے پورے عرب دنیا کے ہر آدمی کو متاثر کیا میں اپنے ذاتی تجربے اور واقفیت کی بنیاد پر عرض کرتا ہوں کہ عرب دنیا میں مراکش سے لے کر قطر تک اور شام کی سرحدوں سے لے کر سوڈان کے جنوب تک شاید کوئی تعلیم یافتہ، دیندار آدمی ایسا نہیں ہے جو مولانا علی میاں کی تحریروں سے اور خیالات سے متاثر نہ ہوا ہو پھر علی میاں کے خیالات اور تحریروں کے ذریعے برصغیر کے بڑے بڑے اہل علم کے خیالات دنیائے عرب تک پہنچے ہیں۔ اس طرح کے افراد اس ملک کی ضرورت ہیں کہ نہیں ہیں؟ اگر اس ملک کو اسلامی دنیا کی قیادت کرنی ہے اگر اس ملک میں شریعت کو قانون بننا ہے۔ اگر اس ملک میں پوری زندگی کی تشکیل نو شریعت کی بنیاد پر ہونی ہے تو ایسے لوگ درکار ہیں جو اس دور کے تقاضوں کو جانتے ہوں جو قانون سے واقف ہوں جو نظام سے واقف ہوں جن علوم وفنون کی عصری علوم وفنون میں ضرورت ہے وہ دو طرح کے ہیں اگر درس نظامی میں داخلہ میٹرک کے بعد ہو رہا ہے تو وہ اتنی بنیاد کافی ہے۔ اتنی ریاضی، اتنی جنرل سائنس۔ اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں اگر کہیں گنجائش ہو یا کوئی چاہے تو مزید ایک دو سال آپ اسکو ریاضی تھوڑی سی اور پڑھا دیں۔ F-A تک پڑھا دیں لیکن اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے دینی تعلیم یا دینی تخصصات کے لیے۔ جن تخصصات کی ضرورت ہے وہ قانون معاشیات اور اجتماعی علوم کا ایک عمومی مطالعہ ہے ملکی قانون سے واقفیت جب تک نہ ہو جس پر پورے ملک کا نظام چل رہا ہے اس وقت تک اس نظام کو بدل کر شریعت کے مطابق بنانا یہ آسان کام نہیں ہے میں آپ سے عرض کروں اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن رہا ہوں دو مرتبہ، اسلامی نظریاتی کونسل کی ذمہ

Marfat.com

داریوں میں سے یہ بھی لکھا ہے دستور پاکستان میں لکھا ہوا ہے کہ پاکستان کے تمام رائج الوقت قوانین کا جائزہ لے کر ان کو شریعت کے مطابق بنایا جائے اور شریعت کے مطابق بنا کر اپنی سفارش پارلیمنٹ کو پیش کرے۔ رائج الوقت قوانین سے مراد وہ ہیں جو آج پاکستان میں رائج الوقت ہیں ان میں قدیم ترین قانون ۱۷۰۰ء کچھ کا ہے جب انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے طور پر آئے تھے اور بنگال کے ایک علاقے پر قابض ہوئے تھے اس وقت انہوں نے وہ قانون بنایا تھا پھر جیسے جیسے ہندوستان پہ قبضہ کرتے گئے وہ قانون وسعت پاتا گیا اس وقت سے لے کر آج تک وہ قوانین ایک ایک کر کے نافذ ہو رہے ہیں ان کی تعداد تقریباً ساڑھے پانچ ہزار ہے آج کتنی ہے مجھے نہیں پتا جب میں ممبر تھا آخری مرتبہ ۱۹۹۷ سے ۲۰۰۱ تک۔ اسوقت ان کی تعداد ساڑھے پانچ ہزار تھی یہ ساڑھے پانچ ہزار قوانین جتنی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں شاید اس الماری میں کتابیں کم ہونگی۔ وہ قوانین زیادہ ہیں اب ان قوانین کا جائزہ لے کر اسکو شریعت کے مطابق بنانا چاہیے یا نہیں بنانا چاہیے؟ بنانا چاہیے اس میں یہ طے کرنا چاہیے کہ یہ چیز شریعت کے متعارض ہے اس کو نکال دیا جائے یہ چیز شریعت سے ہم آہنگ ہے اس کو برقرار رکھا جائے۔ یہاں مزید اضافے کی ضرورت ہے وہ اضافہ کیا جائے یہ ایک بہت لمبا کام ہے اس وقت سیاسی قائدین نے مطالبہ کیا کہ یہ کام سات سال میں ہو جانا چاہیے چھ سال تو میں ممبر رہا میں نے بہت وقت بھی صرف کیا لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں ہے اسکے لیے افراد کار نہیں ملتے۔ میں ایک چھوٹا سا لطیفہ عرض کروں۔ جب میں پہلی مرتبہ کونسل کا رکن مقرر ہوا ۱۹۹۰ء میں، تو اس وقت کے جو چیئرمین تھے جسٹس حنیف صاحب (پاکستان کے چیف جسٹس) انہوں نے کمیٹیاں مختلف بنائیں تو ایک کمیٹی کا چیئرمین مجھے بنا دیا وہ تھی لیگل رفارمز کمیٹی (قوانین پر نظر ثانی کی کمیٹی) اور ہمارے ذمہ یہ

Marfat.com

کام لگایا کہ یہ کمیٹی ان تمام قوانین پر نظر ثانی کر کے سفارشات مرتب کرے تو میں ۱۹۹۰ء میں بہت نوجوان بھی تھا پر جوش بھی زیادہ تھا تو میں نے کہا کہ میں یہ کام تین سال میں کردوں گا تو میں نے اپنے وقت کا آدھا حصہ اس کام کے لیے رکھا میں یونیورسٹی میں پڑھاتا تھا وہاں میری ذمہ داریاں تھی ان سے فارغ ہونے کے بعد میں نے وہ سارے قوانین منگوائے اپنے گھر۔ ایک کمرہ ان کے لیے رکھا اور ایک ایک کر کے اس کو پڑھنا شروع کیا بیشتر حصہ پڑھا اور پڑھنے کے بعد یہ طے کیا مجھے یہ لگا کہ ان میں سے خاصا بڑا حصہ ایسے قوانین کا ہے جو محض انتظامی نوعیت کے ہیں اس میں کوئی چیز شریعت سے متعارض یا غیر متعارض کا سوال ہی پیدا نہیں۔

مثال کے طور پر ٹریفک کے قوانین کہ لال بتی ہو تو رک جاؤ ہری ہو تو چلے جاؤ۔ پہلے دائیں طرف والے کا حق ہے پھر بائیں والے کا ہے وہ نشان ہو تو یہ مطلب ہے یہ نشان ہو تو یہ مطلب ہے۔ یہ قوانین شریعت سے متعارض نہیں ہیں بلکہ ایک طرح سے موافق ہی ہیں۔ انسانی جان اور مال کے تحفظ کے لیے ہیں تو اس طرح جو قوانین تھے جو خالص انتظامی نوعیت کے انکی میں نے ایک فہرست بنائی جو غالباً (اگر مجھے صحیح یاد ہے) تین ہزار کے لگ بھگ تھے ایسے قوانین اور کچھ وہ تھے کہ جن میں جزوی تبدیلیاں درکار تھیں ان جزوی تبدیلیوں کا میں نے جائزہ لیا تو وہ جزوی تبدیلیاں کوئی پچپین تیس قسم کے احکام تھے شریعت کے۔ میں نے وہ احکام مرتب کیے انگریزی میں اسکا ایک مسودہ تیار کیا مثال کے طور پر ایک جگہ یہ لکھا ہوتا ہے ہر قانون میں کہ اگر اس قانون کو نیک نیتی سے عمل کیا جا رہا ہو اور کسی کو نقصان ہو جائے تو ریاست ذمہ دار نہیں ہے یعنی مثال (اسکی مثالیں بہت لمبی ہو جائیں گی) مثلاً بجلی کا محکمہ ہے کہ بجلی کے کھمبے لگا رہا ہے اس نے دیانت داری سے یہاں کھمبا لگایا اور اسکے نتیجے میں کوئی کرنٹ لگ کر مر گیا تو محکمہ بجلی ذمہ دار

Marfat.com

نہیں۔ مجھے یہ چیز شریعت سے متعارض معلوم ہوئی شریعت کا اصول ہے کہ ''خطاء القاضی فی بیت المال'' قاضی اگر غلطی کرے اور اسکے نتیجے میں کوئی غلط بات ہو جائے تو اسکا تاوان بیت المال سے دیا جائے گا۔ تو اگر محکمہ بجلی کی غلطی سے کوئی آدمی مر گیا (بے گناہ) تو محکمہ بجلی اس کی دیت ادا کرے اسطرح کے کچھ احکام تھے پچیس تیس اسکو میں نے ڈرافٹ کیا اور میں نے ڈھائی تین سال خوب محنت کی اور باقی ارکان کو تیار کیا کمیٹی کے سب ارکان نے اتفاق کرلیا۔ اتفاق کرنے کے بعد جب ہم کونسل میں لے کے گئے تو وہ ایک بزرگ تھے (اس وقت حیات ہیں) انہوں نے کہا میں تو اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ اچھا جو بات انہوں نے کہی وہ ایسی تھی کہ سب خاموش ہو گئے بلکہ جو علماء جن کو میں نے قائل کیا تھا دو سال کی محنت سے وہ ایک دم سے ایک جملہ میں بدل گئے وہ ان کے ساتھ ہو گئے کہ نہیں حضرت صحیح کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ کسی قانون کے بارے میں یہ رائے دینا حکومت کو کہ یہ شریعت سے متعارض نہیں ہے یہ عنداللہ اور عندالناس گواہی ہے بالکل صحیح ہے۔ عنداللہ گواہی تو بہت بڑی چیز ہے اللہ کے حضور گواہی کہ یہ قانون جو انگریز نے بنایا تھا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تیری شریعت کے خلاف نہیں ہے اللہ اور رسول کی تعلیم کے خلاف نہیں ہے۔ یہ تو گواہی ہے عنداللہ اور عندالناس۔ آپ تو انگریزی جانتے ہیں آپ گواہی دے سکتے ہیں میں تو انگریزی نہیں جانتا لہذا یا تو ان تین ہزار قوانین کا ترجمہ کروا کر مجھے دو اور میں پڑھ کے خود فیصلہ کروں یا کوئی انگریزی داں بیٹھے اور ایک انگریزی داں میں لے کر آؤں گا وہ دونوں بیٹھ کر مجھے زبانی بتائیں سارے قانون پڑھ کے ایک ایک لفظ بتائیں۔ تو پھر بقیہ علماء نے بھی کہا کہ یہ تو گواہی ہے عنداللہ اور عندالناس بھی، ہم تو نہیں دے سکتے تمہارے کہنے پر تم سچے آدمی ہو مخلص ہو یہ مانتے ہیں لیکن اللہ کے ہاں جا کر ہم کیسے کہیں کہ ہم نے

Marfat.com

ایک قانون ان کو کہہ دیا تھا شریعت کے مطابق ہے اسکے کہنے پر زید، عمر، بکر کے کہنے پر ہم تو اپنے عمل کے مکلّف ہیں لہذا وہ کام نہیں ہوسکا۔ وہ انبار کہیں پڑا ہے پلندہ وہاں۔

لیکن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کام کے لیے اس وقت مجھے خیال ہوا کہ اگر سارے علماء تقی عثمانی جیسے ہوتے تو آج یہ رکاوٹ نہ پیدا ہوتی۔ اس لیے قانون سے تھوڑی سی واقفیت درکار ہے۔ یہ بات آج تو میں کہہ رہا ہوں پاکستان بننے کے باسٹھ سال بعد آج سے اسی سال پہلے اس شخصیت نے جسکے نام پر یہ ادارہ اشرف التحقیق قائم ہے انہوں نے یہ لکھا تھا کہ ''میں یہ چاہتا ہوں کہ مدرسے میں تعذیرات ہند اور ریلوے اور ڈاک کا قانون پڑھایا جاوے مگر میری بات سنتا کون ہے'' یہ میں نے پڑھا ہے حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں اور شاید یہاں بزرگوں میں سے کسی نے پڑھا ہو یہ انہوں نے لکھا ہے جس چیز کی ضرورت کا احساس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے آج سے اسی سال پہلے کیا وہ آج تک نہیں ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد تو بطریق اولی ہونی چاہیے تھی مولانا حسین احمد مدنی صاحب ان کا ایک بنایا ہوا نصاب مولانا زاہد الراشدی نے مجھے دیا تھا مطبوعہ موجود ہے جس میں انہوں نے یہ دعوت دی ہے کہ جدید قوانین اور انگریزی زبان یہ درس نظامی کے مضامین میں شامل ہونی چاہیے گویا اپنے زمانے کے دو جید ترین ایسی شخصیتیں جو دو مختلف مسلکوں کے ترجمان اور نمائندے ہیں انہوں نے اس ضرورت کا احساس پاکستان بننے سے بہت پہلے کیا اس لیے قانون سے واقفیت تھوڑی سی ناگزیر ہے۔ قانون سے واقفیت کے لیے میرے ذہن میں یہ ہے کہ ایف اے اور بی اے کی سطح کی شہریت اور پولیٹکل سائنس پہلے پڑھا دی جائے اگر بچہ میٹرک کر کے آیا ہے تو ایف اے کی شہریت یا سوکس میں بنیادی چیزیں پاکستان

Marfat.com

کے نظام کے بارے میں مل جاتی ہیں۔ پھر سیاسیات پڑھادی جائے اس کے بعد پاکستان کے دستور کے بارے میں کچھ لیکچرز دیا جائے کچھ کورس ایسا بن جائے اور مشکل نہیں ہے۔ اچھا دستور جاننے والا ایک مہینے میں دینی مدارس کے درجہ رابعہ کے طلباء کو دستور پاکستان پڑھا سکتا ہے جو طالب علم ہدایۃ پڑھ کے سمجھ سکتا ہے اسکے لیے دستور پاکستان کیا چیز ہے؟ کچھ نہیں ہے۔ ایک مہینہ بھی بہت ہے ایک مہینہ میں اسکو پڑھایا جاسکتا ہے کہ یہ دستور پاکستان ہے وہ سمجھ جائے کہ ڈھانچہ کیا ہے۔

پھر تعزیرات پاکستان، ضابطہ فوجداری اور ضابطہ دیوانی بس اسکے بعد ان پانچ لاکھ قوانین کو پڑھنے کی صلاحیت خود ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ طالب علم خود ہی پڑھ لے گا۔ بنیادی قوانین یہی تین چار ہیں۔ معاشیات میں دو تین اچھے مضامین (کتابیں) طالب علم کو پڑھادیں۔ ایف اے کی بی اے کی سطح کی معاشیات بھی پڑھ لے دینی معاملات کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ معاشیات کا محقق یا Expert بننے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح سے ایک دو موضوعات ہیں جن سے ابتدائی لیکن ناقدانہ واقفیت ہو۔ میں بار بار اسے کہتا ہوں کہ مقلدانہ واقفیت سے خرابی پیدا ہوتی ہے، مغلوبانہ واقفیت سے خرابی پیدا ہوتی ہے۔ ناقدانہ واقفیت سے خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ جو نقصانات بتاتے ہیں علماء کرام، حق بجانب ہیں وہ کہتے ہیں جی اسلامی تخصصات سے صرف نظر ہو جاتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے چھوڑ دیا دوسرا اعتراض یہ کہ مدارس سے لوگ وابستگی کو ختم کر دیتے ہیں جا کے سرکاری نوکری اداروں میں یونیورسٹیوں میں کر لیتے ہیں۔ اگر چہ میں اسکو زیادہ ناپسند نہیں کرتا اگر ایک شخص کو آپ نے اچھی طرح سے دین پڑھایا اسکو محقق عالم بنایا، فقیہ بنایا، محدث بنایا اور وہ پرائیویٹ ایم اے کر کے پنجاب یونیورسٹی میں استاد ہو گیا تو آپ ہی کا کام کر رہا ہے وہ جو کام یہاں درسگاہ میں بیٹھ کر کرتا ہے وہ وہاں درسگاہ میں بیٹھ کر

Marfat.com

کر رہا ہے۔ تو اسلئے اس میں آپکا نقصان کیا ہے؟ فائدہ ہی ہے۔

ہمارے ڈاکٹر سید عبداللہ تھے (پنجاب یونیورسٹی کے) وہ درس نظامی پڑھے ہوئے تھے۔ درس نظامی پڑھ کے یونیورسٹی میں آئے تو یونیورسٹی کے ماحول میں انہوں نے داڑھی بھی صاف کر دی سوٹ بوٹ پہننے لگے لیکن خیالات ان کے بالکل وہی رہے جو ہمیشہ پہلے تھے۔ انکے استاد تھے مولانا احمد علی لاہوریؒ۔ انکے بہت عقیدت مند تھے انکے درس میں کبھی کبھی جایا کرتے تھے۔ اور شرم سے کہ استاد نہ دیکھے پیچھے بیٹھتے تھے ایک مرتبہ استاد نے دیکھ لیا کہا ڈاکٹر صاحب آگے آجاؤ آگے آجاؤ۔ ڈاکٹر صاحب بہت شرما کے سر نیچا کر کے ندامت سے آگے بیٹھ گئے۔ داڑھی صاف تھی اور حلیہ بھی اور طرح کا تھا تو ایسے گردن جھکا کر بیٹھ گئے۔ تو مولانا نے کہا ڈاکٹر صاحب گھبراؤ نہیں ہم بھی سپاہی ہیں تم بھی سپاہی ہو۔ فوج کا سپاہی عام حالات میں وردی میں لڑتا ہے اور جب خطرناک حالات میں اسے بھیجیں تو وردی اتار کے بھیجتے ہیں تو آپ وردی کے بغیر سپاہی ہو خطرناک حالات میں کام کر کر رہے ہو اسلئے گھبراؤ مت۔ ہم وردی والے سپاہی ہیں آپ بغیر وردی والے سپاہی ہیں تو اگر آپکا سپاہی بغیر وردی کے جا کے لڑے گا تو آپکو ویل کم کرنا چاہیے۔ آپ اس پر بجائے ناراض ہونے کے خوش ہوں۔

ایک واقعہ کے گواہ مولانا زاہد الراشدی ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب نے مجھے اور صلاح الدین صاحب مرحوم کو (تکبیر کے ایڈیٹر) اور ڈاکٹر سلمان ندوی صاحب کو دعوت دی کہ انگلستان آئیں اور وہاں کے بعض مدارس اور دینی تعلیم کے اداروں کو دیکھیں (یہ سن ۹۴ کی بات ہے اگست ۹۴ کی) چودہ اگست کو میرا اور سلمان صاحب کا اور صلاح الدین صاحب کا بی بی سی نے انٹرویو لیا۔ تو میرا انٹرویو جس نے لیا وہ کوئی ہندو تھا ہندوستان کا۔ اس نے کہا کہ پاکستان کے بعض قوانین بڑے

Marfat.com

مضحکہ خیز ہیں ۔ آپ تو بڑے پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہیں ۔ سمجھدار معلوم ہوتے ہیں ۔ اور مجھے یہ بھی کسی نے بتایا ہے کہ پاکستان میں قوانین وغیرہ سے آپکا تعلق رہا ہے ۔ تو آپکی موجودگی میں آپ کے ہوتے ہوئے یہ مضحکہ خیز قوانین کیوں ہیں ؟ میں نے کہا دیکھیے بات یہ کہ کونسا (مجھے معلوم تھا کہ وہ کس قانون کا اشارہ کرے گا میں نے اسکا ذکر نہیں کیا) وہ فورا اینٹی قادیانی کے لاء کو کہتا ۔ تو حیدر سالت والے قانون کو ۔ یہ دو مثالیں دیتا ، حدود کی دیتا ، رجم فلاں کی میں نے کہا دیکھیے کہ کونسا قانون مضحکہ خیز ہے کونسا نہیں ہے یہ فیصلہ کرنے کا اس ملک کے لوگوں کو اختیار ہے جنہوں نے قانون بنایا ہے ۔ اب مثلا ہندوستان اتنی بڑی جمہوریت ہے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے ۔ میں بطور قانون کے طالب علم کے آپکے ملک کے قوانین کا بھی مطالعہ کرتا رہتا ۔ آپکے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ ریاست کی بنیادی فرائض جہاں لکھے ہیں ایک باب میں ریاست کے بنیادی ذمہ داریاں وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ ریاست گائے کا تحفظ کرے گی تو مجھے بڑی مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے ۔ گائے کا کیوں کرے گی بکری کا کیوں نہیں کرے گی ؟ بھینس کا کیوں نہیں کریگی ؟ مرغی کا کیوں نہیں کرے گی ؟ یہ سارے جانور انسانوں کے لیے مفید ہیں ۔ تو مجھے یہ بات مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن مجھے اسکو مضحکہ خیز قرار دینے کا اس لیے حق نہیں ہے کہ آپ اپنے حالات کو بہتر سمجھتے ہیں ۔ تو اس انٹرویو کے بعد ہمیں آکسفورڈ جانا تھا جہاں ایک بڑا اسلامک سنٹر مولانا علی میاں نے بنایا تھا اسکے ڈائریکٹر ہیں ۔ آجکل ڈاکٹر فرحان نظامی جس کے والد تھے پروفیسر خلیق احمد نظامی جو بڑے صف اول کے مورخین میں تھے ۔ برصغیر کے ہندوستان کے سفیر بھی رہے ایک زمانے میں شام میں، تو انہوں نے بھی وہ انٹرویو سنا اور میرے اس جواب سے بہت خوش ہوئے ۔ تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بھائی

Marfat.com

یہ تو بڑا اچھا جواب دیا بیٹے نے کہا یہی تو ہیں جو آپ سے ملنے آرہے ہیں شام کو، تو ان کے ذہن میں تھا کہ میرا نام سن کے کہ میں کوئی جبہ، دستار، قبہ، لمبی ڈاڑھی، شیروانی، پگڑی اسطرح کا ہوگا جب میں داخل ہوا تو انگریزی لباس پہنا ہوا تھا تو کہا اچھا آپ ہیں محمود غازی؟ میں نے کہا جی ہاں۔ خوب گلے ملے ملایا ادھر بوسہ دیا ادھر بوسہ دیا۔ پھر ایسے گلے میں ہاتھ ڈال کر اندر کمرے میں لے گئے۔ کہنے لگے کہ میاں یہ جو تھوڑے سے بال ہیں نا اس کو بھی صاف کردو۔ میں نے کچھ حیرت سے دیکھا۔ کہنے لگے کہ دیکھو بھئی بات یہ ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں علماء کی مشائخ کی کمی نہیں۔ اب حضرت علی میاں ہیں (اس وقت حیات تھے) تم ان سے تو نہیں بڑھ سکتے تو علی میاں کافی ہیں ان جیسے اور بھی ہیں ہندوستان میں بھی ہیں اور پاکستان میں بھی ہیں ایسے لوگ تو کافی ہیں ہمیں جس طرح کے لوگ چاہییں (جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے) ہمیں جس طرح کے لوگ چاہییں وہ ایسے ہوں کہ تمہاری طرح سے بہت انگریزی رواں بولتے ہوں، سوٹ بوٹ پہنتے ہوں، کلین شیو ہوں ڈاڑھی نہ ہو، باہر سے بالکل انگریز لگیں۔ اندر سے جن سنگھی مسلمان ہوں۔ ایسے لوگوں کی ضرورت ہے تو اگر کوئی آدمی اچھا پکا آپ نے بنا دیا اور وہ اندر سے جن سنگھی مسلمان ہے باہر سے انگریز لگتا ہے تو آپکا کیا نقصان ہے؟ لگنے دیجئے اس لیے میں ذاتی طور پر اس سے متاثر نہیں ہوتا کہ جی فلاں نے مدرسہ میں پڑھا تھا جا کے کالج میں لگ گیا۔ لگ گیا تو اچھا کیا۔ کالج میں وہی بات پڑھاتا ہے۔ اس لیے یہ جو اعتراضات علماء کرام کے ہیں میرے خیال میں یہ ماضی میں پہلے تھے۔ اب زیادہ نہیں ہیں اور اصل اس لیے پیدا ہوئے کہ جن لوگوں نے جدید تعلیم پائی انہوں نے ان مقاصد کے لیے نہیں پائی اور اس انداز سے نہیں پائی۔ دینی علوم میں ان کا مطالعہ محققانہ اور مجتہدانہ نہیں تھا۔ وہاں بھی مقلدانہ تھا اور جب

Marfat.com

انگریزی تعلیم میں گئے تو وہاں بھی مقلدانہ تھا۔ تو ایک زندہ مقلد کی تقلید، مجتہد کی تقلید اور مردہ مجتہد کی تقلید میں تو فرق ہوتا ہے۔

ہمارے شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ زندہ مجتھد کی تقلید افضل ہے۔ یہ وہ عصری تعلیم کے تقاضے جو میرے ذہن میں ہیں وہ یہ ہیں۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ خود دینی تعلیم کے نصاب پر بڑی ٹھوس نظر ثانی ہو نظر ثانی اس اعتبار سے کہ جو محققین ہیں ان کی تیاری کے لئے درکار ہے جو اعلی مدرسین ہیں یہاں مثلاً ھدایہ پڑھانے کے لیے ایک اچھا مدرس درکار ہے۔ ایک اچھا مدرس ھدایہ کا جو بہت فقیہ بھی ہو اور جب ہدایۃ وہ پڑھائے تو آجکل کے معاشی مسائل سے اسکو ریلیٹ بھی کر سکے۔ جہاں مضاربہ کی بحث ہو تو بینکاری سے واقف ہو۔ بینکاری میں جس طرح سے مضاربہ سے کام لیا جاتا ہے یا لیا جاسکتا ہے یا لیا جانا چاہیئے اس سے واقف ہو تا کہ وہ طلباء کو اسی کے لیے تیار کر سکے اسکے بعد جو حضرات ابتدائی مدرس ہونا چاہیں یا اسکولوں میں جانا چاہیں یا امام مسجد ہونا چاہیں ان کے لیے دیکھنا چاہیے کہ ان کے تقاضے کیا ہیں۔ اور ان کو کن کن چیزوں کی ضرورت ہے اسکے لحاظ سے ایک امام مسجد کے لیے نصاب ہونا چاہیے۔ میرا خیال یہ ہے کہ موجودہ آٹھ سالہ نصاب ان تمام ضروریات کے لیے شاید نا کافی ہے ابتدائی معلم کے لیے کافی ہے تھوڑی سی اصطلاحات کے بعد امام مسجد کے لیے اتنے لمبے نصاب کی ضرورت نہیں ہے۔ میٹرک کے بعد تین سال اڑھائی سال چار سال کافی ہے بشرطیکہ حفظ القرآن کیا ہوا ہو اور قرات سبعہ پڑھی ہو یہ بات کہ آدمی امامت کرتا ہو قرآن پاک کا حافظ نہ ہو امام ہو قراءت نہ جانتا ہو، تجوید نہ جانتا ہو یہ بات بڑی نامناسب ہے۔ مجھے آج سے تقریبا پچیس سال پہلے جامعہ ازھر جانے کا موقع ملا میں کئی ہفتے وہاں رہا۔ کافی لوگوں سے تبادلہ خیال ہوا اس زمانے میں (یہ بات ہے ۱۹۸۸ کی

Marfat.com

غالباً ۷یا ۸ کی) اس وقت انہوں نے یہ بتایا تھا کہ جامعہ ازھر کے ماتحت پورے مصر میں مساجد یا مدارس قائم ہیں ان کو آپ مدارس کا ایک طرح سے مشابہہ کہہ سکتے ہیں اور یہ پورے مصر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس وقت ان معاہد میں طلباء کی تعداد پندرہ لاکھ تھی پورے مصر میں پندرہ لاکھ طلباء معاہد ازھر میں تعلیم پا رہے تھے۔ ان معاہد ازھر میں سب سے اول درجہ کتاب (یعنی حفظ قرآن کے مکتب کا) اس کے بعد حفظ کرنے کے بعد پرائمری جس میں دینی تعلیم کا بڑا بنیادی حصہ تھا اسکے بعد ایف اے تک یہاں تعلیم ہوتی تھی۔ ایف اے کے بعد جامعہ ازھر میں جس کو آپ ایف اے کے برابر کہہ سکتے ہیں اسوقت یہ ساڑھے پندرہ لاکھ طلباء اور جامعہ ازھر کے تقریباً اسوقت سوا ۳ لاکھ طلباء یہ سب کے سب حافظ تھے۔ ان میں سے کوئی بھی غیر حافظ نہیں تھا انہوں نے اس کا انتظام کیا تھا تو اگر مصر میں ہوسکتا ہے تو ہمارے ہاں بھی یہ ہوسکتا ہے۔ کم از کم ان لوگوں کے لیے تو ہوسکتا ہے جو امامت کرنا چاہیں۔

اب یہ بات کہ مسجد موجود ہے وہاں رمضان میں امام کی تلاش ہورہی ہے حافظ نہیں مل رہا یہ بات افسوس ناک ہے۔ پاکستان میں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کو مستقبل میں امام بننا ہے اس کو منطق وغیرہ اور آٹھ سال پڑھانے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک بات عرض کرنا چاہوں گا سوالیہ انداز میں وہ یہ کہ جس بچے نے مستقبل میں دکان پر بیٹھنا ہے، ملازمت کرنی ہے اس کو میٹرک تک دس دس سال پڑھانا کیوں ضروری ہے۔ میٹرک تک دس سال پڑھانا اس لیے ضروری ہے کہ میٹرک تک وہ بنیادی مضامین پڑھائے جاتے ہیں جن کی ایک عام آدمی کو معاشرے میں ضرورت ہوتی ہے۔ آج ایک اچھا دوکاندار بننے کے لیے، اچھا تاجر بننے کے لیے، سمجھدار تاجر بننے کے لیے کچھ بنیادی معلومات حساب کی، ریاضی کی لکھنے پڑھنے کی، نوشت وخواند کی ابتدائی دینی مسائل، ابتدائی اردو یہ درکار ہیں۔ یہ

Marfat.com

بات کہ جو چیزیں دس سال میں پڑھاتے ہیں آپ اس کو پانچ سال مین پڑھادیں وہ الگ بات ہے۔ اگر چہ میرا خیال یہ ہے کہ مدارس میں سرکاری اسکولوں میں جو کچھ دس سال میں پڑھایا جاتا ہے اس سے کم میں پڑھایا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ وہاں کا نظام ایسا ہے کہ بہت وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ الگ مسئلہ ہے۔ آپ ان چیزوں کو بجائے دس کے سات میں پڑھادیں۔ آٹھ میں پڑھادیں لیکن وہ چیزیں ایسی ہیں کہ پورے معاشرے میں یکسانیت پیدا کرتی ہیں۔ ایک سطح پیدا کرتی ہیں، پورے معاشرے میں ایک فکری ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نہیں نکلتا کہ جو یہاں سے محدث بن کے نکلے اسکی بات سمجھنے والا، اسکے مدرسے کی چاردیواری کے باہر کوئی نہ ہو اسکی وجہ یہ ہو گی کہ دونوں نے ایک سطح تک مشترک تعلیم پائی ہوگی۔ ان کو پتہ ہوگا کہ اس کی تعلیم کیا ہے بنیادی اور میری بنیادی تعلیم کیا ہے۔ اس لیے پاکستان میں یکجہتی کی خاطر، پاکستان میں افکار میں وحدت کی خاطر یہ ضروری ہے کہ ایک سطح تک تعلیم مشترک ہو اور وہ سطح موزوں میٹرک والوں کی معلوم ہوتی ہے اسکے بعد طالبعلم جو تخصص کے لیے آئے وہ دینی مدارس میں آئے اور جو کہیں اور جائے وہ کہیں اور جائے۔

وماعلینا الا البلاغ

Marfat.com

Marfat.com

اساتذہ کے لئے اصلاحی تعلق

ضرورت واہمیت

حضرت مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

تاریخ: 12/6/2010

بمقام: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، اقبال ٹاؤن لاہور

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایھاالذین اٰمنوا اتقواللہ و کونوا مع الصادقین (التوبہ:۱۱۹) صدق اللہ العظیم۔

عزیزان محترم معزز اساتذہ کرام حضرات اکابر علماء!

آج کی نشست الحمدللہ صبح سے آپ حضرات کے سامنے متعدد بزرگوں کے بیانات ہو چکے ہیں۔اور جس موضوع کے اوپر ان حضرات کو زحمت دی گئی الحمدللہ ہر آدمی نے اپنے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔اپنے موضوع کے ہر شعبے کو پوری تفصیل کے ساتھ احاطہ کرتے ہوئے انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جس طرح آپ حضرات استفادے کے لیے تشریف لائیں ہیں، میں بھی اسی طرح استفادے کے لیے یہاں بیٹھا ہوا تھا، نہ مجھے کوئی بات بیان کرنی تھی اور نہ کرنی ہے میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں پہلے بھی میں نے آپ کو یاد ہوگا کہ فروری میں جب پہلی مرتبہ یہ اجتماع ہوا اس وقت بھی میں نے یہ بات عرض کی تھی کہ ہمارے ذہن میں ایک عرصے سے یہ خلش چلی آرہی ہے کہ اساتذہ کو طریقہ تعلیم اور طریقہ تدریس، اس کے ساتھ ساتھ طریقہ تربیت سکھلایا جائے، اس لیے کہ آپ حضرات علماء ہیں آپ کے سامنے کوئی بات عرض کرنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے۔قرآن پاک کی آیت اپنے پیش نظر رکھیے

ماکان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون۔ (ال عمران:۷۹)

تعلمون کا معنی پڑھانے کے ہیں اور تدرسون کے معنی پڑھنے کے ہیں پڑھانے

Marfat.com

والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے انداز تدریس سے یہ ثابت کریں کہ وہ ربانی ہیں۔ ربانی کسے کہتے ہیں؟ ربانی کی تعریف آپ حضرات نے دیکھی ہے، محدثین نے بیان کیا ہے۔ کونوا حکماء علماء فقھاء

ربانی یہ ہیں کہ تم حکماء بنو، حکماء کیا چیز ہے؟ حکیم کی جمع ہے اور حکم کہتے "وضع الشئ فی محلہ" حکم کی اصل تعریف ہے "وضع الشئ فی محلہ" پڑھانے والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی تدریس سے یہ بات ثابت کرے کہ جو بات میں پڑھا رہا ہوں میری اپنی زندگی کے اندر اس پر عمل ہے۔ تم علم کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری روایت سے حاصل کرو اس لیے کہ علم روایت سے آتا ہے لیکن جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں اس کے عمل کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو رؤیت سے حاصل کرو اس لیے کہ عمل رؤیت سے آتا ہے، علم روایت سے آتا ہے اور عمل رؤیت سے آتا ہے۔ میں تمہارے سامنے علم کا ایک راوی، ایک نمائندہ ہوں، تمہارے سامنے علم پہنچا رہا ہوں جو میں نے اپنے اکابر سے سنا ہے آپ حضرات نے ایک بات پڑھی کہ حد اوسط کسے کہتے ہیں، حد اوسط جو صغری کو کبری سے ملا دے اور خود درمیان سے ساقط ہو جائے۔ اساتذہ کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ جو چیز پڑھا رہے ہیں وہ اپنے اساتذہ اور اپنے اکابر کا حوالہ دیں بتلائیں کہ یہ بات میں نے اپنے استاذ سے اس طرح سنی ہے یہ بات فلاں بزرگ نے اس طرح بیان کی ہے، بات نقل کرتے وقت اکابر کا حوالہ دے دینا یہ کیا ہے؟ اصل میں سننے والے صغری ہیں اور وہ اکابر کبری ہیں اس درمیان میں حد اوسط نے اس صغری کو کبری سے ملا دیا اور خود درمیان سے ساقط ہو گیا۔ اس کے بعد آپ مجھ سے سن کر یہ نقل کریں گے کہ حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے یوں فرمایا، یقیناً آپ نے نہیں سنا، یقیناً آپ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں دیکھا

Marfat.com

لیکن میں نے اگر حضرت تھانوی، کا نام لیا یا میں نے اگر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی نوراللہ مرقدہ جو میرے استاذ تھے، اگر میں نے کوئی بات حضرت مولانا ادریس صاحبؒ نوراللہ مرقدہ کے حوالے سے نقل کی تو آپ سن کر یہ کہیں گے کہ حضرت مولانا ادریس صاحبؒ نوراللہ مرقدہ نے اس مسئلے کے اندر یوں فرمایا، حالانکہ آپ نے ان کو نہیں دیکھا یہ میرا کام تھا کہ میں نے اس صغری کو کبری سے ملا دیا اور درمیان سے اپنے آپ کو ساقط کرلیا، اب یہاں یہ ملانے کے دو طریقے ہیں ایک ملانا ہے روایت کے ذریعے اور ایک ملانا ہے رویت کے ذریعے روایت کا مطلب یہ ہے کہ میں ان کی بات نقل کردوں کہ مولانا ادریس صاحب نے اس طرح فرمایا، مولانا رسول خان صاحب نے اس طرح فرمایا۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بزرگوں کی زیارت نصیب فرمائی، میں دارالعلوم دیوبند گیا دل میں شوق تھا کہ بزرگوں سے حدیث کی سند حاصل کی جائے، اس شوق نے مجھے اس پر امادہ، کیا کہ یہاں سے سفر کر کے میں دیوبند گیا تو دیوبند میں استاذ الاساتذہ جو حضرت قاری طیبؒ صاحب کے استاذ تھے، مولانا ادریسؒ صاحب کے استاذ تھے بڑے اساتذہ کے استاذ تھے، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ شوق ہوا دل میں کہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ سے بھی حدیث کی اجازت لی جائے ان کی خدمت میں حاضر ہوا، چارپائی پر بیٹھے ہوئے پائنتیوں کی طرف منہ کیا ہوا وضو فرما رہے تھے میں نے سلام کیا، فرمایا کون ہو؟ مجھے چونکہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات پڑھنے کا موقع ملا تو حضرت کے ہاں یہ بات لازمی تھی کے سب سے پہلے یہ بتاؤ میں کون ہوں، پھر یہ بتاؤ میں کہاں سے آیا ہوں پھر یہ بتاؤ میں کیوں آیا ہوں۔ یہ تین باتیں حضرت کے یہاں لازمی تھیں سب سے پہلے بتاؤ میں کون ہوں، پھر یہ بتاؤ میں کہاں سے آیا ہوں پھر یہ بتاؤ میں

Marfat.com

کیوں آیا ہوں، میں نے ایک جملے میں تینوں باتیں عرض کیں کہ میرا نام مشرف علی ہے تھانہ بھون کا باشندہ ہوں حضرت تھانویؒ کا نواسہ ہوں، مفتی جمیل احمد تھانوی کا بیٹا ہوں، پاکستان سے آیا ہوں اور اس غرض کے لیے آیا ہوں کہ آپ سے حدیث کی اجازت حاصل کروں، فرمایا! تیرے جواب سے تھانویت نظر آ گئی مجھے، یہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ تھے فرمایا کہ اب تو وقت نہیں ہے، حدیث کی اجازت دینے کا، تم کتابیں لے کر آؤ پھر میں اوائل اور اواخر سنوں گا اور پھر اجازت دوں گا، وہاں ایک استاذ دارالعلوم کے بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا حضرت اب اتنی زحمت آپ کیوں فرمائیں آپ ویسے ہی اجازت دید یجیے۔ تو فرمایا کہ اچھا بھئی چل تو بخاری کی روایت سنا دے پہلی میں نے وہ روایت بڑھ کے سناری حضرت نے اجازت دیدی اب میں نے آپ کو مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ کا قصہ سنایا ان کی زیارت کی اور ان کی بے تکلف گفتگو سنی، اسی گفتگو کے دوران اتنے بڑے عالم حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ استاذ الاساتذہ جنہیں امام المتکلمین کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا بھئی وہ ہمارے مولوی رسول خان کا کیا حال ہے؟ میں نے اس انداز سے مولانا رسول خان صاحب کا نام صرف مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی کی زبان سے سنا کہ ہمارے مولوی رسول خان کا کیا حال ہے۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ استاذ کی ذمہ داری ہے دو باتیں بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون، تم کتاب پڑھاتے ہو تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ کونوا ربانیین مدرسین کی ذمہ داری ہے کونوا ربانیین کہ وہ ربانی بنے پڑھانے میں اس کے اتنی دیانت ہو کہ جو بات اس نے سمجھی ہے وہ نقل کرے جس بات کو سمجھا نہیں اس بات کو نقل نہ کرے۔

مولانا عبدالسمیع صاحب دارالعلوم دیوبند میں استاذ تھے، سلّم کا سبق بڑھا

Marfat.com

رہے تھے سبق پڑھاتے وقت تقریر کی بڑی مدلل تقریر، تقریر کرنے کے بعد فرمایا بھئی سمجھے؟ طلباء کی عادت ہوتی ہے ہر آدمی گردن ہلاتا ہے۔ اس سے زیادہ طلباء کا مبلغ علم کچھ نہیں ہوتا، طالب علم بس گردن ہلاتا ہے، طلباء نے گردن ہلائی کہ سمجھ گئے، فرمایا مہملو! تم کیا سمجھ گئے؟ ابھی تو میں بھی نہیں سمجھا کے میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔ استاذ کی ذمہ داری ہے کہ جس بات کو پوری طرح شرح صدر کے ساتھ وہ سمجھ لے وہ سبق پڑھائے اور جو بات اس کی سمجھ میں نہ آئے طلباء سے معذرت کرلے کہ میں نہیں سمجھا۔

ہدایہ جلد اول کے اندر ایک مقام آگیا میں جب پڑھا رہا تھا یہ بات میں نے مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ سے سنی تھی کہ جب تک استاذ سمجھے نہ اس وقت تک اس کو تقریر نہیں کرنی چاہیے۔ اب وہ ایک مقام آگیا میں نہیں سمجھا، میں نے طلباء سے معذرت کرلی کہ بھئی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی، اس لیے کل میں اس کا مطالعہ کر کے پھر پڑھاؤں گا۔ میں نے متعدد اساتذہ سے جن کا نام لینا مناسب نہیں معلوم ہوتا سوء ادب ہے اساتذہ کا نام لینا۔ میں نے متعدد اساتذہ سے اس جگہ کے بارے میں پوچھا لیکن اس کا حل کسی نے بیان نہیں کیا اس مقام کا حل نہیں بیان کیا میں بڑا پریشان رہا، سارا دن ہوگیا وہ کتاب لیے لیے میں پھرتا رہا، جس استاذ کے پاس جاؤں جنہوں نے کئی کئی سال ہدایہ پڑھایا ان سے میں پوچھتا ہوں وہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی۔ بھئی یہ اشکال ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں مولانا ادریس صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا کہ حضرت ہدایہ کا یہ مقام سمجھ میں نہیں آیا فرمایا کہ مولوی صاحب اس مقام کی تقریر سوائے عنایہ کے اور کسی نے نہیں کی، عنایہ نے اس کی تقریر کی ہے جاؤ عنایہ دیکھ لو سمجھ میں آجائے گا۔ نہ سمجھ میں آئے تو عنایہ اٹھا کر میرے پاس لے آنا پھر میں

Marfat.com

سمجھا دوں گا۔ دو دن لگے مجھے اس کے اندر، دو دن کے بعد جب وہ سمجھ میں آ گئی عبارت پھر میں نے طلباء کو پڑھایا استاذ کی ذمہ داری ہے کہ جب تک وہ کوئی بات سمجھے نہ اس وقت تک طلباء کو ٹالنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ ان بیچاروں کا مبلغ علم اتنا نہیں ہوتا جتنا استاذ کا ہوتا ہے، ہم جس طرح سے تقریر کر دیں گے وہ صحیح ہوگی تو اس کو یہ صحیح سمجھیں گے اور وہ غلط ہوگی تو بھی اس کو وہ صحیح سمجھیں گے۔ وہ اسی کو صحیح سمجھیں گے یہ بات دیانت کے خلاف ہے ولکن کونوا ربانیین۔ دوسری بات یہ کہ استاذ پیکر علم تو ہے، اس کو پیکر عمل ہونا چاہیے جو چیز وہ پڑھا رہا ہے اسے اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہیے کہ کونوا ربانیین تم اگر اس مسئلے کو علمی شکل میں لینا چاہتے ہو تو یہ روایت سے اس کو نقل کرو اگر عملی شکل میں دیکھنا چاہتے ہو تو پھر میری شکل و شباہت اور میرے عمل کو دیکھو اور دیکھ کر اسے نقل کرو کہ ہم نے اپنے استاذ کو یہ اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے علم روایت سے آتا ہے اور عمل رؤیت سے آتا ہے میں زیادہ تفصیل کے ساتھ گفتگو نہیں کرنا چاہتا وقت بھی نہیں ہے اور نہ میرا یہ موضوع ہے میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صبح سے جو اکابر آپ کے سامنے بیان فرما رہے ہیں ہمارا پروگرام یہ ہے کہ "تدریب المعلمین" اساتذہ کو دعوت دیں اور انہیں سبق پڑھانے کا، تربیت کا انداز سکھائیں کہ یہ انداز کیا ہونا چاہیے، صبح مولانا حنیف صاحب نے ایک بات نقل کی تھی کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تک کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے جب تک وہ تحصیل علوم سے فارغ نہ ہو جائے حتی کہ تخصص کے طالب علم کو بھی بیعت نہیں فرماتے تھے کیوں؟ اس کی وجہ بھی مولانا نے بیان فرمائی تھی آپ کے ذہن میں ہوگا اس لیے کہ اس زمانہ میں زمانہ طالب علمی میں اس کا مربی اس کا استاذ ہوتا ہے ولکن کونوا ربانیین تم ربانی ہو مربی ہو اور مربہ ہو، مربی تو جب بنو گے جب مربہ

Marfat.com

ہو گے جب تک مربہ نہیں ہو گے مربی کیسے بنو گے تربیت خود نہیں آتی تو دوسروں کو کیا سکھا سکتا ہے؟ وفاق کی میٹنگ میں ہم بیٹھے ہوئے وفاق کی میٹنگ میں یہ گفتگو چلی کہ اساتذہ کو طلباء کی تربیت کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ عاملہ کا ایک چھوٹا سا رکن میں بھی ہوں۔ میں نے وہاں یہ سوال کیا کہ حضرت مربی کے لیے مربہ ہونا ضروری ہے پہلے یہ اہتمام تو وفاق کی طرف سے کروایئے کہ اساتذہ جو رکھے جائیں وہ تربیت یافتہ ہوں ان کا کسی بزرگ سے تعلق ہو اور تعلق صرف یہ نہیں ہے کہ:

یہ بھی کچھ ملنے میں ملنا ہے کہ غیروں کی طرح
راہ میں جب مل گئے صاحب سلامت ہوگئی

جی کبھی کبھی حضرت سے ملاقات ہوگئی کہ آپ سے میرا تعلق ہے اور کبھی کبھی جب حضرت نے شکایت کی کہ ملتے نہیں تو ہم نے یہ شعر پڑھ دیا کہ

کہ گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

یاد تو آتی رہی آپ کی لیکن حاضری نہ ہو سکی اس طرح کا بزرگوں سے تعلق قائم کر لینا اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہوگا میری سمجھ میں نہیں آیا اس لیے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جب کسی سے تعلق قائم کیا جائے تو چار چیزیں لازمی ہیں چار چیزیں لازمی ہیں استفادے کے لیے، اطلاع واتباع واعتقاد وانقیاد۔

(۱) اطلاع:

سب سے پہلے آپ اپنے حالات کی اطلاع کریں جو کچھ کچا چٹھا ہے جو کرتوت ہیں وہ سب اپنے شیخ کے سامنے بیان کریں اور شیخ سے درخواست کریں کہ ان کی اصلاح فرمایئے شیخ عالم الغیب نہیں ہوتا، لیکن عالم العیب ہوتا ہے اسے عیب کا پتا ہوتا ہے کہ یہ عیب کتنا نقصان دہ ہے اور کتنا تکلیف دہ ہے جب تک ہم

Marfat.com

اس کو بتائیں گے نہیں اس وقت تک اسے پتا نہیں چلے گا سب سے پہلا کام ہے اپنے حالات کی اطلاع کرنا،

(۲) اتباع:

جو ہدایت ملے اس کا اتباع کیا جائے کوئی بھی علاج ہو دوا لے کر طاق میں رکھ دینے سے شفاء نہیں ہوتی جب تک آدمی استعمال نہ کرے اس وقت تک شفاء نہیں ہوتی، شیخ کے بتلائے ہوئے علاج پر جب تک عمل نہ کیا جائے اس وقت تک فائدہ نہیں ہوتا۔

(۳) اعتقاد:

اعتقاد کا معنی کیا ہے؟ حکیم الامت کی مراد کیا ہے؟ اس میں حضرت فرماتے ہیں کہ اعتقاد کا معنی یہ ہے کہ یہ یقین ہو کہ میری اصلاح اور تربیت کے لیے ان سے زیادہ کامل مجھے نہیں مل سکتا، فی حدذاتہ ہو نہیں سکتا، یہ نہیں! وفوق کل ذی علم علیم یہ یقین ہو کہ مجھے نہیں مل سکتا۔

(۴) انقیاد:

انقیاد کے معنی ہیں پابندی کے، کہ آدمی کو جو سبق ملے جو ہدایت ملے پابندی سے اس کے اوپر عمل کرتا رہے۔

ہم نے دیکھا ایک بزرگ تشریف لائے میں اگر نام لے کر عرض کردوں تو انشاء اللہ نہ یہ بے ادبی ہوگی اور نہ گستاخی ہوگی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ تشریف لائے رائے ونڈ میں تشریف فرماتھے اندر کمرے میں تھے لیٹے ہوئے تھے، بیمار تھے، بعض احباب نے بیعت کی درخواست کی حضرت نے اس وقت ٹائم دیا ہوگا تو نمائندے نے بتلایا کہ حضرت وہ حضرات حاضر ہوگئے ہیں جن کو بیعت کے لیے آپ نے فرمایا تھا تو حضرت نے فرمایا بھئی

Marfat.com

میں تو لیٹا ہوا ہوں میرے سے بیٹھا نہیں جاتا تم ایسا کرو ایک رومال میرے ہاتھ میں پکڑا دو اور اس رومال کو یہ حضرات پکڑ لیں میں جو کچھ کہتا جاؤں یہ اس کو کہتے جائیں اب ایک صاحب نے اپنا رومال اتار کے فوراً وہ حضرت کو پکڑا دیا اور رومال لمبا اس طرح سے کھول دیا جلدی سے ایک صاحب نے اپنی پگڑی اتاری اور پگڑی میں یہاں گرہ باندھی اور اس پگڑی کو آگے چلتا کر دیا، اب وہ پگڑی دروازے سے باہر نکل گئی، دروازہ بند ہے، جب دیکھا کسی نے کہ پگڑی اسطرح سے بیعت کے لئے آئی ہے تو انہوں نے اپنی پگڑی کھولی اس کے اندر گرہ باندھی۔ اور وہ آگے پھیلا دی پانچ پگڑیاں اس طرح سے پھیل گئیں دروازہ بند ہے اب حضرت کیا فرما رہے ہیں کیا نہیں کسی کو پتہ نہیں نہ ان مرید ہونے والوں کو پتا ہے کہ ہم کس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں اور نہ حضرت کو پتا ہے کہ میرے ہاتھ پر کتنے لوگ بیعت ہو رہے ہیں اس وقت اور اس طرح سے بے شمار لوگ نا جانے کتنے لوگوں نے وہ پگڑی کو ہاتھ لگا لیا اور وہ سمجھے ہیں کہ حضرت کے سلسلے میں داخل ہو گئے بس اب کیا ہے جی جنت میں لے جانا ان کا کام ہے ہم تو گاڑی سے جڑ گئے۔

مولانا خیر محمدؒ کا ایک ملفوظ لوگوں کو یاد ہے مولانا خیر محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی گاڑی کا ڈبہ تمہارے پاس ہے لیکن وہ بہت پرانا ہے اور چلنے کے قابل نہیں ہے تم یہ چاہتے ہو کہ تم اس کو کراچی بھیج دو تو دو کام کرنے پڑیں گے ایک یہ کہ چاہے دھکے لگا کر چاہے کسی کرین سے اٹھا کر اسے پٹڑی پر کھڑا کر دو اور دوسرا کام یہ کہ کراچی جانے والی گاڑی کے ساتھ اس کو جوڑ دو جب تم اس کا کانٹا جوڑ دو گے تو اب جب گاڑی چلے گی تو یہ ڈبہ چلے گا اور ہڑ ہڑ کڑ کڑ کرتا کرتا آخر یہ کراچی پہنچ ہی جائے گا تو یہ ملفوظ ہمیں یاد ہے اس ملفوظ کی بنیاد پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے جس بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیا اب ہم کچھ کریں یا نہ کریں جو کچھ کرتے رہیں بس

Marfat.com

ہم ہڑ ہڑ کرتے کرتے پہنچیں گے وہیں جہاں وہ بزرگ پہنچیں گے جہاں وہ فرسٹ کلاس کے ڈبے میں پہنچیں گے وہیں ہم بھی پہنچیں گے تو عزیزان من یہ سلسلہ اس طرح طے نہیں ہوگا انسان کو پیکر علم اور پیکر عمل بننا پڑے گا جب پیکر علم اور پیکر عمل بنے گا اس کے علم سے آنے والی نسلیں فائدہ اٹھائیں گی اور اس سے آنے والی نسلوں کو رہنمائی ملے گے جو آیت میں نے تلاوت کی میں اس کا ترجمہ کرتا ہوں کیونکہ یہ ٹائم میرے پاس تھا یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ اے ایمان والو تقوی اختیار کرو۔ تقوی کیا چیز ہے؟ تقوی تمام اعضائے انسانی کو سر کے دماغ سے لے کر تمام اعضائے انسانی کو اللہ کے حکم پر چلانے کا نام تقوی ہے اللہ کے اوامر پر عمل کرنا اور نواہی سے اجتناب کرنا آنکھوں کے اعمال دماغ کے اعمال کانوں کے اعمال زبان کے اعمال دل کے اعمال ہاتھوں کے اعمال ہر چیز کا تقوی ہے اس اتنے بڑے تقوی کو اختیار کرنے کے لیے یہ آسان راستہ بیان فرمایا، وہ راستہ کیا ہے؟ کونوا مع الصادقین آپ حضرات علماء ہیں میں ایک بالکل ادنی سے ادنی سا طالب علم ہوں کونوا جمع کا صیغہ ہے صادقین بھی جمع کا صیغہ ہے، جمع مقابل جمع ہو تو کیا ہوتا ہے؟ انقسام احاد علی الاحاد لازم آتی ہے جیسے فاغسلوا وجوھکم اپنے چہروں کو دھو، چہرے کتنے ہیں؟ کیونکہ فاغسلوا جمع ہے وجوہ بھی جمع ہے انقسام احاد علی الاحاد لازم آئے گی اسی طرح سے کونوا مع الصادقین، کونوا بھی جمع ہے صادقین بھی جمع ہے انقسام احاد علی الاحاد لازم آئے گی مطلب یہ کہ لیکن کل واحد منکم مع الصادق الواحد ہر آدمی ایک اللہ والے کو تلاش کرے یہ نہیں کہ صبح کو کسی سے شام کو کسی سے، دوپہر کو کسی سے اگلے دن کسی سے، اس سے اگلے دن کسی سے، اس طرح انسان کو گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے سے کچھ نہیں ملتا ایک کو تلاش کرو کسی کامل کو تلاش کرو جس کو صادق کہا جائے اس کو تلاش

Marfat.com

کرواور تلاش کر کے اس کے ساتھ اپنے آپ کو جوڑلو کونوا مع الصادقین معیت اختیار کرو وہ معیت ساتھ رہ کر ہو یا وہ معیت رابطہ کے ساتھ ہو خط وکتابت کے ذریعہ سے ہو اس کے ساتھ مسلسل رابطہ ہو، مسلسل یہ چار کام ہوں اطلاع واتباع واعتقاد وانقیاد جب یہ چار کام لگا تار مسلسل ہوں گے آیت پر عمل ہوگا۔

کب تک ساتھ رہیں؟ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی کے اندر فرماتے ہیں حتی تکونوا مثلھم اتنی مدت تک ان کی معیت اختیار کرو کہ تم ان جیسے بن جاؤ، جب تک ہم اپنے آپ کو اہل اللہ سے اس طرح نہیں جوڑیں گے اور جب تک ہم اپنی تربیت نہیں کروائیں گے اپنے اخلاق، اعمال ظاہرہ اور اعمال باطنہ کی اصلاح نہیں کروائیں گے اس وقت تک ہم اپنے طلباء کی تربیت نہیں کر سکتے۔ اور یہ استاذ ہی مربی ہوتا ہے اپنے طلباء کے لیے، اس لیے اپنے آپ کو کسی اللہ والے سے جوڑیے کسی سے تعلق قائم کیجیے اور تعلق صرف یہ نہیں کہ رسمی بس پگڑی پر ہاتھ رکھ دیا اور سلسلے میں داخل ہو گئے اس طرح نہیں بلکہ باضابطہ اطلاع واتباع واعتقاد وانقیاد یہ تعلق ہو اور اس کے بعد پھر جب تربیت واصلاح ہوگی پھر آپ خود دیکھیں گے کہ آپ کے پاس سے جانے والے طلباء کا نظام زندگی کیا ہوتا ہے ان شاء اللہ۔ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ عصری علوم پڑھاتے ہو ضرور پڑھاؤ، ہم بھی اپنے مدرسے میں پڑھاتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ عصر کے بعد مغرب کا وقت جلدی آجاتا ہے ، جن کو عصری علوم میں داخل کرو گے ان پر مغربیت نہ آجائے اس کی نگرانی کی ضرورت ہے کہ ان پر مغربیت نہ آنے پائے اور یہ نگرانی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک آپ اپنی تربیت نہ کروالیں اور پھر بیٹھ کر طلباء کی تربیت نہ کریں، جب آپ طلباء کی تربیت کریں گے اور مغربیت سے ان کی حفاظت کریں گے تو ان شاء اللہ عصری علوم سے پھر وہ فائدہ اٹھا کر دین کی تبلیغ واشاعت کریں گے تو ان پر

Marfat.com

مغربیت نہیں آئے گی، اگر آپ نے اپنی تربیت نہ کروائی اور اپنے طلباء کی تربیت نہ کی پھر ہم نے ان کو عصری علوم پڑھادیے تو معذرت کے ساتھ یہ ہوگا کہ مشکوۃ شریف کی کتاب کھول کے سامنے رکھیں گے سامنے استاذ نگرانی کر رہا ہے کہ طلباء مطالعہ کر رہے ہیں کہ نہیں کر رہے، مشکوۃ شریف، ہدایہ، جلالین، بیضاوی یہ کھول کے تپائی پر رکھیں گے اور یہاں نیچے انگریزی کی کتاب رکھی ہوگی اور مطالعہ اس کا ہو رہا گا اور استاذ یہ سمجھے گا کہ مشکوۃ شریف کا مطالعہ ہو رہا ہے، اس لیے اپنے آپ کو اس سے بچانا ہے اپنے ماحول کو بچانا ہے اپنے طلباء کو بچانا ہے یہ تبھی ہوگا جب ہم اپنی اصلاح کریں گے اپنے آپ کو اپنے بزرگوں سے وابستہ کریں گے اور ان سے باقاعدہ تعلیم حاصل کریں گے اپنی اخلاقی تربیت کروائیں گے۔ ان شاء اللہ اس کے بعد ہمارے طلباء جو نکلیں گے وہ خود بھی مربی بن کے نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ امین

Marfat.com

جون 2010ء

مجموعہ مقالات

تدریب المعلمین

جلد دوم

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا **مشرف علی تھانوی** دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ

۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور فون: 35422213، 35433049

Marfat.com